عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرِ نگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

سلسلہ درس حدیث -3

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

ترتیب و کاوش: مجلس تحقیقات اسلامیہ

زیر نگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب مدظلہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان ☎061-540513-519240

اللّٰھم صلّ علی محمد و علی آل محمد
کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم
انک حمید مجید
اللّٰھم بارک علی محمد و علی آل محمد
کما بارکت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم
انک حمید مجید

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ﷺ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب...................... **درس حدیث** تاریخ اشاعت................صفر المظفر ۱۴۲۶ھ
ناشر...... اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ ملتان طباعت...............سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان---ادارہ اسلامیات انارکلی، لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار، لاہور---مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ---کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور---دارالاشاعت اردو بازار کراچی
ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTRE)
119-121-HALLIWELL ROAD BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

ضروری وضاحت: ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دیگر دینی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کیلئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم چونکہ یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر ایسی کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرما دیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ''درس حدیث'' کی تیسری جلد حاضر خدمت ہے۔

زیر دست جلد حضرت ابوبکر جابر الجزائری حفظہ اللہ کی تصنیف لطیف ''کتاب المسجد و بیت المسلم'' کے اردو ترجمہ سے مرتب کی گئی ہے جس کے ترجمہ کی سعادت حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس رومی صاحب دامت برکاتہم کو حاصل ہوئی حضرت مفتی صاحب نے ترجمہ کرنے کے بعد ''دینی نصاب'' کے نام سے ان اسباق کو ہندوستان سے شائع کرایا تھا۔

ان عام فہم اسباق اور احادیث کی دلنشین تشریح نے آمادہ کیا کہ اس کتاب کو بھی درس حدیث کے مبارک ومتعارف سلسلہ میں شامل کیا جائے حضرات اکابر علماء حق سے مشاورت کے بعد اسکی ترتیب واشاعت کا کام کیا گیا۔

''درس حدیث'' کی اس جلد کا اسلوب ذرا مختلف ہے لیکن مجموعی اعتبار سے یہ جدید اسلوب بھی نفع سے خالی نہیں۔ یہ مکمل جلد بھی اسلام کی بنیادی تعلیمات کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔

قارئین سے گذارش ہے کہ اس مجموعہ ''درس حدیث'' کو مسجد.... مدرسہ.... دفتر وغیرہ کسی بھی جگہ سنیں اور سنائیں تو غور وفکر اور عمل کی نیت سے سنیں اور پھر گھر میں، اپنے دوست احباب میں اس درس سے حاصل شدہ علم کی تبلیغ محبت وحکمت سے ضرور کریں۔ اس سلسلہ میں ہمارے معاشرہ میں بڑی کوتاہی پائی جاتی ہے کہ ہم دین کی باتیں سننے کے بعد گھر میں جا کر ان کا مذاکرہ نہیں کرتے۔

یاد رکھئے! جس طرح اہل وعیال کی دنیوی راحت وآرام کا ہم خیال رکھتے ہیں اس سے زیادہ ضروری ان کی صحیح دینی تربیت کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس لئے اپنے گھروں میں بھی احادیث مبارکہ پر مشتمل اس درس کا روزانہ اہتمام کیا جائے۔ اور دنیا کی عظیم ترین ہستی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اقوال کو سن کر اپنایا جائے جن کے مقابلہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی دولت ہیچ ہے۔ اس لئے ان مبارک فرامین سے اپنے اور اپنے تمام متعلقین کے دامن کو سجانے کی کوشش کرنی چاہئے اور خاص طور پر اپنے بچوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات سنانے کی ضرورت ہے تاکہ ان کے دل ودماغ کی سفید لوح پر اسلامی تاریخ کے درخشندہ ابواب نقش ہو جائیں اور یہی بچے مستقبل میں اچھے مسلمان ثابت ہوں۔

عصر حاضر میں جبکہ ہم مسلمان ہر طرف سے مغلوبیت کے شکار ہیں اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ ہم اپنے اسلامی اقدار کی طرف لوٹیں شریعت پر عمل کر کے اپنا تعلق اللہ وحدہٗ لاشریک سے مضبوط کریں کہ وہی غالب ہے اور اسی سے تعلق کی برکت سے ہمیں دنیا میں غلبہ اور آخرت میں نجات مل سکتی ہے۔ بقول شخصے عبادات میں ہمارا قبلہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اعمال میں ہمارا قبلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ آیئے! ان مبارک احادیث کے مطالعہ سے اپنی عبادات اور اعمال دونوں کا قبلہ سنواریں۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو آمین

وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقه محمد واله واتباعه اجمعین وارخلنا برحمتک فی عبادک الصالحین

ان شاء اللہ ''درس حدیث'' کی چوتھی جلد فکر آخرت سے متعلق چالیس احادیث مع تشریح پر مشتمل ہوگی۔ (جلد منظر عام پر)

والسلام **محمد اسحٰق عفی عنہ** ربیع الاول ۱۴۲٦ھ بمطابق اپریل 2005ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم.....اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تاقیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تاکہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کرسکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیردست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عنداللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ — رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فہرست مضامین

کھانا کھانے کے آداب	۱
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت	۳
نماز کے بعد پڑھنے کی دعا	۵
قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ	۷
مسنون وضو	۹
غسل کا طریقہ	۱۱
تیمّم	۱۳
گناہوں کو ختم کرنیوالے اعمال	۱۴
نو صفات	۱۶
ایمان اور استقامت	۱۸
اچھی چیزوں کا صدقہ کرو	۲۰
قتال کا مقصد	۲۲
صلہ رحمی	۲۳
اللہ تعالیٰ کے محبوب اعمال	۲۴
اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت	۲۶
کامیاب جماعت	۲۸
شیطان سے حفاظت	۳۰
اللہ کا ذکر	۳۲

قبر کا مرحلہ ۳۳
ایمان اور اعمال صالح کا توسل ۳۵
روزہ کی برکات ۳۷
ارکانِ اسلام ۳۹
اذان، پہلی صف اور صبح وعشاء کی نماز ۴۱
تقدیر ۴۳
تخلیق آدم ۴۵
عورتوں کا مزاج ۴۷
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی سزا ۴۹
سچائی اختیار کرنا ۵۰
اہل جنت کے درجات ۵۲
حسن نیت ۵۳
علم حاصل کرنے کا مقصد ۵۴
عمر، جوانی، مال اور علم کا سوال ۵۵
افضل علم ۵۶
عمرہ اور حج مبرور ۵۷
بعض احکام حج ۵۸
تین ممنوع اور تین مکروہ کام ۵۹
خدائی اعلان جنگ ۶۰
مومن کی شان ۶۱
استغفار ۶۲
مجاہد کا تعاون کرنا ۶۴
سات مہلک کام ۶۵

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت	۶۷
صالحین کا انعام	۶۹
سات باتوں کا حکم	۷۱
دعا میں نفع ہی نفع	۷۲
عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت	۷۳
نہر کوثر	۷۴
ادنیٰ جنتی کا محل	۷۵
پانچ کے بدلے پانچ	۷۶
ایک جامع مسنون دعاء	۷۸
نامحرم عورتوں سے احتیاط	۷۹
اخوت واتحاد کے اصول	۸۰
راستہ کا حق	۸۱
رحمت عام	۸۲
تجہیز وتکفین میں شرکت کا اجر	۸۳
وحی نازل ہونے کی کیفیت	۸۵
تین باتوں پر ایمان کی مٹھاس	۸۷
رائی برابر ایمان کی اہمیت	۸۸
ماتحتوں سے سلوک	۸۹
منافقت کی علامتیں	۹۰
دین آسان ہے	۹۱
حلال وحرام	۹۲
دو چیزیں. جن میں حسد بھی جائز	۹۴
قیامت کی بعض علامات	۹۵

مشتبہ امور میں احتیاط	۹۶
کلمہ شہادت کا اقرار	۹۷
نیک مجلس میں شرکت	۹۹
نیکی و برائی کے اندراج کا ضابطہ	۱۰۰
شہرت وریاکاری کی سزا	۱۰۲
امیر کی اطاعت	۱۰۴
موت کی تمنا نہ کرنے کا حکم	۱۰۵
نوجوانوں سے خطاب	۱۰۶
مطلقہ رجعی کا حکم	۱۰۷
شوہر کا حق	۱۰۸
نکاح میں ولی کی اجازت	۱۰۹
حق مہر	۱۱۰
طلاق دینے کا شرعی طریقہ	۱۱۱
حاملہ مطلقہ کی عدت	۱۱۲
جس کا خاوند مر جائے اس کی عدت	۱۱۳
امت محمدیہ پر انعامات	۱۱۴
غیر اللہ کی قسم	۱۱۵
باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ	۱۱۶
قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہنا	۱۱۷
نامناسب کام پر قسم توڑنا	۱۱۸
گناہ کی نذر ماننا جائز نہیں	۱۱۹

کھانا کھانے کے آداب

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ارشاد فرمایا کہ

يَا غُلَامُ سَمِّ اللّٰهَ وَ كُلْ بِيَمِيْنِكَ وَ كُلْ مِمَّا يَلِيْكَ

ترجمہ: اے بچے! بسم اللہ کہو اور اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: یہ عمرو بن ابی سلمہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ ربیب ہیں جو اپنی والدہ حضرت امّ سلمہ (اُم المومنین) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے اور پھر آپ ہی کی پرورش و تربیت میں رہے تھے (ایسے بچے کو جو ماں کے ساتھ آ کر دوسرے باپ کی پرورش میں رہے عربی زبان میں ''ربیب'' کہتے ہیں) ان کے والد محترم حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تو ان کی والدہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ ہو گئیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دلجوئی اور عزت افزائی کے لئے ان سے نکاح کر کے ازواج مطہرات میں شامل اور حرم میں داخل فرما لیا تھا۔ اس وقت سے یہ بھی منجملہ ازواج مطہرات و امہات المومنین ہو گئیں اور ان کے صاحبزادے عمرو بن ابی سلمہ آپ کے پروردۂ ربیب ہو گئے۔

کسی دن کا واقعہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا رکھا گیا۔ یہ صاحبزادے عمرو بن ابی سلمہ بھی دستر خوان پر تھے۔ انہوں نے بچوں کی عادت کے مطابق فوراً ہی کھانے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ تو آپ نے انہیں مخاطب فرما کر کھانے کے یہ تین آداب تعلیم فرمائے اور ارشاد فرمایا: اے بچے! کھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام لو۔ یعنی ''بسم اللہ'' کر کے کھانا کھاؤ۔ کیونکہ کھانے پینے کا مسنون طریقہ یہی ہے۔ اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔ کیونکہ بایاں ہاتھ تو نجاست و گندگی کی صفائی میں کام آتا ہے۔ اسی سے استنجا کیا جاتا ہے اور ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے۔ شیطان اور کافروں کی مشابہت اور ان کا طریقہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایت فرمائی ہے کہ تم میں سے کوئی جب کھانا کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور پانی پئے (یا کوئی اور پینے کی چیز شربت، دودھ، چائے وغیرہ پئے) تو داہنے ہاتھ سے پئے، کیونکہ بائیں ہاتھ سے تو شیطان کھاتا پیتا ہے۔ (مسلم شریف)۔ (احقر مترجم عرض کرتا ہے کہ بہت سے مسلمان سنت کو نظر انداز کر کے فیشن پر عمل کرتے ہیں اور بائیں ہاتھ سے پانی، چائے وغیرہ پیتے ہیں جو قابل ترک ہے۔)

حدیث زیر درس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ سے یہ فرمانا کہ اپنے سامنے اور قریب سے کھاؤ، اس رعایت و مصلحت پر مبنی ہے کہ دستر خوان پر شریک دوسرے کھانے والوں کو تکلیف ہوگی۔ اگر تم ان کے سامنے سے کھانے لگو گے تو انہیں اس سے ناگواری ہوگی (جسے چاہے وہ زبان سے نہ بھی کہیں مگر دل میں ضرور ناگوار و تکلیف محسوس کریں گے۔)

اس ارشاد گرامی میں معاشرت کا یہ پہلو بھی ملحوظ ہے کہ دوسروں کے ساتھ ایسی کوئی بات نہ کی جائے جس سے اخوت باہم اور دوستی و محبت کے جذبات مجروح ہوتے ہوں اور نفرت و

عداوت پیدا ہوتی ہو۔

ضروری ہدایات

(۱) کھانے کے وہ آداب جو زیرِ درس حدیث میں بیان ہوئے ہیں انہیں دہرالیں۔ یعنی "بسم اللہ" پڑھنا، داہنے ہاتھ سے کھانا، اپنے سامنے سے کھانا۔

(۲) اس کے ساتھ کھانے کے مندرجہ ذیل آداب بھی ذہن نشین کر کے اپنے گھر والوں کو بھی یاد کرائیں۔

(الف) لقمہ چھوٹا ہونا چاہئے۔ (ب) خوب اچھی طرح چبا چبا کر اطمینان کے ساتھ کھانا چاہئے (ج) برتن کے کنارے سے کھانا چاہئے، درمیان سے نہیں کھانا چاہئے۔ (د) اگر کوئی لقمہ یا روٹی کا ٹکڑا زمین پر گر جائے تو اسے اٹھا کر صاف کر کے کھالینا چاہئے، پھینکنا نہ چاہئے، ہوسکتا ہے اس میں برکت ہو۔ (ہ) انگلیوں کو دھونے سے پہلے خوب چاٹ لینا چاہئے۔ سنت یہی ہے (و) کھانے کے بعد کم از کم " اَلْحَمْدُ لِلّٰه " کہہ لینا چاہئے یا پوری دعا پڑھے (دعا یہ ہے) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۔

(۶) اگر کسی دوسرے کے گھر کھانا کھائیں تو اس کے حق میں یوں دعا کریں۔ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَهُمْ فِیْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْلَهُمْ وَارْحَمْهُمْ۔ (یا یہ دعا پڑھیں) اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنَا وَاَسْقِ مَنْ سَقَانَا، اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰئِکَةُ۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو رزق حلال عطا فرمائے اور رزق حلال کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے طریقہ کے مطابق کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

یا اللہ اس درس کے ذریعے حضور علیہ السلام کی جو مبارک تعلیمات کا ہمیں علم ہوا ہے اپنی خاص توفیق سے اس پر عمل کرنے کی بھی ہمت وقوت عطا فرما۔

یا اللہ! اس درس حدیث کے ذریعے ہمیں اسلام کی جن بنیادی باتوں کا علم ہوا ہے اس پر صدق دل سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کو جو محبت تھی ہمیں بھی اس کا ذرہ عطا فرما کہ آپ کے محبوب کے طریقوں پر چلنا ہمارے لئے آسان ہوجائے۔

یا اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات' نورانی اعمال سے ہمیں بھی اپنی زندگیوں کو آراستہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت

حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

كُلُّكُمْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى ، قَالُوْا وَمَنْ اَبٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ مَنْ اَطَاعَنِىْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِىْ فَقَدْ اَبٰى.

ترجمہ: تم میں سے ہر ایک جنت میں جائے گا، سوائے اس کے جو انکار کرے، لوگوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! بھلا ایسا کون ہوگا جو انکار کرے؟ آپ نے فرمایا، جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی تو (سمجھ لو کہ اس نے جنت میں جانے ہی سے) انکار کیا ہے۔ (بخاری شریف)

تشریح: حدیث زیر درس کا پہلا لفظ "کلکم" ہے (جس کے معنی ہیں تم میں کا ہر شخص) اس لفظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت مسلمہ کے جملہ اہل ایمان افراد مراد لئے ہیں، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا، شریف ہو یا رذیل، عالم ہو یا عامی، مال دار ہو یا نادار، سب ہی لوگ مراد ہیں، دوسرا فقرہ ہے: "ید خل الجنۃ" (جس کے معنی ہیں، جنت میں داخل ہوگا) جس کی تشریح یہ ہے کہ مرنے کے بعد (قیامت اور حشر سے پہلے) صرف اس کی روح جنت میں داخل ہوگی، اور قیامت کے روز وہ شخص بذات خود اپنے جسم وروح کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔ اس جنت کو "دارالابرار، دارالمتقین اور دارالسلام" بھی کہتے ہیں۔ دارالابرار تو اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں صرف "ابرار" (نیکوکار) ہی داخل ہوں گے، جو صاحب ایمان اور اہل طاعت ہوں گے۔ اور اسے "دارالمتقین" اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں صرف اہل تقویٰ اور متقی و پرہیزگار لوگ ہی داخل ہوں گے۔ اسے "دارالسلام" اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں رہنے والوں کو ہر طرح کی سلامتی حاصل رہے گی۔ انہیں کوئی غم، تکلیف، مرض اور بڑھاپا وغیرہ کچھ نہ لاحق ہوگا اور نہ انہیں موت آئے گی، ہمیشہ کی زندگی سلامتی اور مسرت وخوشی کی رہے گی۔

اس حدیث میں ایک لفظ "اَبیٰ" آیا ہے۔ جس کے معنی انکار کرنے کے ہوتے ہیں تو حدیث کے دوسرے فقرے کا مطلب یہ ہوا کہ جنت میں وہی لوگ نہ جائیں گے جو خود ہی جنت کا انکار کریں گے اور چھوڑ دیں گے، جس کی صورت یہ ہوگی کہ جو لوگ خدا اور رسول کی نافرمانی کر کے کفر وشرک میں مبتلا ہو جائیں گے، جس کی وجہ سے جنت سے محروم رہیں گے ان کے حق میں یہ کہنا خلاف واقعہ نہ ہوگا کہ انہوں نے اپنی نافرمانیوں اور کفر وشرک کے ارتکاب کی وجہ سے خود ہی جنت میں جانا نہ چاہا اور اسے چھوڑ دیا ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طاعت وفرمانبرداری ہی کے ذریعہ جنت میں داخلہ ہوتا ہے، کیونکہ اس فرمانبرداری کی وجہ سے نفسانی خواہشات کو دبانے کا مجاہدہ کرنا پڑتا ہے جس کے ذریعہ نفس بشری اور روح انسانی پاک وصاف ہو جاتی ہے، اور یہی طہارت و پاکیزگی کا داخلہ جنت کا سبب بن جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے **قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا** (وہ شخص فلاح پا گیا جس نے نفس کا تزکیہ کیا) اور "**اَفْلَحَ**" (یعنی فلاح

پانے) کا مطلب ہی یہ ہے کہ اسے دوزخ سے نجات بھی ملے اور جنت میں داخلہ بھی ہو، جب ہی تو اس کی کامیابی مکمل ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ" (جسے نار جہنم سے دور رکھا گیا ہے اور جنت میں داخل کردیا گیا تو وہ یقیناً کامیاب ہوگیا۔)

(۲) خدا اور رسول کی نافرمانی جنت سے محرومی اور داخلۂ جہنم کا سبب ہوتی ہے، اس نافرمانی ہی کی وجہ سے نفس انسانی اور روح انسانی میں خباثت وگندگی آجاتی ہے، اور نفس جب گندہ ہو جاتا ہے تو داخلہ جنت کے لائق ہی نہیں رہ جاتا، کیونکہ یہ بات بتائی جاچکی ہے کہ معصیت کا مطلب نافرمانی ہے، یعنی جس چیز کا حکم دیا گیا ہے آدمی اس پر عمل نہ کرے اور جس چیز سے روکا گیا ہے آدمی اس سے نہ رُکے، دونوں ہی صورتوں میں نافرمانی کرے، تو جب احکام پر عمل نہ ہوگا، ممنوعات سے پرہیز نہ ہوگا تو طہارت نفس اور تزکیۂ قلب حاصل نہ ہو سکے۔ ایسی صورت میں دوزخ سے نجات اور جنت میں داخلہ بھی کیسے ہو سکے گا۔

(۳) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اسی وقت ہو سکتی ہے جب مسلمان ان مامورات واحکام سے واقف ہوں جن کا انہیں حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح ان معاصی ومحرمات سے واقف ہوں جن سے روکا گیا ہے۔ اور یہ واقفیت علم دین حاصل کئے بغیر نہیں ہو سکتی۔

(۴) ماموراحکام اور ممنوع باتوں کی واقفیت کے لئے مسلمان کو دینی علم کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے، جن پر اطاعت رسول کا دارومدار ہے۔ خود دینی عقائد ہوں یا دینی احکام واعمال ہوں سب ہی کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پیروکار بنائے' سب کو جنت کا داخلہ نصیب فرمائے اور ہر ہر کام میں سنت نبوی پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

جَزَى اللّٰهُ تَعَالٰى عَنَّا مُحَمَّدًا

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا هُوَ اَهْلُهٗ (معجم کبیر)

جو شخص یہ کہا کرے تو اِسکے لئے ستر ہزار فرشتے ایک ہزار دِن تک استغفار کرتے رہیں گے۔ (ص ۴۰)

نماز کے بعد پڑھنے کی دعا

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا:

يَا مَعَاذُ وَاللّٰهِ اِنِّي لَاُ حِبُّكَ اُوْ صِيْكَ يَا مَعَاذُ لَا تَدَ عَنَّ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ تَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ.

ترجمہ: اے معاذ! بخدا! میں تم سے محبت رکھتا ہوں تم کو تاکید کے ساتھ یہ نصیحت وہدایت کرتا ہوں کہ تم ہر نماز کے بعد (یہ دعا کرنا اور یوں کہنا) ہرگز نہ چھوڑنا (ہر نماز کے بعد) کہنا اور دعا مانگنا۔

"اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ"

(اے اللہ! تو میری مدد فرما کہ میں تیرا ذکر و شکر کرتا رہوں اور تیری عبادت بہترین طور پر ادا کرتا رہوں) (ابوداؤد ونسائی)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا نام لے کر اور یا معاذ! کہہ کر مخاطب فرمایا ہے، جس سے غرض یہ تھی کہ آپ کی زبان مبارک سے اپنا نام سنتے ہی حضرت معاذ پوری طرح متوجہ ہو جائیں اور جو کچھ آپ فرمانا چاہتے ہیں وہ پوری توجہ اور غور کے ساتھ سنیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جوان انصاری صحابی ہیں جنہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے علم وتفقہ کا اندازہ ہو چکا تھا اور آپ نے انہیں اس منصب کا اہل سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ آپ نے ایک روز اس طرح ان کا امتحان بھی لیا تھا۔

آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ اے معاذ! (یہ بتاؤ کہ) تم یمن میں پیش آنے والے معاملات ومقدمات کا فیصلہ کس طرح کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر اس معاملہ کا حکم تم کو اللہ کی کتاب میں نہ مل سکے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ پھر آپؐ کی سنت وحدیث کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ آپؐ نے پھر دریافت فرمایا کہ، اس کا حکم میری حدیث وسنت میں بھی نہ ملے تو کیا کرو گے؟ حضرت معاذؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ تب میں اپنی عقل ورائے اور اپنی سوجھ بوجھ سے کام لوں گا اور اجتہاد سے فیصلہ کروں گا۔

حضرت معاذؓ کے یہ جوابات سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت وخوشی کے ساتھ فرمایا: الحمد للہ، خدا کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے نمائندہ کو ایسی بات سمجھا دی جسے اللہ اور اس کے رسول پسند کرتے ہیں۔ (ابوداؤد)

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کے ساتھ اپنی محبت کے اظہار میں قسم بھی کھائی ہے جو نفس حقیقت واقعہ کے مطابق بھی ہے اور عرب میں اس طرح کا استعمال رائج بھی تھا۔ اس لئے کسی کو اس پر کوئی کھٹک نہ ہونی چاہئے۔ بالخصوص اس وجہ سے بھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات مظہر احکام بھی تو تھی، پھر اس طرح کی قسم اُس بات کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے ہوتی ہے جس پر قسم کھائی گئی ہے، تو آپ کا مقصد بھی اس قسم سے یہی ہے کہ حضرت معاذؓ پنجوقتہ نماز کے بعد اس دعا کو پڑھنے کی تاکید اچھی

طرح سمجھ لیں اور پابندی کے ساتھ یہ دعا ضرور مانگیں۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر دل سے بھی ہو، زبان سے بھی ہو اور اس کی نعمتوں کا شکر بھی ہر نعمت ہر آن ہوتا رہے کہ وہ نعمتیں جس مقصد کے لئے دی گئی ہیں۔ اسی میں صرف ہوں۔ عبادات بھی حسن وخوبی کے ساتھ ادا ہوتی رہیں، ان میں کوئی نقصان اور کوتاہی وبے ادبی نہ ہونے پائے ورنہ ان عبادات پر وہ ثمرات وحسنات مرتب نہ ہوں گے جو ان عبادات سے مطلوب ہیں۔

ضروری ہدایات

(۱) ذکر وشکر کے اہتمام کی کوشش کیجئے اور یاد رکھئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذکر وشکر کا حکم دیا ہے" فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْلِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ "(تم لوگ میرا ذکر کرو، مجھے یاد کرو، میں تم کو یاد کروں گا۔ اور تم لوگ میرا شکر ادا کرو، ناشکری نہ کرو)

(۲) عبادات میں حسن اخلاص کی وجہ سے آتا ہے، اخلاص جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی حسن عبادات میں آئے گا۔ اور اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر عبادت شریعت کے مطابق ادا کی جائے، جو جگہ اور جو وقت مقرر ہو اسی جگہ اور اسی وقت ادا کی جائے، نہ جگہ بدلی جائے نہ وقت بدلا جائے۔

(۳) ذکر دل سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی ہوتا ہے اس لئے دل وزبان دونوں ہی کو ذکر میں مشغول رکھئے۔ اور جواذکار سنت سے ثابت ہوں ان کا اہتمام ہونا چاہئے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ذکر اور شکر اور حسن عبادت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس درود شریف کے پڑھنے والے کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت واجب ہوگی جس میں اس کے حسن خاتمہ کی بشارت ہے۔ (ص ۱۶۷)

قبروں کو سجدہ گاہ نہ بناؤ

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

" لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ، يُحَذِّرُ مَاصَنَعُوْا."

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہود اور نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنالیا (یہ فرما کر) آپ ہم کو ان کی اس حرکت سے ڈرا رہے ہیں (اور ان کی نقل سے روک رہے ہیں) (بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہود و نصاریٰ کی قبر پرستی کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت بھیج کر ہمیں اللہ تعالیٰ کی اس سزا سے باخبر و آگاہ فرما رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو دی، کہ انہیں ان کی اس حرکت کی وجہ سے مستقل طور پر اپنی رحمتوں سے دور کر دیا، کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنالیا۔ خاص طور پر قابل توجہ اور لائق غور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انداز وعظ و نصیحت ہے کہ آپؐ بظاہر تو ہمیں یہود و نصاریٰ کی ایک غلط روش کی خبر دے رہے ہیں مگر در پردہ اس طرح یہ خبر دے کر اور ان پر لعنت کی بددعا فرما کر آپؐ ہم مسلمانوں کو ڈرانا چاہتے ہیں کہ کہیں ہم لوگ بھی یہ طریقہ اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور نہ ہو جائیں۔

افسوس کے ساتھ یہاں یہ کہنا پڑتا ہے، کہ ہم مسلمانوں ہی میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی بے عملی اور جہالت کی وجہ سے یا کچھ اپنے علماء سوء کی اندھی تقلید کی وجہ سے اپنے بزرگوں کی قبروں کو (یہود و نصاریٰ کی طرح) مساجد اور سجدہ گاہ بنائے ہوئے ہیں، ان کے مقبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں، وہاں سجدے کرتے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تہدید آمیز اور تحذیر سے بھری ہوئی یہ حدیث پہنچی ہی نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی رحمت سے وہ عورتیں دور ہوں، ان پر اللہ کی لعنتیں ہوں جو اپنی حاجت طلبی کے لئے قبروں کی زیارت کرنے جاتی ہیں، انہیں سجدہ گاہ بناتی ہیں اور ان پر چراغ جلاتی ہیں (یا اگربتی سلگاتی ہیں)

اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حبشہ میں ایک کنیسہ (گرجا) دیکھا تھا جس میں بہت سی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، تو آپؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں میں اگر کوئی مرد صالح و بزرگ آدمی مرجاتا تھا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں تصویریں بھی بنا لیتے تھے۔ قیامت کے دن یہ لوگ ساری مخلوق سے بری حالت میں ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

ضروری ہدایات

(۱) حدیث شریف میں دی ہوئی ہدایت کی جو تشریح کی گئی ہے اسے عام فہم سیدھے سادے الفاظ میں اپنے عزیز و احباب کو سمجھایئے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانا حرام ہے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں حدیث کے مطابق ایسے لوگ مستحق لعنت ہیں۔

(۲) اور اپنے دوست احباب کو بتایئے کہ جاہل لوگوں نے جو

طریقہ اپنا رکھا ہے کہ کبھی تو اپنے مردوں کو مسجد میں دفن کرتے ہیں اور کبھی قبروں پر مسجدیں بنا لیتے ہیں یہ بات شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ اس پر خاموش رہنا اور اس پر روک ٹوک نہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

(۳) انہیں یہ بھی بتایئے کہ قبروں پر چراغاں کرنا، موم بتی جلانا، اگربتی جلانا یہ سب بھی حرام ہے۔ ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں ہے۔

(۴) انہیں یہ بھی بتایئے کہ مسجدوں میں تصویریں رکھنا یا قبروں پر تصویریں رکھنا بھی حرام ہے۔ ایسا کرنا جائز نہیں، اور جہاں کہیں ایسا ہو رہا ہے اسے دور کر دینا ضروری ہے۔

(۵) انہیں یہ بھی بتا دیں کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اس لئے ممنوع کیا گیا ہے کہ اس طرح لوگوں کے مبتلائے شرک ہو جانے کا اندیشہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نافرمانی اور سب سے بڑا گناہ ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ایسے تمام کاموں سے محفوظ رکھے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنیں اور جو لوگ ایسے کاموں میں مبتلا ہیں انہیں ہدایت عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا
هُوَ اَهْلُهٗ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ

جو شخص خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنا چاہتا ہو
تو وہ یہ درود شریف پڑھا کرے۔ (ص ۱۰۶)

2

مسنون وضو

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے ایک برتن میں پانی منگوایا، پھر اس میں سے پانی اپنی دونوں ہتھیلیوں پر تین بار بہایا اور دونوں ہتھیلیاں تین بار دھوئیں۔ پھر اپنا داہنا ہاتھ اس برتن میں ڈال کر پانی لے کر کلی کی اور ناک جھاڑی، پھر اپنا چہرہ تین بار دھویا اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین بار دھویا پھر سر کا مسح کیا۔ پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔ اس کے بعد فرمایا کہ

رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ ھٰذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِیْ ثُمَّ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَا یُحَدِّثُ فِیْھِمَا نَفْسَہٗ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ.

ترجمہ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ میرے اسی طریقہ پر وضو کیا پھر فرمایا کہ جو شخص میرے اس طریقہ کے مطابق وضو کرے، پھر دو رکعت نماز نفل پڑھے (تحیۃ الوضوء) جس میں وہ اپنے جی میں بھی کوئی بات نہ کرے، تو اس کے پچھلے تمام گناہ (صغیرہ) معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: یہ حدیث اگرچہ ظاہر میں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں معلوم ہوتی کیونکہ یہ روایت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ تاہم یہ حدیث حدیث مرفوع ہی کے حکم میں ہے کیونکہ روایت کے مطابق حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ میرے وضو ہی کی طرح وضو فرمایا، پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جو شخص میرے اسی وضو کی طرح وضو کرلے پھر دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ پوری نماز میں کوئی وسوسہ اور دنیاوی بات اس کے دل میں نہ آئے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے تمام گناہ (صغیرہ) معاف فرما دیتے ہیں۔

اس حدیث میں کلی کرنے اور ناک صاف کرنے کا ذکر تو کیا گیا ہے لیکن ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں ہے، اس کی توضیح یہی ہے کہ ناک جھاڑنا اور صاف کرنا تو ناک میں پانی لینے کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بات ضمناً خود ہی معلوم ہو جاتی ہے کہ پہلے ناک میں پانی ڈالا ہوگا، پھر ناک جھاڑی اور صاف کی ہوگی۔ اسی طرح سر کے مسح کے لئے صرف سر کا ذکر ہے، راوی نے کانوں کے مسح کا ذکر نہیں کیا ہے، اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ کان سر کے ساتھ اور اس کے تابع ہیں، سر کے ساتھ ہی ان کا مسح ہوتا ہے، علیحدہ سے مستقل مسح کی ضرورت نہیں ہوتی۔

حدیث زیر درس میں یہ بات جو کہی گئی ہے کہ وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھی جانے والی نماز میں اپنے جی میں بھی کوئی بات نہ کرے، کسی قسم کا وسوسہ وخیال نہ آئے، اس سے دنیاوی بات مراد ہے۔ آخرت کا یا دوزخ، جنت کا خیال آئے تو وہ حدیث شریف کے خلاف نہ ہوگا۔ اسی طرح یہ بات بھی سمجھ لیں کہ گناہوں کی معافی صرف صغیر گناہوں کی ہوتی ہے، گناہ کبیرہ توبہ سے معاف ہوتے ہیں اور حقوق العباد کے گناہ صاحب حق کے معاف کرنے سے معاف ہوں گے۔

ضروری ہدایات

(۱) حدیث مذکورہ میں وضو کے جو فرائض بیان ہوئے ہیں

(یعنی پورا چہرہ دھونا، کہنیوں تک دونوں ہاتھوں کو دھونا، سر کا مسح کرنا، ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھونا) انہیں اپنے گھر والوں کو یاد کرادیجئے۔ پھر اعضاء جسم کے لحاظ سے وضو میں جو ترتیب مسنون ہے وہ بتایئے (کہ پہلے چہرہ دھوئیں، پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئیں، پھر سر کا مسح کریں، پھر ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھوئیں) انہیں یہ بھی بتایئے کہ وضو کے یہ اعضاء ترتیب کے ساتھ لگاتار (بغیر وقفہ کے) دھوئے جائیں گے۔ پورا وضو ایک ہی وقت میں ہونا چاہئے۔ درمیان میں طویل وقفہ نہ ہونا چاہئے کہ پہلا عضو خشک ہو جائے۔

وضو کی سنتیں: (۱) پہلے گٹوں تک ہاتھ دھونا (۲) کلی کرنا (۳) ناک میں پانی ڈالنا، ناک صاف کرنا (۴) دونوں کانوں کا مسح ہونا (۵) ہر عضو کو تین تین بار دھونا۔

(۲) انہیں یہ بھی بتایئے کہ وضو کا ثواب حاصل کرنے کے لئے وضو کے وقت طہارت حاصل کرنے کی اور ادائے عبادت کی نیت بھی ہونی چاہئے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام سنتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ
وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جس شخص کے پاس صدقہ دینے کے لئے کوئی چیز نہ ہو وہ یہ درود شریف پڑھا کرے یہ اس کے لئے زکوۃ کے قائم مقام ہے۔

غسل کا طریقہ

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی رکھا کہ آپ غسل فرمالیں تو

فَاَفْرَغَ عَلٰی یَدَیْهِ فَغَسَلَهُمَا مَرَّتَیْنِ اَوْ ثَلاثًا ثُمَّ اَفْرَغَ بِیَمِیْنِهٖ عَلٰی شَمَائِلِهٖ فَغَسَلَ مَذَاکِیْرَهٗ ثُمَّ دَلَکَ یَدَیْهُ بِالْاَرْضِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ وَیَدَیْهِ ثُمَّ غَسَلَ رَاْسَهٗ ثَلاثًا ثُمَّ اَفْرَغَ عَلٰی جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰی عَنْ مَقَامِهٖ فَغَسَلَ قَدَمَیْهِ.

ترجمہ: آپ نے پہلے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی بہایا اور انہیں دو یا تین مرتبہ دھویا۔ پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور شرمگاہ کو دھویا، پھر اپنے ہاتھ مٹی پر رگڑ کر دھوئے۔ پھر کلی کی اور ناک (میں پانی لے کر) صاف کیا۔ پھر اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھ دھوئے۔ پھر تین بار اپنا سر دھویا، پھر اپنے پورے جسم پر پانی بہایا۔ پھر اس جگہ سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: اس روایت کی راویہ حضرت میمونہ بنت الحارث الہلالیہ ہیں۔ یہ غسل آپ نے ان کے مکان میں فرمایا ہوگا۔

حدیث شریف میں ''شرمگاہ'' کے معنی میں لفظ ''مذاکیر'' استعمال کیا گیا ہے۔ غسل جنابت میں سب سے پہلے دونوں ہاتھ پاک کئے جائیں گے۔ پھر ''شرمگاہ'' اور نجاست دھوئی جائے گی۔ حدیث زیر درس میں شرمگاہ کے دھونے کے بعد ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر دھونے کا ذکر کیا گیا ہے جس سے غرض یہ ہے کہ نجاست کی جگہوں پر ہاتھ لگنے کی وجہ سے ہاتھ میں بدبو آجاتی ہے، اسے دور کرنے کے لئے ہاتھ کو مٹی پر رگڑنے سے وہ بدبو دور ہو جاتی ہے۔ صفائی و پاکیزگی کی یہ ضرورت اب صابن کے استعمال سے بھی پوری ہو سکتی ہے۔ لیکن سنت کا ثواب و فضیلت تو مٹی ہی سے صاف کرنے میں حاصل ہوگی۔

اس حدیث میں پہلی حدیث کے برخلاف ناک میں صرف پانی ڈالنے کا تو ذکر ہے لیکن ناک جھاڑنے اور صاف کرنے کا ذکر نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں ہی لازم و ملزوم ہیں۔ کہیں ایک کو ذکر کیا لیکن دوسرے کو ذکر نہیں کیا۔ اور کہیں دونوں کا ذکر کر دیا۔ اسی طرح اگلے فقرہ میں چہرہ اور ہاتھ دھونے کا ذکر ہوا۔ مگر سر اور کان کے مسح کا ذکر رہ گیا۔ بلکہ سر کو تین بار دھونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا۔ اس روایت کی روشنی میں سمجھا جا سکتا ہے کہ آپ نے وضو میں سر دھونے سے پہلے سر اور کانوں کا مسح بھی فرما لیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے سر مبارک دھونے سے پہلے سر کے بالوں کی جڑ میں پانی کے ساتھ خلال فرما لیا تھا تا کہ سردی کی وجہ سے زکام کا اثر نہ ہونے پائے۔ اس روایت میں پاؤں دھونے کے لئے اس پہلی جگہ سے ہٹ جانے کا ذکر ہے۔ اس کی غرض بھی صرف یہ ہے کہ بعض جگہوں پر غسل کی وجہ سے کیچڑ ہو جاتا ہے اس لئے وہاں

دوسری جگہ پاؤں دھوئے اور جوتے پہن لئے۔

ضروری ہدایات

(۱) آپ اپنے زیرِ تربیت افراد یعنی اپنے بچوں اور بیوی وغیرہ کو یہ بتا دیں کہ غسل کی یہی کیفیت اور یہی طریقہ مسنون و مطلوب ہے، جن موقعوں پر شریعت میں غسل واجب یا مسنون ہے (چاہے وہ غسل جنابت ہو یا حیض ونفاس کا غسل ہو، یا جمعہ کا غسل ہو، یا حج وغیرہ کے احرام کا غسل ہو، یا وقوف عرفہ کے لئے یا دخول مکہ کے لئے ہو سب کا یہی طریقہ ہے)

(۲) نیز استنجاء کے بعد ہاتھ کو مٹی پر رگڑنے یا صابن سے دھونے کے متعلق یہ بات بتا دیں کہ اس سے اسلام کی نظافت اور طہارت پسندی ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح سر کے بالوں کی جڑوں کا پہلے سے خلال کر لینا کہ یکدم پانی سر میں پہنچنے سے زکام کا اثر نہ ہو جائے۔ یہ طبی رعایت اسلامی تعلیمات کی خوبی کا پتہ دیتی ہے۔

(۳) اور یہ بھی کو تاکید کے ساتھ بتا دیں کہ غسل کے وقت بدن پر جب پانی بہایا جائے تو اس وقت ساتھ ہی ساتھ بدن کو اچھی طرح رگڑنا اور ملنا بھی چاہئے۔ بدن کا کوئی حصہ بال برابر بھی سوکھا نہ رہنے پائے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہر روئیں اور ہر بال کی جڑ میں جنابت کی نجاست کا اثر رہتا ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو تمام دینی احکام کا صحیح علم اور صحیح عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ
وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ
كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰى اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جو شخص چاہے کہ بڑے پیمانے کے ساتھ اس کو ثواب دیا جائے تو اس کو چاہیے کہ یہ درود شریف پڑھے۔ (ص ۳۲)

تیمّم

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے جنابت ہوگئی جہاں مجھے پانی نہ مل سکا تو میں نے تیمم کے لئے زمین پر لوٹ لگائی (کہ پورے بدن پر مٹی لگ جائے) اور نماز پڑھ لی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ

وَاِنَّمَا یَکْفِیْکَ ھٰذَا وَضَرَبَ النَّبِیُّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بِکَفَّیْہِ الْاَرْضَ وَنَضَحَ فِیْھِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِھِمَا وَجْھَہٗ وَکَفَّیْہِ.

ترجمہ: تمہارے لئے صرف اتنا ہی کافی تھا (یہ فرما کر) آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے (اور ہاتھوں پر لگی ہوئی مٹی کو جھاڑنے کے لئے) ہاتھوں پر منہ سے پھونک ماری پھر ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرے پر پھیر لیا (بخاری ومسلم) (اور دارقطنی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ دونوں ہاتھوں پر گٹوں تک مسح کیا۔) (بخاری ومسلم)

تشریح: حدیث شریف میں ''اَجْنَبْتُ'' کا لفظ آیا ہے یعنی مجھ کو جنابت ہوگئی، احتلام ہوگیا، غسل واجب ہوگیا اور یہ حالت سفر میں تھے، وہاں پانی نہ تھا، اس کے بعد دوسرا لفظ ''تَمَعَّکْتُ'' آیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ میں نے کپڑے اتار کر زمین پر لوٹ لگائی کہ سارے بدن پر مٹی لگ جائے (یعنی حضرت عمارؓ کو قرآن مجید کی آیت معلوم تھی، تیمم کا حکم بھی معلوم تھا۔ مگر یہ سمجھے کہ غسل کے تیمم کے لئے شاید پورے بدن پر مٹی لگانی پڑتی ہوگی۔ اسی لئے اپنی سمجھ کے مطابق یہی کیا) اور سفر سے واپس آنے پر اپنا یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ غسل کے تیمم کا طریقہ بھی یہی کافی تھا کہ اس طرح تیمم کر لیتے۔ یہ فرما کر آپ نے تیمم کر کے انہیں دکھلا دیا۔ اور مٹی پر ہاتھ مارنے کے بعد ہاتھوں پر پھونک اس لئے ماری کہ چہرے پر مٹی لگ کر بھبھوت نہ ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تیمم کے وقت دو بار ہاتھ مارے تھے ایک بار چہرے پر ملا تھا دوسری بار دونوں ہاتھ گٹوں تک ملے تھے۔ احتیاط اسی میں ہے، احناف کا مسلک بھی اسی احتیاط پر مبنی ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) حدیث شریف میں تیمم کے دونوں ہی طریقے مروی ہے (پہلا طریقہ دو مرتبہ مٹی پر ہاتھ مار کر تیمم کرنے کا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے) اوپر بتایا جا چکا ہے کہ احتیاط حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کے طریقہ پر عمل کرنے میں ہے کہ دونوں عضو کے لئے تازہ مٹی پر ہاتھ پھیرا گیا ہو۔ اس میں طہارت زیادہ ہے)

(۲) مٹی پر ہاتھ مارنے کے بعد انہیں منہ سے پھونکنے کا منشاء نظافت و صفائی ہے (جسے اسلام میں جزو ایمان بتایا گیا ہے۔) منہ سے مٹی نہ پھونکیں گے تو بھبھوت بن جائے گا۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ہر ہر موقعہ کے مطابق شرعی حکم پر سنت کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے اور پھر اسے قبولیت کے شرف سے نوازے۔ آمین

گناہوں کو ختم کرنے والے اعمال

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے اصحابؓ کرام سے) فرمایا کیا میں تم لوگوں کو ایسے کام نہ بتادوں جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں معاف کر کے مٹادیں اور جن کی وجہ سے گناہوں کا کفار فرمادیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا، ہاں ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتائیں! آپ نے فرمایا

اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَااِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلٰوةِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَذَالِكُمُ الرِّبَاطُ.

ترجمہ: ایسے وقت میں وضو کرنا جب (سردی یا کسی بھی وجہ سے) وضو کرنا گراں اور ناگوار لگ رہا ہو، اس وقت خوب اچھی طرح سے تمام اعضاء وضو کو دھونا اور مسجد تک جانے کے لئے زیادہ قدم چل کر جانا، اور ایک نماز پڑھ لینے کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں لگ جانا (یہ تین کام گنانے کے بعد) آپ نے فرمایا جو شخص یہ تینوں کام کر لیتا ہے تو سمجھئے کہ وہ سرحد کی فوج میں رات بھر حفاظت اور پہرہ میں لگا رہا ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں بیان کئے ہوئے مضمون کی اہمیت ظاہر فرمانے کے لئے اپنے مخاطب صحابہ کرامؓ سے دریافت فرمایا کہ، کیا میں تم کو ایسے کام نہ بتادوں ؟ یہ استفہام اسی لئے تھا کہ چونکہ کچھ اہم بات بیان ہونے جارہی ہے، اس لئے تمام مخاطب پوری طرح متوجہ ہو جائیں اور سمجھ لیں کہ اس وقت کوئی اہم بات ارشاد فرمانے والے ہیں۔ چنانچہ واقعہ بھی یہی ہے کہ حدیث زیر درس میں نہایت اہمیت و فضیلت رکھنے والے تین چھوٹے چھوٹے اور نہایت آسان کام بتا کر ان پر بڑے اجروثواب ملنے کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ یعنی جس وقت وضو کرنا زیادہ سردی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے گراں اور ناگوار لگ رہا ہو، اس وقت طبیعت کے تقاضے کے خلاف خوب اچھی طرح مبالغہ کے ساتھ تمام اعضاء وضو کو دھو کر وضو کیا جائے۔ اور مسجد میں نماز جماعت کے لئے جتنے زیادہ قدم طے کئے جائیں گے اتنا ہی ثواب زیادہ ہوگا۔

اس موقع پر الفاظ حدیث میں پہلے تو ایک لفظ ''خطایا'' آیا ہے۔ یہ خطیہ کی جمع ہے، جس کے معنی ہیں جان بوجھ کر کوئی گناہ کرنا۔ دوسرا ایک لفظ ''ذنب'' آیا ہے۔ ذنب ایسے گناہ کو کہتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کی گرفت و مواخذہ اور پکڑ ہوتی ہے۔ جبکہ وہ ''ذنب'' اور گناہ اپنی مرضی واختیار سے جان بوجھ کر کیا گیا ہو۔ اس حدیث میں وضو کے وقت ''اسباغ'' کا لفظ آیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وضو میں تمام اعضائے وضو کو خوب مبالغہ کے ساتھ اچھی طرح دھویا جائے کہ کوئی حصہ چھوٹنے نہ پائے۔ اسی موقع پر دوسرا ایک لفظ ''علی المکارہ'' آیا ہے، جس سے مراد یہ ہے کہ جس وقت سردی کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے وضو کرنا ناگوار ہو اس ناگواری کے باوجود خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے خوب اچھی طرح وضو کیا جائے۔ دوسرے فقرہ میں ایک لفظ ''**کثرۃ الخطا الی المساجد**'' آیا ہے یہ لفظ ''خُطَا'' (حرف خا کے پیش کے ساتھ) خطوہ کی جمع ہے جس کے معنیٰ ''قدم'' کے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کے لئے زیادہ قدم چل کر دور سے آنا بھی بہت بڑی فضیلت اور اجروثواب کا کام ہے۔ جن کے مکان، دکان،

کارخانے وغیرہ مسجد سے دور ہوں اور وہ زیادہ قدم چل کر مسجد آئیں وہ اس کے مستحق ہوں گے۔

تیسرا فقرہ ''انتظار الصّلٰوۃ بعد الصلٰوۃ'' ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک وقت کی نماز پڑھنے کے بعد ہی سے دوسرے وقت کی نماز کے انتظار میں لگ جائے۔ فجر کے بعد ظہر کا، ظہر کے بعد عصر کا اور عصر کے بعد مغرب کا انتظار اور مغرب کے بعد نماز عشاء کی فکر و انتظار میں لگا رہے۔ یہ انتظار بھی بہت بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ ان تینوں کاموں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا ان مجاہدین کو ملتا ہے جو اسلامی فوجی چھاؤنیوں کی نگرانی میں ملتا ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے گھر والوں کو یہ حدیث سنا کر یہ بات بھی بتائیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اصحاب کی تعلیم و تربیت کرنے اور انہیں دینی راہ پر چلانے کا کس درجہ شوق تھا کہ آپ اپنی بات پہنچانے اور اس پر انہیں آمادہ کرنے کے لئے کس کس طریقہ سے ترغیب اور شوق دلانے والے عنوان اختیار فرماتے تھے۔

(۲) یہ بات بھی بتادیں کہ حدیث زیر درس میں ''رباط'' کا جو لفظ آیا ہے اس سے جو رباط مراد ہے وہ قرآن مجید کی اس آیت میں بھی ذکر کیا گیا ہے '' یعنی اے ایمان والو، صبر کرو اور جب دوسروں سے مقابلہ ہو تو مقابلہ میں بھی صبر و ثبات اختیار کرو۔ اور مقابلہ درپیش نہ ہو تو بھی مقابلہ کے لئے مستعد و تیار رہو) اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ امید ہے کہ فلاح پا جاؤ گے) لہذا جو شخص اس رباط حقیقی پر عمل کرنے سے عاجز ہو کہ اس پر عمل کی صورت موجود نہ ہو تو وہ اس حدیث میں بتائے ہوئے اعمال پر عمل کر کے رباط کا ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

(۳) آپ سامعین کو بتادیں کہ مکان، دکان کا مسجد سے دور ہونا ثواب کو کس قدر بڑھا دیتا ہے جتنے زیادہ قدم چلیں گے اتنا ہی زیادہ ثواب ہوگا۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ جو کوتاہیاں ہم سے ہوچکیں انہیں معاف فرمائے اور آئندہ کیلئے گناہوں سے بچا کر نیک اعمال والا بنائے اور رباط کا ثواب عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الْعٰلَمِیْنَ
حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ صَلٰوۃً اَنْتَ لَھَا
اَھْلٌ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ کَذٰلِکَ

جو شخص صبح و شام سات سات مرتبہ اس درود شریف کو پابندی سے پڑھے گا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس کی اولاد کو باعزت رکھے گا۔ (ص ۱۶۳)

نوصفات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اَلْاِخْلَاصِ فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیَۃِ وَالْعَدْلِ فِی الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَالْقَصْدِ فِی الْغِنٰی وَالْفَقْرِ وَ اَنْ اَعْفُوْ عَمَّنْ ظَلَمَنِیْ وَاَصِلَ مَنْ قَطَعَنِیْ وَاُعْطِیْ مَنْ حَرَمَنِیْ وَاَنْ یَّکُوْنَ نُطْقِیْ ذِکْرًا وَصَمْتِیْ فِکْرًا وَنَظْرِیْ عِبْرَۃً.

ترجمہ: مجھ کو میرے رب نے نو باتوں کا حکم فرمایا ہے۔(۱) اخلاص کا حکم دیا ہے پوشیدہ طور پر بھی، ظاہر میں بھی (۲) عدل وانصاف کا حکم دیا ہے خوشی کی حالت میں بھی اور غضب کی حالت میں بھی (۳) اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیا ہے مالداری کی حالت میں بھی اور ناداری کی حالت میں بھی (۴) اور یہ حکم دیا ہے کہ جو میرے ساتھ زیادتی کرے اسے معاف کردوں (۵) اور جو مجھ سے قطع تعلق کرے اس سے جوڑ کر رہوں (۶) جو مجھے محروم رکھے میں اسے محروم نہ رکھوں بلکہ اسے عطا کروں (۷) میری گویائی اور میرا بولنا اللہ تعالیٰ کا ایک ذکر رہے (۸) میری خاموشی اللہ کی فکر میں گزرے (۹) اور میری ہر نظر نظرِ عبرت رہے۔ (اخرجہ ابن الاثیر فی جامع الاصول وفی المشکوٰۃ والقرطبی عن رزین)

تشریح: حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف نو کی گنتی فرمائی۔ اس کے ساتھ معدود کے لئے کوئی لفظ نہیں فرمایا ہے۔ بعد میں ذکر ہونے والی نو باتیں معدود ہیں۔ جن کی تفصیل اس طرح فرمائی ہے۔

(۱) پہلی چیز اخلاص ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے کی جائے اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کیا جائے۔

(۲) دوسری چیز عدل و انصاف ہے۔ انسان کو چاہئے کہ خوشی کی حالت ہو یا غصہ وغضب کی حالت ہو ہر حال میں عدل و انصاف ملحوظ رکھے۔ عدل کا مطلب یہ ہے کہ کسی پر ظلم وزیادتی نہ ہو چاہے وہ کوئی بھی بات ہو اور کوئی بھی فیصلہ ہو۔ اور چاہے خوشی میں ہو یا غضب کی حالت میں ہو۔ عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ اعتدال ومیانہ روی ہر بات اور ہر معاملہ میں اختیار کی جائے۔

(۴) جو کوئی ظلم وزیادتی کرے اس سے بدلہ نہ لیا جائے۔ بلکہ اسے معاف کر دیا جائے۔

(۵) جو شخص تم سے قطع تعلق کرے اس سے مل کر اور جوڑ کر رہو۔

(۶) جو شخص تم کو محروم رکھے تم اسے دیتے رہو، تم اسے محروم نہ کرو۔

یہ چھ باتیں اور ہدایتیں مکارِ اخلاق کی تعلیم پر مشتمل ہیں۔

(۷) ساتویں بات یہ ہے کہ مسلمان کی گویائی وتکلم (اس کا بولنا) صرف اللہ کے ذکر میں ہونا چاہئے۔ اس کی ہر بات اور اس کے ہر کلام کی روح اور جان اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ہونا چاہئے۔

(۸) آٹھویں بات یہ ہے کہ اس کا سکوت بھی یونہی اور بیکار نہ ہو بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی خلقت ومخلوقات میں اس کی قدرت و مصنوعات کی فکر میں صرف ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کو کس

طرح راضی وخوش کرسکتا ہے؟

(۹) نویں بات یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات ومصنوعات پر جب نظر کرے تو وہ نظر عبرت ہو۔ اس سے عبرت حاصل کرے اور اس پر غور کرے کہ وہ خود کس طرح صلاح وفلاح حاصل کرسکتا ہے؟

ضروری ہدایات

(۱) آپ اپنے احباب کو یہ بتائیں کہ یہ یہ صفات انسانی اسلامی مکارم اخلاق کی تعلیم پر مشتمل ہیں جن سے آراستہ ومتصف ہونا ہر مسلمان کے کمالِ اسلام کے لئے ضروری ہے، انہیں حاصل کرنے پر ذوق وشوق اور رغبت کے ساتھ محنت ہونی چاہئے۔

(۲) اور یہ بھی بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو "اخلاص" کے ساتھ آراستہ ہونے کا حکم دیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ "اخلاص" کے ساتھ دینی اعمال انجام دینا فرض ہے۔ اسی طرح عدل و انصاف اختیار کرنا بھی قرآن مجید کی رو سے ضروری ہے۔ (اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (عدل کرو یہ عدل سے بہت زیادہ قریب ہے) اسی طرح اعتدال ومیانہ روی اختیار کرنا بھی واجبات دین سے ہے۔

(۳) تیسری چوتھی اور پانچویں ہدایات کے متعلق اپنے احباب اور اپنے بچوں کو سمجھائیے اور بتائیے کہ یہ باتیں بھی حسن اخلاق کی ہیں کہ ظلم وزیادتی کرنے والے کو معاف کیا جائے، نہ دینے والے کو دیا جائے اور قطع تعلق کرنے والے سے رشتہ وتعلق جوڑا جائے۔

(۴) اپنے سامعین کو ترغیب دیں کہ حسن اخلاق کی یہ صفات اپنے اندر پیدا کریں کہ دوسرے لوگ انہی صفات کی وجہ سے انہیں پہچان لیا کریں کہ یہ شخص مسلمان اور پیرو سیرت نبوی ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان صفات کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَآلِهٖ اَلْفَ اَلْفَ مَرَّةٍ

جو شخص جمعہ کے دن ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھے تو وہ اس وقت تک نہ مرے گا جب تک وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔ (ص ۶۰)

ایمان اور استقامت

حضرت عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے اسلام کے بارے میں کوئی ایک ایسی بات بتا دیجئے کہ میں پھر اسلام کے بارے میں آپ کے بعد کسی اور سے کچھ نہ پوچھوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

قُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ ثُمَّ اسْتَقِمْ.

ترجمہ: یہ کہہ دو کہ میں اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان لے آیا۔ اور پھر اسی بات پر ثابت قدم رہو۔ اسی پر استقامت کرو، (اپنی زندگی میں کوئی ایسی بات نہ کرو جو اس اعلان کے خلاف ہو) (مسلم شریف)

تشریح: آج کی زیر درس حدیث میں یہ چند باتیں تشریح طلب ہیں:۔

(۱) سائل (یعنی حضرت عبداللہ ثقفیؓ) نے آپ کے نام کی جگہ ''یارسول اللہ'' کہہ کر آپ کو مخاطب کیا ہے۔ اس میں دو باتیں ملحوظ ہیں ایک تو یہ کہ اس عنوان سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ وہ صاحب ایمان مسلمان ہیں، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ دوسری بات کہ اس طرح قرآن مجید کی اس ممانعت کی تعمیل بھی ہوگئی جس میں آپ کا نام نامی لے کر آپ کو مخاطب کرنے سے روکا ہے۔ سائل نے بھی یہی کیا کہ آپ کے نام کی جگہ ''یا رسول اللہ'' کہا۔ خود اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن مجید میں آپ کو متعدد جگہ مخاطب کیا ہے، لیکن ''یا محمد'' کہہ کر خطاب نہیں کیا ہے بلکہ ''یاأَيُّهَا النَّبی'' اور ''یاایھا الرسول'' کہہ کر مخاطب کیا ہے۔

(۲) پوچھنے والے نے ''فی الاسلام'' (اسلام کے بارے میں) سوال کیا ہے جس سے مراد شریعت اسلامی ہے جس کی روشنی میں مسلمان اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی کرتے ہیں، یعنی اسلامی عقائد وعبادات، احکام وآداب اور اخلاق وغیرہ۔

(۳) ان سائل صحابی نے یہ بات کیوں کہی کہ پھر آپ کے بعد کسی اور سے کچھ نہ پوچھو؟ یہ اسلئے کہ آپ مجھے ایسی ہی بات بتائیں جو میری نجات دوزخ اور داخلہ جنت کے لئے کافی ہو جائے۔

(۴) اس سوال کے جواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ مختصر اور کافی جواب ایسا ہے کہ یہ جواب بجائے خود آپ کا اعجاز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایمان لاؤ اور اس کا برملا اظہار بھی کرو اور پھر اس پر استقامت بھی رکھو۔ کیونکہ ایمان تین باتوں کا مجموعہ ہے۔ دل سے اعتقاد ہو، زبان سے اقرار اور ارکان جسم سے اس پر عمل بھی ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سائل کو یہ جواب دیتے وقت اللہ تعالیٰ کا یہ قول جو سورۂ فصلت اور سورہ احقاف میں آیا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا'' اپنے پیش نظر رکھی ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے بچوں کو، دوستوں کو اور دیگر ساتھیوں کو اس حدیث کی روشنی میں سمجھا دیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب ضروری ہے، حضرات صحابہؓ میں سے کوئی شخص یوں کبھی نہیں کہتا تھا (بے ادبی نقل معاف ہو) کہ ''محمد'' نے کہا یا میں نے محمد کو دیکھا یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فلاں بات کا حکم دیا

ہے یا فلاں کام کرنے سے منع کیا ہے۔ بلکہ ہر موقع پر نام کے بجائے رسول اللہ کہتے تھے یا نبی اللہ کہتے تھے۔

(۲) اور ان سب کو ''ایمان'' اور ایمان پر استقامت کی فضیلت واہمیت سمجھایئے اور یہ بھی بتایئے کہ ایمان تین باتوں کے مجموعہ سے تکمیل پاتا ہے یعنی عقیدہ، اقرار اور احکام شرع پر عمل جب یہ تین باتیں پائی جائیں گی ایمان کامل ومکمل ہوگا۔

اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی سمجھا دیجئے کہ انسان کی نجات وکامیابی کا صحیح اور واحد ذریعہ یہی ایمان ہے۔

(۳) اور سب دوستوں کے سامنے یہ حقیقت بھی رکھئے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عملی تعلیم کے حریص وخواہشمند اسی لئے رہتے تھے کہ ایمان کی تکمیل ہوجائے اور اس کے ذریعہ دین ودنیا میں سعادت حاصل ہو اور دارین میں نجات وفلاح سے شادکام ہوں۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر استقامت عطا فرمائے اور خاتمہ بالایمان نصیب فرمائے۔ آمین

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَّجَزَاهُ عَنَّا مَاهُوَ اَهْلُهٗ

جو شخص یہ درود شریف پڑھے تو ایک ہزار دن تک ستر فرشتے اس کا ثواب لکھتے رہیں گے۔ (ص ۱۷۷)

اچھی چیزوں کا صدقہ کرو

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ سے مسجد تشریف لائے (مسجد میں دیکھا کہ کسی شخص نے کھجور کے گچھے (کئی ایک) یا ایک ہی گچھا مسجد میں (ستونوں کے درمیان الگنی سے باندھ کر) لٹکا رکھا ہے۔ آپ کے دست مبارک میں عصا تھا، تو آپ اسی لاٹھی سے کھجور کے گچھوں پر مار مار کر ان کی کھنکھناہٹ کی آواز نکالنے لگے اور آپ یہ فرماتے جاتے تھے کہ

لَوْ شَاءَ رَبُّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ تَصَدَّقَ بِاَطْيَبَ مِنْهَا اِنَّ رَبَّ هٰذِهِ الصَّدَقَةِ يَاكُلُ الْحَشْفَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

ترجمہ: اگر یہ صدقہ دینے والا چاہتا تو اس سے اچھی کھجوروں کو صدقہ کر سکتا تھا۔ یہ بات یقینی ہے ایسا ردی وخراب صدقہ کرنے والا قیامت میں ردی ہی کھجور کھائے گا۔ (ابوداؤد)

تشریح: یہاں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک واقعہ کی حکایت کر رہے ہیں اور اسی ذیل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد مبارک بھی نقل ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دولت کدہ سے مسجد کے لئے نکلے اور صورت حال یہ تھی کہ مسلمانوں (صحابہ کرام) میں سے کسی نے کھجور کے کئی گچھے یا ایک ہی گچھا تارسی کی الگنی سے مسجد نبوی کے دو ستونوں کے درمیان لٹکا رکھے تھے۔ "قِنو" یعنی گچھا۔ اس کی جمع آقناء ہے یعنی کئی گچھے۔ راوئ حدیث کو شک ہے کہ ایک ہی گچھا تھا یا کئی گچھے تھے۔ شمال افریقہ کے لوگ اسے قِنو کے بجائے عرجون کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست مبارک میں لاٹھی تھی جس سے آپ نے ان گچھوں کو کھڑکھڑانا شروع کر دیا (یعنی کھجوریں سوکھ کر بالکل چھوہارے بن گئی تھیں کہ ان پر لاٹھی مارنے سے کھنکھناہٹ کی آواز نکلنے لگی تھی) اسی کے ساتھ آپ یہ بھی فرماتے جاتے تھے کہ اگر یہ صدقہ کرنے والا چاہتا تو ان سوکھی کھجوروں سے اچھی کھجوریں بھی تو اس کے پاس ہوں گی، وہ اچھی کھجوریں صدقہ کر دیتا۔ لیکن اس کے بخل نے ایسا نہ کرنے دیا۔ مارے کنجوسی کے یہ سوکھی کھجوریں صدقہ کیا۔ اب اس شخص کو قیامت میں ایسی ہی سوکھی کھجوریں ملیں گی (حشف ردی کھجور کو کہتے ہیں) اس حدیث میں اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ قیامت میں جزا عمل کے مطابق ہوگی، اچھی کھجور صدقہ کرنے پر اچھی کھجوریں ملیں گی، سوکھی کھجور صدقہ کرنے پر سوکھی کھجوریں ملیں گی۔

ضروری ہدایات

(۱) بچوں کو بھائیوں کو اور دوستوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بلند مقام ادب اور آپ کے حسن اخلاق سے مطلع کیجئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا "ادب محمدیؐ" کس درجہ بلند و عظیم تھا کہ صاحب صدقہ کو دریافت کئے بغیر ایسے صدقہ کی مذمت و برائی تو کر دی لیکن اس شخص کو کسی بھی طرح سے شرمندہ نہیں کیا۔

(۲) لوگوں کو بتایئے کہ آخرت میں برائی کا بدلہ برائی ہی سے دیا جاتا ہے مگر برائی کا بدلہ صرف برائی کے برابر ہی ہوتا ہے۔ اور نیکی کی جزا دس گنا کر کے دی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ

جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا'' یعنی نیکی کرنے والے کو ایک نیکی کی جزا دس گنا ملے گی اور جو برائی کرے تو اسے ایک ہی بدلہ دیا جائے گا۔

(۳) اپنے سب متعلقین کو حضرات صحابہؓ کے اس طریقہ فضل و کرم کی طرف متوجہ کیجئے اور انہیں بتائیے کہ ان حضرات کا یہ معمول تھا کہ وہ کھجور کے گچھے لاکر مسجد میں لٹکا دیا کرتے تھے کہ جو لوگ نادار ہوں، خرید نہ سکتے ہوں وہ اس طرح کھجور کھالیں اور کوئی کسی کا ممنون احسان نہ ہو۔ (مختلف پھلوں کے موسم میں اہل باغ کو یہ مردہ سنت زندہ کرنی چاہئے۔ دیندار تک صدقہ پہنچنے کی بہترین شکل ہے۔)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی راہ میں صدقہ دینے والا بنائے، بخل سے بچائے اور سخی بنائے، آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق جو شخص اَسّی ۸۰ مرتبہ یہ درود شریف پڑھے اللہ تعالیٰ اِس کے اَسّی ۸۰ سال کے گناہ معاف فرمادیں گے۔ (ص ۱۶۶)

قتال کا مقصد

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَشْھَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدً ارَسُوْلُ اللّٰهِ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ (بخاری ومسلم) وَقَوْلُهٗ لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسِ اَوَاقٍ صَدَقَةٌ وَقَوْلُهٗ لَیْسَ مَادُوْنَ خَمْسِ ذَوْدٍ مِنَ الْاِبِلِ صَدَقَةٌ (بخاری ومسلم) وَقَوْلُهٗ وَفِی الرِّکَازِ الْخُمُسُ (بخاری ومسلم) وَقَوْلُهٗ فِیْمَا سَقَتِ السَّمَاءُ وَالْعُیُوْنُ اَوْ کَانَ عُشْرِیًّا الْعُشْرُ وَفِیْمَا سُقِیَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ (بخاری)

ترجمہ: بخاری کی روایت میں ہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد وقتال کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ بھی شہادت دیدیں کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت و بندگی کے لائق نہیں ہے اور اس کی کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں (اور دین اسلام کے سارے احکام پر عمل کرنے لگیں کہ) نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں (بخاری ومسلم) اور آپ ہی کا ارشاد ہے کہ پانچ اوقیہ سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ (بخاری ومسلم) اور آپ ہی کا قول یہ بھی ہے کہ پانچ اونٹ سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور آپ ہی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قدرتی کانوں سے نکلنے والی چیزوں پر پانچواں حصہ زکوٰۃ نکلے گی۔ (بخاری) اور آپ ہی کا ارشاد ہے کہ آسمان کی بارش یا چشمے سے سینچے ہوئے غلہ اور پھل پر اور عشری زمین کی پیداوار پر عشر واجب ہوگا اور جو کنویں وغیرہ سے سینچا جائے اس کی پیداوار میں بیسواں حصہ دیا جائے گا۔ (بخاری)

تشریح: حدیث زیر درس کا پہلا فقرہ "اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ" ہے مطلب یہ ہے کہ مجھے میرے رب نے یہ حکم دیا ہے کہ میں غیر مسلم لوگوں سے اس وقت تک قتال و جہاد کرتا رہوں جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق ہونے اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رسول برحق ہونے کا اقرار نہ کریں۔ اگر وہ یہ اقرار نہیں کرتے تو میں ان سے قتال کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کو معبود برحق مان کر اس کی عبادت کرنے لگیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول مان لیں اور ان سے محبت کرنے لگیں، ان کی اطاعت کرنے لگیں، نماز قائم کرنے لگیں یعنی پنج وقتہ نمازیں ان کے شرائط و آداب کے ساتھ مسجد میں پڑھنے لگیں۔ پھر فرمایا کہ وہ لوگ زکوٰۃ بھی ادا کرنے لگیں یعنی جس قسم کا مال ہو اس کی جو مقدار زکوٰۃ میں واجب ہو وہ ادا کرنے لگیں۔ حدیث میں "خمس اواق" کا ایک فقرہ آیا ہے۔ اواق اوقیہ کی جمع ہے۔ اوقیہ کا وزن چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے۔ چاندی سونا وغیرہ کی کان کو "رکاز" کہتے ہیں، اس میں سے پانچواں حصہ زکوٰۃ میں نکالا جائے گا اور مصرف زکوٰۃ میں خرچ کیا جائے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے سب متعلقین کو سمجھائیے اور بتائیے کہ "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" کہنے اور اس کا اقرار کرنے کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے، کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کیا جائے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے کے اقرار وشہادت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ آپ سے محبت رکھے، آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ اور آپ کی رسالت کی پوری پیروی کرے۔

(۲) لوگوں کو سمجھائیے کہ زکوٰۃ نماز کی بہن ہے۔ لہذا جس پر بھی زکوٰۃ واجب ہو نماز کی طرح اسے بھی ضرور ادا کرے۔ زکوٰۃ کا ادا نہ کرنا بہت سخت گناہ ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم سب کو کلمہ کے سب تقاضوں کو پورا کرنے والا بنائے۔ نماز - روزہ - زکوٰۃ - حج - جہاد سب کی توفیق دے۔ آمین

صلہ رحمی

يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى، اَنَا الرَّحْمٰنُ وَهٰذِهِ الرَّحْمُ شَقَقْتُ لَهَا اِسْمًا مِنْ اِسْمِىْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهٗ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں رحمٰن ہوں، اور میں نے اس رحم (صلہ رحمی) کے لئے اپنے اسی نام سے مشتق کر کے ایک نام مقرر کر دیا ہے۔ تو جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے "رحم" کے تعلق کو جوڑ کر رہتا ہے تو میں اس سے جوڑ کر رہتا ہوں اور جو اسے توڑتا ہے میں اس سے قطع تعلق کر لیتا ہوں۔ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی)

تشریح: یہ حدیث حدیث قدسی ہے (حدیث قدسی اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف منسوب فرما کر کوئی ارشاد نقل فرمائیں)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات خاص کے لئے ایک نام "رحمٰن" بتایا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے "هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ" حدیث زیر درس کی تشریح بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا جب مخلوق کا خلق ہو چکا تو "رحم" کھڑا ہو گیا اور بولا کہ میرا یہ قیام "قطع رحم" سے محفوظ رہنے کی خاطر آپ کی پناہ حاصل کرنے کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں ہاں! تمہاری بات منظور ہے۔ کیا تو اس پر راضی ہے کہ میں یہ اعلان کر دوں کہ جو تجھے جوڑے گا میں اس سے جوڑوں گا، اور جو تجھے قطع کرے گا میں اس سے قطع تعلق کر لوں گا۔ رحم نے کہا، ہاں ہاں یہی ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا، تجھے یہی مقام دے دیا گیا ہے۔ ایسا ہی ہوگا۔ لہذا مبارک ہیں وہ لوگ جو قطع رحمی سے بچتے اور صلہ رحمی اختیار کرتے ہیں۔ صلہ رحمی ان مندرجہ ذیل باتوں سے برقرار و پائیدار رہتی ہے۔

(۱) تکلیف وایذا رسانی کو روکنا۔

(۲) اکرام واحترام کا برتاؤ کرنا۔

(۳) حسن سلوک وخیر خواہی، داد و دہش کرتے رہنا۔

قطع رحمی ان باتوں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ان سے احتراز کیا جائے۔

(۱) زبان یا ہاتھ سے تکلیف پہنچانا۔

(۲) اہانت و بے حرمتی و بے عزتی کرنا۔

(۳) حسن سلوک، خیر خواہی، داد و دہش نہ کرنا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے بچوں بھائیوں اور سب گھر والوں کو بتائیے اور یاد دلائیے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ کوشش کر کے جتنے نام یاد کر سکیں یاد کر لیں کہ دعا کے وقت ان ناموں کے ساتھ ساتھ بھی دعا کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا" (اللہ تعالیٰ کے بہت سارے اچھے اچھے نام ہیں، جس نام سے چاہو اس سے دعا کیا کرو)

(۲) اپنے بچوں کو بتائیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو گویائی کا مادہ دیا ہے۔ اس کی تمام مخلوقات حیوان ہو یا جمادات سے ہو یا کسی بھی قسم کی مخلوق سے ہو، اللہ تعالیٰ جب بھی اس کو بولوانا چاہیں گے وہ بولے گی۔ اس کی دلیل سورہ "فُصِّلَتْ" میں مذکور ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْآ اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِىْ اَنْطَقَ كُلَّ شَىْءٍ (اور کافر اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی اور کیسے دیدی؟ وہ (جواب میں) کہیں گے کہ ہمیں اسی اللہ نے گویا کیا جس نے ہر چیز کو گویا کیا ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صلہ رحمی کرنیوالا بنائے قطع رحمی اور نفرت و ناچاقی سے محفوظ رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ کے محبوب اعمال

(۱) عَنْ عَبدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰی وَقْتِهَا قُلْتُ ثُمَّ اَیُّ؟ قَالَ بِرُّ الْوَالِدَیْنَ قُلْتُ ثُمَّ اَیُّ ؟ قَالَ الْجِهَادُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسندیدہ ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: نماز کے مقررہ وقت پر نماز پڑھ لینا۔ میں نے پوچھا اس کے بعد کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا: والدین کے ساتھ بھائی اور حسن سلوک۔ پھر میں نے پوچھا، پھر اس کے بعد کونسا عمل ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے بعد جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس سوال سے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ یہ پتہ چلا کہ مومن کو اللہ تعالیٰ کا قرب اس کے پسندیدہ اعمال پر عمل کر کے ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ کہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی محبت وخوشنودی حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جواب سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسندیدہ عمل یہ ہے کہ نماز مقررہ وقت پر ادا کی جائے۔ والدین کے ساتھ نیکی اور بھلائی اور حسن سلوک کیا جائے جس کی صورت یہی ہے کہ جائز و پسندیدہ کاموں میں ان کی اطاعت کی جائے، انہیں تکلیف سے بچایا جائے، ان کے ساتھ بھلائی کی جائے، انہیں دیا لیا جائے اور ایک پسندیدہ کام اللہ کی راہ میں جہاد ہے۔ جو زبان سے بھی ہوتا ہے، مال سے بھی ہوتا ہے اور آلات حرب سے بھی ہوتا ہے۔ لیکن شرط یہی ہے کہ اللہ کے راستہ میں ہو، نصرتِ دین اور نصرتِ مومنین کی نیت سے ہو، لوگوں تک دعوتِ اسلام پہنچانے کی نیت سے ہو۔

اور ایک دوسری حدیث جو حضرت ابو بکرہؓ سے مروی ہے اس میں ''عقوق الوالدین'' (والدین کی نافرمانی) کا ذکر ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ والدین کی نافرمانی بھی گناہ کبیرہ ہے بلکہ بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اعمال سے ہے اور عقوق الوالدین اس کی ضد ہے۔ لہٰذا ہمیں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے اور ان کی نافرمانی کے معاملہ میں ڈرتے رہنا چاہئے۔ اسی کے ذریعہ ہم لوگ سعادت جنت ونعمت آخرت میں خدائے قادر ومتقدر کے ہاں حاصل کر سکتے ہیں۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے بچوں اور نوجوانوں سب کو بتایئے کہ حسن سلوک کے معاملہ میں ماں، باپ پر مقدم ہے۔ بخاری شریف کی حدیث کی وجہ سے جس میں ایک صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرے سلوک کا زیادہ حقدار کون ہے؟ آپ نے فرمایا، تیری ماں، انہوں نے پوچھا پھر کون ہے؟ آپ

نے فرمایا تیری ماں ۔ انہوں نے پھر پوچھا کہ پھر کون؟ آپ نے فرمایا کہ تیری ماں ۔ انہوں نے کہا کہ پھر کون؟ آپ نے فرمایا کہ پھر تیرا باپ مستحق ہے۔

(۲) اپنے بچوں بڑوں سب کو یہ بھی بتایئے کہ والدین کے کچھ حقوق ان کی وفات کے بعد اولاد کے ذمہ ہوتے ہیں (۱) ان کی نماز جنازہ پڑھے (۲) ان کے لئے استغفار (اور ایصال ثواب کرے) (۳) انہوں نے دوسروں سے جو جائز عہد و پیمان کئے ہوں انہیں پورا کرے جن رشتہ داروں سے والدین کا واسطہ ہوا ان رشتہ داروں سے تعلقات برقرار رکھے۔ ان کے دوست واحباب کا اکرام کرے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو اپنے پسندیدہ عمل کرنے والا بنائے، نوجوانوں کو والدین کا فرمانبردار بنائے، ہم میں جن کے والدین میں سے کوئی فوت ہو چکا ہے اس کی بخشش فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ وَمُسْتَحِقُّهٗ

جس شخص کو کوئی دُشواری لاحق ہو اور وہ تنہائی میں باوضو یہ درود شریف ایک ہزار مرتبہ پڑھے اور ایک ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھ کر دل سے دُعا کرے تو انشاءاللہ تعالیٰ دُشواری دُور ہوگی۔ (ص ۱۳۹)

اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْدُوْکُمْ بِہٖ مِنَ النِّعَمِ وَاَحِبُّوْنِیْ بِحُبِّ اللّٰہِ تَعَالٰی .

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو، کیونکہ وہ تمہیں کیسی کیسی نعمتیں اور اچھی اچھی چیزیں کھلاتا ہے۔ اور محبتِ الٰہیہ کی وجہ سے تم مجھ سے بھی محبت رکھو۔ (ترمذی شریف)

تشریح: غَذَا یَغْذُوْ عربی میں غذا دینے کے معنی میں آتا ہے۔ جس سے جسم کی نشو ونما ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے طرح طرح کے انواع واقسام کی غذائیں اور نعمتیں پیدا کی ہیں جن کو شمار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے ان بے شمار انعامات کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کریں اور چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی و رسول حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوب رکھتے ہیں، لہٰذا ہمارے لئے یہ بات ضروری ہو جاتی ہے کہ ہم بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جو کچھ محبوب ہو اور جو لوگ محبوب ہوں ان سے بھی محبت کی جائے۔

اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْدُوْکُمْ بِہٖ مِنَ النِّعَمِ" کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو کیسی کیسی نعمتیں دی ہیں (جن کا تم شمار بھی نہیں کر سکتے) اس لئے اللہ تعالیٰ سے تمہاری محبت ایک فطری تقاضا ہے۔ "اَلْاِنْسَانُ عَبْدُ الْاِحْسَان" "انسان احسان کا بندہ اور غلام ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ان بے شمار احسانات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت وغلامی فطری طور پر ضروری ہے۔

اس کے بعد آپ نے دوسرا فقرہ یہ فرمایا ہے "وَاَحِبُّوْنِیْ بِحُبِّ اللّٰہِ تَعَالٰی" یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کے تقاضے میں تم مجھ سے بھی محبت رکھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس سے محبت رکھیں اس سے بھی محبت رکھی جائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مصطفےٰ بنایا، آپ کو اپنی رسالت بلکہ ختم رسالت کے لئے پسند فرمایا۔ اور اپنے تمام انبیاء و رسل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت بخشی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ المعراج میں آسمانوں پر بلایا اور وہی جانے وہاں کیا کچھ آپ سے فرمایا (وَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی)

(از مترجم: حدیث بالا پر غور کرنے سے خدا اور رسول کی محبت کے معاملہ میں اصل ترتیب یہ معلوم ہوتی ہے کہ اصل محبت تو اللہ تعالیٰ سے ہو اور اس کے تقاضے اور نتیجے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے، اور پھر آپ کے واسطہ سے بقیہ دوسرے محبوبین سے محبت رکھی جائے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ اتباعِ رسول ہے جو محبت رسول کا نتیجہ ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے بچوں کو بتائیے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت، اللہ کے رسول کی محبت اور ہر چیز اور ہر اس شخص کی محبت جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو محبوب ہو، ہر مسلمان مرد وعورت پر واجب ہے۔ (ہر مسلمان اس پہلو سے اپنے ایمان کا خود جائزہ لے اور اپنے ایمان پر خود اپنے نمبر تجویز کرے)

(۲) اپنے بچوں، نوجوانوں اور خواتین و حضرات سب کو بتایئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی واقعی اور سچی محبت کا یہ لازمی تقاضا اور نتیجہ ہونا چاہئے کہ ان کی مکمل اطاعت کی جائے، خوشی کی حالت میں بھی اور رنج وغم کی حالت میں بھی۔ اگر اس درجہ کی اطاعت نہیں ہے تو محبت صادق نہیں ہے۔

(۳) انہیں بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا یاد کرتے رہنا اللہ تعالیٰ سے محبت کا ذریعہ ہوتا ہے اور اسی سے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت بھی ہو جاتی ہے۔

(۴) انہیں یہ بھی بتایئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے غفلت اور انہیں یاد رکھنے اور شکر کرنے سے غفلت اللہ تعالیٰ سے محبت و تعلق میں ضعف پیدا کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس غفلت سے محفوظ رکھیں۔

(۵) انہیں یہ بھی اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا اصل ذریعہ اتباعِ سنت اور اتباعِ شریعت ہے۔ آپؐ کی شریعت اور آپ کی سنت کی جس درجہ متابعت ہوگی اسی درجہ اللہ تعالیٰ کی محبت زیادہ ہوگی جب اتباعِ سنت کا یہ اثر پوری طرح منکشف ہو جائے گا اور اتباع سنت کا شوق بڑھ جائے گا۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی محبت اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع نصیب فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ

اِس درود شریف کے بارے میں منقول ہے کہ یہ دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کے برابر ہے۔ (ص ۱۵۰)

کامیاب جماعت

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اِفْتَرَقَتِ الْيَهُوْدُ اِلٰى اِحْدٰى وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَافْتَرَقَتِ النَّصَارٰى اِلٰى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً وَسَتَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ اِلٰى ثَلٰثٍ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِى النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً فِى الْجَنَّةِ، وَقِيْلَ مَنْ هُمْ يَا رُسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ يَكُوْنُوْنَ عَلٰى مَا اَنَا عَلَيْهِ الْيَوْمَ وَاَصْحَابِىْ۔

ترجمہ: یہود اکہتر (۷۱) فرقوں میں بٹ گئے اور نصاریٰ بہتر (72) فرقوں میں بٹ گئے اور عنقریب ہی (میرے بعد) میری یہ امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی اور سارے ہی فرقے دوزخ میں جائیں گے، صرف ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ! وہ ایک جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ نے فرمایا، وہ لوگ ہوں گے جو اس راستہ پر چلتے ہوں گے جس راستہ پر آج میں اور میرے صحابہ چل رہے ہیں۔ (رواہ الترمذی وصحہ)

تشریح: یہ حدیث جو ایک پیشگوئی پر بھی مشتمل ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی علامات نبوت میں سے ایک علامت قرار دی گئی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امّی ہونے کے باوجود ماضی میں گزرے ہوئے یہود ونصاریٰ کے فرقوں کی تعداد بھی صحیح صحیح بتادی (ورنہ دونوں فرقے اس اطلاع واخبار اور اس پیشگوئی کے وقت موجود تھے مگر اس کی تردید کسی نے نہیں کی) اور آپ نے اپنی امت میں بھی اختلاف وافتراق کی بابت پیشگوئی فرمادی کہ عنقریب یہ امت بھی تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

اور ان تہتر فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ کے علاوہ بقیہ بہتر دوزخ میں جائیں گے۔ جس کی وجہ یہی ہے کہ یہ فرقے اللہ تعالیٰ کی بندگی وعبادت صحیح طریقہ پر (جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہے) ادا نہیں کریں گے۔ جس کی وجہ سے ان کے نفوس کا تزکیہ نہ ہو سکے گا اور داخلۂ جنت کے لئے یہ تزکیہ نفس ضروری شرط ہے۔

ان فرقوں کی عبادتوں میں خدا اور رسولؐ کی تعلیمات کے خلاف کمی، زیادتی، ردوبدل، نئی بدعات بھی شامل کرلی گئی ہوں گی، جس کی وجہ سے ان عبادات کے ثمرات ایسے مرتب ہوں گے جن سے روح کی پاکیزگی اور نفوس کی صفائی وجلا حاصل ہوئی ہے اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اپنے اسی فیصلہ کا اعلان پہلے ہی فرماچکے ہیں۔ "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا" (بیشک وہی کامیاب ہوا جس نے نفس کا تزکیہ کرلیا) اور اس کامیابی سے مراد "داخلۂ جنت" ہے اس کے بغیر کامیابی کہاں؟ کامیابی تو جب ہی ہوگی جب دوزخ سے نجات اور جنت میں داخلہ ہوجائے۔

حدیث شریف کے آخر میں نجات پانے والے فرقہ کی تعیین فرمادی گئی ہے کہ یہ نجات وکامیابی والے وہی لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر چلیں گے۔ اس بات میں یہ اشارہ بھی فرمادیا گیا ہے کہ یہ داخلۂ جنت اور کامیابی متابعتِ رسول اور اتباع سنت کے نتیجہ ہی میں حاصل ہوگی اور اس متابعت سے کامل متابعت مراد ہے۔ یعنی رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی متابعت عقیدوں میں بھی ہو، اعمال وعبادات میں بھی ہو، اخلاق وعادات میں بھی

ہو۔ ایسی متابعت سے نفس و روح کا تزکیہ ہوتا ہے۔ اور "دخول جنت" کا حق ہوتا ہے۔ اگر کسی معاملہ میں بھی متابعت ترک کی گئی اور خلاف سنت طریقہ اختیار کیا گیا تو تزکیۂ نفس نہ ہو سکے گا، جس کا انجام ہلاکت و خسران ہی ہوگا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے احباب و متعلقین کو بتائیے کہ اختلاف وافتراق بہت بری بلا اور انتہائی منحوس چیز ہے۔ اختلاف وافتراق سے دور رہنے و بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اہل علم سے رجوع کیا جائے اور اہل علم کتاب و سنت کی روشنی میں اختلاف کا حل بتا کر اختلاف دور کر دیں۔

اور یہ بھی بتا دیجئے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہؓ اہل اسلام کے مقتدا ہیں، اس لئے ان میں سے کسی صحابی پر طعن و تنقید کسی شخص کے لئے کسی حال میں جائز نہیں ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرقہ پرستی سے بچائے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ و طریقہ پر رکھے۔ آمین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ

جو شخص چھینک آنے پر یہ درود شریف پڑھے گا تو منجانب اللہ ایک پرندہ پیدا ہوگا جو عرش کے نیچے پھڑ پھڑائے گا اور عرض کرے گا کہ اس درود شریف کے پڑھنے والے کو بخش دیجئے۔ (ص ۵۸)

شیطان سے حفاظت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ

مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا نَخَسَهُ الشَّیْطٰنُ فَیَسْتَهِلُّ صارخاً مِنْ نَخْسَةِ الشَّیْطٰنِ اِلَّاابْنُ مَرْیَمَ وَاُمُّهٗ، ثُمَّ قَالَ اَبُوْ هُرَیْرَةَ اِقْرَءُ وْا اِنْ شِئْتُمْ " وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ "

ترجمہ: ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اسے شیطان ناخن سے چٹکی بکوٹے لیتا ہے، اسی وجہ سے بچہ چیخ کر روتا ہے، صرف حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہما السلام شیطان کے بکوٹنے سے محفوظ رہے ہیں۔ (راویٔ حدیث) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ روایت سنانے کے بعد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو (ان کی اس خصوصیت کی وجہ سمجھنے کے لئے) یہ آیت پڑھ لو۔ " وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ "۔ (رواہ مسلم)

تشریح: حدیث شریف میں "مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ" کا لفظ ہے جس کا ترجمہ کیا گیا "ہر بچہ" (کوئی بھی بچہ) یعنی یہ لفظ بالکل عام مفہوم میں بولا گیا ہے۔ لہٰذا اس موقع پر جن بچوں کو شیطان کی چٹکی بکوٹے سے مستثنیٰ کیا گیا ہے صرف وہی بچے مستثنیٰ مانے جائیں گے، اور بقیہ سارے بچوں کے ساتھ شیطان کا یہ نخسہ (چٹکی بکوٹا) ہوگا۔

"نخسہ" کے لغوی معنی تو مہمیز اور آنکس وغیرہ کے ہیں جو جانوروں کو تیز چلانے کے لئے ان کے بدن میں چبھویا جاتا ہے۔ (ممکن ہے شیطان بھی کوئی چیز چبھوتا ہو یا چٹکی بکوٹے لیتا ہو) شیطان سے مراد اصل شیطان ابلیس بھی ہوسکتا ہے اور اس کی ذریت بھی ہوسکتی ہے۔

ابن مریم سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور "اُمّهٗ" سے مراد حضرت مریم بنت عمران وحنہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کی وجہ سے محفوظ رکھا۔ حضرت حنہ نے کہا تھا، " وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ "۔

راویٔ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس موقع پر لوگوں کو اس آیت کی طرف متوجہ فرمادیا کہ ان دونوں کے شیطان کے کچوکے سے محفوظ رہنے کی وجہ سمجھنا چاہیں تو یہ آیت پڑھ لیں۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے احباب و متعلقین کو بتایئے کہ بچے کا پیدائش کے وقت چیخنا رونا شیطان کے کچوکے سے ہوتا ہے۔ کوئی بھی بچہ اس سے بچتا نہیں ہے۔ شیطان شاید اس طرح اسے اپنا بنانا اور اس پر اپنا ٹھپہ اور نشان لگانا چاہتا ہے۔ جس طرح جانور پالنے والے اپنے جانوروں پر نشان اور ٹھپہ لگا لیتے ہیں۔

(۲) ان کو بتایئے کہ شیطان کے اس کچوکے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی بے گناہی کی وجہ سے بچ گئے۔ کیونکہ وہ اپنی پوری زندگی بالکل محفوظ و معصوم ہی رہے جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ قیامت میں جب سب لوگ حضرات انبیاء علیہم السلام سے اپنے لئے شفاعت کی درخواست کریں گے تو دوسرے حضرات اپنی اپنی غلطیاں یاد کرکے شفاعت سے معذرت کردیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی کسی غلطی کا ذکر نہ کریں گے۔

(۳) مسلمان صاحب ایمان عورتوں کو بتائیے کہ وہ اپنے بچوں کو صرف اللہ تعالیٰ کی حفاظت و پناہ میں رکھیں۔ لوہے، لکڑی اور ہڈی، ڈورے وغیرہ کی حفاظت میں نہ رکھا کریں۔ جیسا کہ جاہل عورتیں کرتی ہیں۔

(۴) اپنے دوستوں کو بتائیے کہ بچوں کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت و پناہ میں دینے کی صورت معوذتین کے ذریعہ پناہ حاصل کرنے کی ہے۔ اسی وجہ سے حدیث میں سورۂ صمد (اخلاص) اور معوذتین (سورۃ فلق وسورۃ ناس) کو ہر نماز کے بعد اور سونے کے وقت پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

سوتے وقت یہ طریقہ بتایا گیا ہے کہ یہ سورتیں تین تین بار پڑھ کر اپنی دونوں ہتھیلیوں پر دم کرے، پھر دونوں ہتھیلیوں کو اپنے سر اور جسم کے اگلے (سامنے کے) حصہ پر پھیر لیا کرے۔ (بخاری ومسلم)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ چھوٹے، بڑے، خواتین ومرد سب کو اپنی حفاظت وامان میں رکھے، شیطان اور اس کے کارندوں کے شر سے بچائے، آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَعَلٰى اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ

حضرت سفیان بن عیینہؒ نے فرمایا میں نے ستر سال سے زیادہ حضرات تابعینؒ کو دورانِ طواف یہ درود شریف پڑھتے ہوئے سنا۔ (ص۱۰۰)

اللہ کا ذکر

(۱) مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّهٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُهٗ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ. (بخاری)

(۲) مَثَلُ الْبَیْتِ الَّذِیْ یُذْکَرُ اللّٰهُ فِیْهِ وَالْبَیْتِ الَّذِیْ لَا یُذْکَرُ اللّٰهُ فِیْهِ مَثَلُ الْحَيِّ وَالْمَيِّتِ. (مسلم)

ترجمہ: (۱) اس شخص کی کیفیت وحالت جواپنے رب کا ذکر کرتا ہو اور اس شخص کی کیفیت وحالت جواپنے پروردگار کا ذکر نہ کرتا ہو ایسی ہے جیسے زندہ آدمی ہو اور مردہ آدمی ہو۔ (۲) اس گھر کی مثال جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہو اور اس گھر کی مثال جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا جاتا ہو ایسی ہے جیسے ایک زندہ ہو اور دوسرا مردہ ہو۔

تشریح: زیر درست حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کی حالت و کیفیت زندہ انسان جیسی ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو اس کی حالت و کیفیت مردہ انسان جیسی ہے۔

ان احادیث بالا کی وضاحت یوں ہونی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر زبان سے بھی ہوتا ہے اور دل سے بھی ہوتا ہے۔ تو ذکر کی وجہ سے اس کی زندگی کا ثبوت ہمیں مل جاتا ہے۔ چونکہ علم وادراک اور کسی بات کو سمجھنا اور پھر اسے محفوظ کرلینا دل سے متعلق ہے۔ اور کسی بات کو بیان کرنا، مافی الضمیر کوادا کرنا دل کی بات کو ظاہر کردینا یہ سارے کام زبان سے متعلق ہیں، تو جب کوئی ذکر کرتا ہے تو پتہ چل جاتا ہے کہ اس کا دل بھی زندہ ہے اور اس کی زبان میں بھی جان ہے اور سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہ زندہ ہے۔

اور اس کی ظاہری وجہ یہ ہے کہ یہ بات تو سب کو معلوم ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اشرف مخلوق انسان کے لئے یہ پوری کائنات پیدا فرمائی ہے کہ انسان کی ضروریات زندگی اس سے فراہم ہوں، لیکن اسی کے ساتھ ساتھ اس نے انسان کی غرض تخلیق یہ بتائی کہ خود انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی وغلامی کریں۔

اور اللہ تعالیٰ کی یہ بندگی وغلامی اگرچہ سرانجام تو اسی طرح پاتی ہے کہ اس کے احکام کی پابندی کی جائے اور اس کے محرمات وممنوعات سے پرہیز وگریز کیا جائے، اور اس سب کا مدار مختصر لفظوں میں اسی ذکر وشکر پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر وشکر دل میں رچ بس جائے گا تو مومن کامل الایمان، کامل الاعمال بھی ہوجائے گا۔

دوسری حدیث شریف جو مسلم شریف کے حوالہ سے نقل کی گئی ہے وہ بھی پہلی حدیث بخاری جیسی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ بخاری شریف کی حدیث میں ذکر اللہ سے غافل انسان اور ذکر اللہ میں مشغول انسان کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اور مسلم شریف کی روایت میں ذکر اللہ سے خالی مکان اور ذکر اللہ سے معمور مکان کی کیفیت بیان ہوئی ہے کہ ذکر اللہ سے معمور مکان آباد اور زندہ ہے اور ذکر اللہ سے خالی مکان ویران اور مردہ ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے گھر میں سب کو بتایئے اور یاد دلایئے کہ ذکر اللہ میں کس درجہ اجر وثواب رکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر قلبی اور ذکر لسانی یہ دونوں ہی مومن ذاکر کی حفاظت کے لئے بہت محفوظ و مضبوط قلعے ہیں جو ذاکر تک شیطان کو پہنچنے نہیں دیتے، نہ ہی وہ شیطان ذاکر کو گمراہ کرسکتا ہے۔ کہ اس سے گناہوں کا ارتکاب کرا کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر آمادہ کرسکتا ہے۔

(۲) جو اوراد اور دعائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں (مثلاً پنج وقتہ نمازوں کے بعد کی دعائیں، سونے کے وقت کی دعائیں، کھانے پینے کے بعد کی دعائیں، بیت الخلاء میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت کی دعائیں وغیرہ) یاد کرکے پڑھتے رہا کریں۔ یہ سب ذکر اللہ میں شامل ہیں۔

(۳) تلاوتِ قرآن کی صورت میں سب سے بڑھ کر ذکر وشکر کی ادائیگی بھی ہوجاتی ہے۔ اور ثواب بھی سب سے زیادہ ملتا ہے۔

قبر کا مرحلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِیْ قَبْرِہٖ وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابِہٖ وَاِنَّہٗ لَیَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِھِمْ اَتَاہُ مَلَکَانِ فَیُقْعِدَانِہٖ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ (مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وسلم) فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ فَیَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنَّہٗ عَبْدُاللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ فَیُقَال لَہٗ اُنْظُرْ اِلٰی مَقْعَدِکَ مِنَ النَّارِ قَدْ اَبْدَلَکَ اللّٰہُ بِہٖ مَقْعَدًا مِنَ الْجَنَّۃِ وَاَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِالْکَافِرُ فَیَقُوْلَانِ لَہٗ مَاکُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ؟ فَیَقُوْلُ لَا اَدْرِیْ کُنْتُ اَقُوْلُ مَایَقُوْلُ النَّاسُ ، فَیُقَالُ لَہٗ لَادَرَیْتَ وَلَا تَلَیْتَ وَیُضْرَبُ بِمَطَارِقِ مِنْ حَدِیْدٍ ضَرْبَۃً فَیَصِیْحُ صَیْحَۃً یَسْمَعُ مَنْ یَلِیْہِ غَیْرَ الثَّقَلَیْنِ.

ترجمہ: کوئی بندہ جب (مرنے کے بعد) قبر میں دفن کردیا جاتا ہے اور اس کے سنگھی ساتھی وہاں سے رخصت ہوکر لوٹ آتے ہیں (ابھی وہ زیادہ دور نہیں جانے پاتے ہیں یہاں تک کہ) جانے والوں کے جوتوں کی آواز وہ سنتا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھاتے ہیں پھر اس سے کہتے ہیں (یہ سوال کرتے ہیں کہ) تم ان صاحب کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ تو جو شخص مومن ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تب اسے کہا جاتا ہے تم اپنا دوزخ کا ٹھکانہ دیکھ لو جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے جنت کے ٹھکانے سے بدل دیا ہے اور جو منافق اور کافر ہوتا ہے تو وہ دونوں فرشتے اس سے بھی یہی کہتے ہیں کہ تم ان صاحب کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو وہ کہتا ہے، میں کچھ نہیں جانتا، میں بھی وہی کہتا تھا جو اور لوگ کہتے تھے۔ تو اس سے کہا جائے گا کہ تو نے نہ تو کچھ جانا نہ اچھوں کی پیروی کی، پھر اسے مارا جائے گا لوہے کے ہتھوڑوں سے کہ وہ چیخ اٹھے گا جسے جن وانسان کے سوا اور مخلوق سنے گی۔ (ابوداؤد، احمد، الحاکم)

تشریح: حدیث زیر درس میں دوسرا فقرہ یہ آیا ہے "وَتَوَلّٰی عَنْہُ اَصْحَابُہٗ" اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو جنازہ کی مشایعت میں (جنازہ کے پیچھے پیچھے چلنے کو مشایعت کہتے ہیں) جنازہ کے ساتھ ساتھ قبرستان تک گئے تھے، وہ لوگ جب وہاں سے لوٹتے ہیں (ابھی وہ زیادہ دور نہیں گئے ہوتے کہ) وہ شخص جانے والوں کے جوتوں کی آوازیں سنتا رہتا ہے (سماع موتیٰ کے لئے یہ حدیث دلیل بن سکتی ہے) اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ تم ان صاحب کے متعلق کیا کہتے ہو؟ "ان صاحب" کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے جیسا کہ ایک دوسری روایت میں "مَنْ نَبِیُّکَ" کے عنوان سے سوال ذکر کیا گیا ہے۔ اور روایت میں جو بات کہی گئی ہے کہ تم اپنا دوزخ کا ٹھکانہ دیکھ لو، اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس کی جگہ جنت میں ٹھکانہ دے دیا ہے۔ اس روایت سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لئے ایک ٹھکانہ دوزخ میں اور ایک ٹھکانہ جنت میں تجویز فرما رکھا ہے جو اس کے اعمال

کے مطابق دیا جائے گا۔ چنانچہ مومن کو جنت میں جو ٹھکانہ ملے گا وہ کسی کافر کے لئے تجویز رہا ہوگا، مگر کافر اپنے برے اعمال کی وجہ سے مستحق دوزخ قرار پا گیا تو جنت میں اس کا جو ٹھکانہ تھا وہ مومن کو دے دیا گیا۔ جس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی قرآن مجید میں نقل ہوا ہے۔ ''وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِیْمِ'' (اے میرے رب مجھ کو جنت نعیم کے وارثوں میں سے بنا دیجئے۔)

حدیث مذکور میں کافر کے ساتھ منافق کا لفظ بھی آیا ہے ''منافق'' وہ ہوتا ہے جو دل سے تو کافر ہی ہوتا ہے مگر اپنی جان بچانے کے لئے صرف زبان سے ایمان کا اظہار کر دیتا ہے کہ مسلمانوں کی طرح اس کا مال و جان بھی محفوظ رہے۔

''تَلَیْتَ'' کے معنی پیروی کرنے اور نقش قدم پر چلنے کے ہیں یعنی تو نے نہ کچھ سمجھا نہ بوجھا اور نہ اہل ایمان کی سچی پیروی ہی کی۔ یہ فقرہ کافر و منافق کے حق میں بددعا ہے۔ اور ثقلین سے مراد جن وانس ہر دو مخلوق ہیں۔

ضروری ہدایات

(۱) خود بھی یاد رکھئے اور اپنے احباب کو بھی اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں ارشاد یاد دلاتے رہیے۔ ''یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ'' (اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو ان کی مضبوط بات (کلمہ توحید کی وجہ سے دنیا میں بھی ثابت قدم رکھیں گے اور آخرت میں بھی) اور ''اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا'' (دوزخی لوگوں کو صبح و شام دوزخ کا ٹھکانہ دکھایا جائے گا۔) ان آیتوں سے سوال و عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے۔

(۲) اور سب کو یہ بات بتائیے کہ جو شخص سوال قبر یا قبر میں آرام و تکلیف ہونے کا انکار کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی آیات اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا انکار کرتا ہے جو بے شبہ کفر ہے۔

(۳) اپنے گھر والوں اور احباب متعلقین سب کو عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی تلقین فرمائیے جو (بعض روایات کے مطابق) نماز کے آخری تشہد میں آیا ہے وہ یہ ہے:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ جَھَنَّمَ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَاوَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ۔ (متفق علیہ)

دُعا کیجئے: اللہ ہم سب کو قبر کی تکلیف سے بچائے۔ ہمارے والدین، اساتذہ، مشائخ اور محسنین وعزیز و اقارب میں سے جو لوگ فوت ہو چکے ہیں ان کی قبروں کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ وَّسَلَّمَ

حضرت حسنؓ دُعاءِ قنوت کے بعد مذکورہ الفاظ سے درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ (ص ۵۵)

ایمان اور اعمال صالح کا توسل

بخاری و مسلم کی روایت میں پچھلی امت کے تین آدمیوں کا ایک واقعہ نقل ہوا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ

اَنَّ ثَلاثَةَ نَفَرٍ اَصَابَهُمْ مَطَرٌ فَاَوَوْا اِلٰی غَارٍ فِیْ جَبَلٍ فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ صَخْرَةٌ فَتَوَسَّلَ اَحَدُهُمْ بِبِرِّ وَالِدَيْهِ وَالثَّانِی بِتَرْکِ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَالثَّالِثُ بِرَدِّ حَقٍّ اِلٰی مُسْتَحِقِّهٖ " بَعْدَ اَنْ قَالَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوْا اَعْمَالًا صَالِحَةً عَمِلْتُمُوْهَا لِلّٰهِ فَادْعُوا اللّٰهَ بِهَا لَعَلَّهٗ يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ فَدَعَوْا وَتَوَسَّلُوْا فَفَرَّجَ عَنْهُمُ الصَّخْرَةَ وَخَرَجُوا مِنَ الْغَارِ سَالِمِيْنَ ."

تشریح آمیز ترجمہ:

"تین آدمی کہیں جا رہے تھے کہ بارش آ گئی انہوں نے قریب ہی ایک پہاڑ کے ایک غار میں بارش سے پناہ لے لی کہ اچانک پہاڑ پر سے ایک چٹان گر گئی اور غار کا دہانہ اس چٹان سے بند ہو گیا (جس کی وجہ سے ان کے لئے اب اس غار سے باہر نکلنے کی کوئی امید اور کوئی صورت ہی نہیں رہ گئی تھی۔ اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے آپس میں کہا کہ ساتھیو! اب ہم لوگ اپنی پچھلی زندگی کا جائزہ لیں اور سوچیں کہ ہم نے اپنی زندگی میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی رضا و خوشنودی کے لئے کوئی کام کیا ہو تو اس وقت اُس کے واسطے اور توسّل سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس مصیبت و پریشانی سے نجات دیدیں) چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا۔ اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں بال بچوں والا ایک غریب آدمی ہوں، میرے بوڑھے ماں باپ بھی ہیں، میں روزانہ شام کو جنگل سے اپنی بکریاں چرا کر جب گھر لوٹتا تو ان بکریوں کا دودھ پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا اس کے بعد اپنے بچوں کو پلاتا تھا۔ ایک روز مجھے جنگل سے آنے میں دیر ہو گئی اور میرے ماں باپ سو گئے۔ گھر آنے پر میں نے بکریوں کا دودھ دوہا اور ماں باپ کے لئے لے کر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا کہ وہ اٹھیں تو انہیں پلا دوں، ادھر میرے بچے بھوک کی وجہ سے میرے پاؤں پر پڑے لوٹتے اور مچلتے رہے۔ لیکن میں نے انہیں نہیں پلایا کہ پہلے ماں باپ کو پلاؤں۔ میں ساری رات اسی طرح ان کے سرہانے کھڑا رہا اور بچے روتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور ماں باپ جاگ گئے۔ تو اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ میرا یہ طرز عمل صرف تیری خوشی کے لئے تھا تو اس چٹان کو غار کے دہانے سے ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ چٹان تھوڑی سی کھسکا دی کہ وہ لوگ آسمان دیکھنے لگے۔ اس کے بعد دوسرے شخص نے یوں دعا کی کہ اے اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میری ایک چچا زاد بہن تھی جسے میں بہت زیادہ چاہتا تھا کہ شاید ہی کوئی مرد کسی عورت کو اتنا چاہتا ہو ایک بار میں نے اس سے اپنے جنسی خواہش پوری کرنے کی بات کہی، اس نے انکار کر دیا اور کچھ روپے مانگے کہ اگر اتنی رقم دیدو تو خواہش پوری کر سکتے ہو، میں نے اسے وہ رقم دیدی اور اس کی رانوں کے درمیان بیٹھ گیا کہ اپنی خواہش پوری کر لوں۔ عین وقت پر اس لڑکی نے کہا کہ دیکھو، خدا سے ڈرو اور ناحق و ناجائز طور پر یہ کام نہ کرو۔ اتنا سنتے ہی میں وہاں سے ہٹ گیا اور حرام کام نہیں کیا۔ اگر حرام سے یہ پرہیز تیرے خوف ہی سے کیا گیا تھا تو اس کے توسل سے ہمیں نجات دیدے۔ اب دوبارہ وہ چٹان ذرا اور

کھسک گئی۔ پھر تیسرے نے کہا کہ میرے کھیت پر ایک مزدور نے کام کیا تھا اور مزدوری کا غلہ میرے پاس امانت رکھ گیا تھا میں نے فصل پر اسے بو دیا تھا اس کی آمدنی ہوئی، پھر یہ سلسلہ کئی سال تک چلتا رہا، جس کی آمدنی سے بہت سے جانور بھی ہو گئے تھے۔ مدتوں بعد وہ آدمی آیا اور اپنی مزدوری مانگی۔ میں نے اس کی مزدوری سے حاصل ہونے والا غلہ اور مویشی اس کے سپرد کر دیئے۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ یہ صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا، اس کی وجہ سے یہ چٹان ہم پر سے ہٹا دے۔ اور اب یہ چٹان اتنی کھسک گئی کہ یہ تینوں باہر نکل آئے۔

ضروری ہدایات

(۱) روایت میں مذکوران تینوں اعمال کی اہمیت اپنے افراد خانہ اور دیگر احباب کو سمجھائیے بالخصوص دوسرے شخص کا واقعہ جس نے اپنی چچازاد بہن کے ساتھ زنا کا پکا ارادہ اور پوری تیاری کر لی تھی، عنقریب مبتلائے زنا ہو جاتا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ایسی نفسانی خواہش سے باز رہ گیا تھا، یہ صورت حال روایت و حکایت میں بظاہر ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے، مگر عملی طور پر بہت بڑی بات اور بڑی ہمت کا کام تھا۔ ایسے وقت میں محفوظ رہ جانا صرف اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے ہوتا ہے۔

(۲) نیز یہ بات بھی بچوں بڑوں سب کو ذہن نشین کرائیے کہ اپنی حاجات پوری ہونے کے لئے یا پریشانیوں سے نجات کے لئے یا درجات کی بلندی کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو توسل چاہا جاتا ہے۔ وہ ایمان اور اعمال صالحہ کا توسل ہونا چاہئے یا شرک و معصیت سے بچنے اور پرہیز کرنے کا ہونا چاہئے۔ صالحین سے دعا مانگنا یا ان کی نذر و منت ماننا یا ان کی قبروں پر جانور ذبح کرنا وغیرہ یہ باتیں توسل الی اللہ کا مصداق نہیں بلکہ شرک ہیں (لیکن صالحین سے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی جا سکتی ہے۔)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک و صالح اعمال کرنے والا بنائے، ہر مصیبت و آفت سے محفوظ رکھے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ
وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّارْضَ
عَنْهُ رِضًى لَّا سَخَطَ بَعْدَهٗ

جو شخص اذان کے وقت یہ درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اُس کی دُعا قبول فرمائیں گے۔ (ص ۵۳)

روزہ کی برکات

حضور رسول پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حدیث قدسی ارشاد فرمائی کہ

قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ : كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِيَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ . (متفق علیہ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ابن آدم کا ہر عمل تو اس کے لئے ہوتا ہے، بجز روزے کے کہ یہ روزہ صرف میرے لئے ہوتا ہے اور میں بذات خود ہی اس کی جزا دوں گا (یا میں خود ہی اس کی جزا بنوں گا) (یہ بھی فرمایا کہ) روزہ مسلمان کے لئے ڈھال ہے (اس کے ذریعہ شیطان سے حفاظت ہوتی ہے) لہذا جب کسی کا روزہ ہو تو فحش کلامی اور بیہودہ گوئی نہ کرے، نہ شور و غل اور چیخ و پکار کرے اگر کوئی شخص گالی گلوچ یا لڑائی جھگڑا کرے تو اس سے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ (حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ) روزہ دار کو دو دو خوشیاں ملتی ہے، جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جب (جنت میں) خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا تو اپنے روزے کی بدولت خوش ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا یہ جو ارشاد نقل فرمایا ہے کہ ''ابن آدم کا ہر عمل تو خود اسی کا ہوتا ہے لیکن عمل روزہ تو میرے لئے ہوتا ہے۔'' اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ صرف روزہ ہی ایک ایسا عمل ہے جس میں ''ریا'' کو دخل نہیں ہوتا، اور روزہ کا یہی پہلو اللہ تعالیٰ کو اس درجہ پسند ہے کہ روزہ کی جزا اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ذمہ لے لی ہے۔ اس کی جزا حق تعالیٰ بذات خود فرمائیں گے اس سے یہ اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جو انعام اللہ تعالیٰ بذات خود دیں گے وہ کیسا کچھ انعام ہوگا۔ روزہ کو ''ڈھال'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ شیطان سے حفاظت ہوتی ہے اور مومن بندہ گناہوں سے بچا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ روزہ اسی وقت تک ڈھال رہے گا جب تک اسے توپھاڑ نہ ڈالے گناہوں کا ارتکاب کر کے یا چغلی غیبت کر کے۔ اسی وجہ سے حدیث زیر درس میں فحش کلامی اور جھگڑے سے بھی روکا گیا ہے۔

حدیث زیر درست میں یہ بھی فرمایا گیا ہے ''لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ الخ'' یعنی روزہ میں کئی گھنٹے تک کھانے پینے سے رکے رہنے کی وجہ سے منہ میں ایک طرح کی جو مہک آجاتی ہے (جیسی رات کو سونے کی وجہ سے بھی آجاتی ہے) اللہ تعالیٰ کے یہاں (بوقت جزا) وہ مہک بڑی قیمتی ہوگی، وہ مشک کی خوشبو سے بھی بڑھ کر ہوگی۔ روزہ دار کو دو خوشیاں ملیں گی۔ ایک تو روزہ کھولنے کے وقت خوشی ہوگی جو بالکل فطری بات ہے۔ دوسری خوشی قیامت میں ہوگی جب اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہو کر روزہ کا انعام حاصل کرلے گا تب اسے اندازہ ہوگا کہ روزہ کیسی عظیم عبادت تھی جس کے انعامات ایسے ایسے ملے۔

ضروری ہدایات

(۱) یہ بات سب لوگوں کو بتائیے کہ عبادات کا فائدہ اس کے ''احسان، خلوص'' پر موقوف ہوتا ہے۔ جس عبادت میں جس قدر خلوص اور جس درجہ کا احسان ہوگا اتنا ہی فائدہ حاصل ہوگا۔ اور احسان کا مطلب یہ ہے کہ نیت میں خلوص ہو اور طریقہء ادا سنت کے مطابق ہو۔

(۲) اور یہ بھی بتائیے کہ روزہ کے لئے کچھ باتیں مسنون ہیں، سحری کھانا، سحری کھانے میں تاخیر کرنے، بالکل اخیر وقت میں سحری کھانا، افطار میں تاخیر نہ کرنا، بعد غروب فوراً افطار کرنا، کھجور سے افطار کرنا۔

(۳) اپنے متعلقین واحباب سب کو ان نفل روزوں کی فضیلت بتادیں کہ ایام بیض کے روزے رکھنا ایسا ہے جیسے سال بھر روزہ رکھا ہو۔ (ایام بیض چاند کی تیرہویں، چودھویں، پندرھویں کو کہتے ہیں۔)

اسی طرح عید کے مہینے میں چھ روزے رکھنا بھی ایسا ہی ہے جیسے پورے سال بھر روزہ رکھا ہو۔ صوم عرفہ (نویں ذی الحجہ) سے ایک سال پچھلے اور ایک سال اگلے گناہ صغیرہ معاف ہوتے ہیں، ان روزوں کی فضیلت احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ اور عاشورا کے روزہ سے ایک سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

دُعا کیجئے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو رمضان کے روزے' اور دیگر ایام کے روزے جو مسنون ہیں رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی برکات واجر سے معمور فرمائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ
كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک روز ایک شخص کو اپنے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے درمیان بٹھایا، صحابہؓ کو اس پر تعجب ہوا تو آپؐ نے فرمایا یہ شخص مجھ پر مذکورہ درود شریف پڑھتا ہے۔ (ص ۵۰)

ارکانِ اسلام

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ: شَهَادَةِ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم و اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوةِ وَحَجِّ الْبَیْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ.

ترجمہ: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔(۱) اس بات کی شہادت کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے اور اس بات کی شہادت کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔اور (۲) نماز قائم کرنا (پورے ادب کے ساتھ نماز پڑھنا) اور (۳) زکوٰۃ دینا اور (۴) بیت اللہ (خانہ کعبہ) کا حج کرنا اور (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔(متفق علیہ)

تشریح: بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ (اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے) اس ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''دین اسلامی'' کی پوری عمارت کو پانچ ستونوں پر استوار کیا ہے۔جن کی تفصیل یہ بیان کی ہے (ہر دو شہادتین (شہادت توحید الٰہ اور شہادت رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) ماہ رمضان کے روزے رکھنا (۵) خانہ کعبہ کا حج کرنا۔ان میں سے پہلا ستون ادائے شہادتین بقیہ چار چیزوں کی صحت کے لئے بنیادی شرط ہے۔جب تک ادائے شہادتین نہ ہوگا دوسری عبادات قابل قبول نہ ہوں گی۔کیونکہ کوئی بھی انسان کسی بھی حکم شریعت کا مکلّف و پابند نہیں ہوگا جب تک کہ وہ پہلے اپنے آپ کو اس پابندی کا اہل نہ بنائے اور یہ اہلیت اسی ادائے شہادتین سے اس کو ملتی ہے۔جب اتنی بات معلوم ہوگئی تو اب ادائے شہادت توحید کا مطلب سمجھئے۔

کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے علم صحیح اور اعتقاد جازم (پختہ اعتقاد) کی بنیاد پر یہ اقرار واعتراف کرے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات واحد معبود بنائے جانے کی مستحق اور لائق عبادت ہے اور اس عبادت و بندگی کی حقیقت یہ ہے کہ انسان انتہائی محبت وعظمت اور بے نہایت خوف وخشیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کے ہر حکم کی بجا آوری کرے۔

اور کلمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی ادائے شہادت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے علم صحیح اور اعتقاد جازم کی بنیاد پر اس بات کا بھی اقرار واعتراف کرے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے خاص اور سب سے آخری رسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے روئے زمین کے تمام جن وانس کی ہدایت ورہنمائی کے لئے بھیجا ہے کہ آپ انہیں کفر کی تاریکی وظلمت سے نکال کر اسلام کے نور اور اس کی روشنی تک پہنچادیں۔

اور اقامتِ صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ پنج وقتہ نمازیں (یعنی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء) پوری شرائط صحت اور رعایت واجبات وسنن اور آداب کے ساتھ اپنے مقررہ وقت میں ادا کی جائیں۔اور ادائے زکوٰۃ کا مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی زکوٰۃ نکال کر ان مستحقین کو دی جائے جن کا بیان سورۂ توبہ کی آیت'' اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ '' میں کیا گیا ہے۔یا روزہ سے متعلق حدیث میں بھی بیان ہوا ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) سب کو بتائیے کہ ارکان اربعہ (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج

) کی صحت ومقبولیت بغیر شہادت توحید ورسالت نہیں ہوتی۔ لہذا جوکوئی بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھے اور اس بات کی گواہی نہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی معبود نہیں ہے، تو اس کی کوئی بھی عبادت مقبول نہ ہوگی۔ اسی طرح حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت کی شہادت بھی بنیادی شرط ہے۔

(۲) سب لوگوں کو بتایئے اور یاد دلایئے کہ اگر کوئی شخص توحید و رسالت کی شہادت تو دیتا ہے مگر وہ نماز نہیں پڑھتا ہے۔ (نماز کا منکر ہے) تو وہ (مرتد سمجھا جائے گا) قتل کردیا جائے گا۔ اسی طرح جو شخص زکوٰۃ نہ ادا کرے گا اس سے زبردستی زکوٰۃ لی جائے گی۔

(۳) یہ صورت روزہ وحج میں بھی ہوگی کہ منکر تارکِ صوم وحج جوان کی ادا پر قدرت رکھتے ہوئے ادا نہ کرے تو وہ قتل کردیا جائے گا۔

(۴) سب لوگوں کو یہ بھی بتایئے۔ کہ حج فرض ہو جانے کے بعد اگر چہ اس کی ادائیگی علی الفور ضروری نہیں ہوتی، بلکہ تاخیر کی گنجائش بھی رہتی ہے۔ لیکن تقاضائے ایمان واسلام یہی ہے کہ مسلمان اس کی ادائیگی جلد سے جلد کرلے جو موقع مل جائے اسے ضائع نہ کرے۔ کسی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کی زندگی کتنی ہے۔ اور کب موت آجائے گی۔ لہذا جب بھی حج کی قدرت ہوجائے جلد سے جلد حج کرلے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو دین پر استقامت عطا فرمائے اور اسلام کو پوری طرح زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُصَلِّیَ عَلَیْهِ وَصَلِّ
عَلَیْهِ كَمَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّصَلّٰی عَلَیْهِ

حضرت انسؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا درود شریف دریافت کیا جس کو کامل درود شریف کہا جاسکے تو آپؐ نے درودِ بالا تلقین فرمایا۔ (ص ۴۴)

اذان، پہلی صف اور صبح وعشاء کی نماز

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي النِّدَاءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا اِلَّا اَنْ يَسْتَهِمُوْا عَلَيْهِ لَاسْتَهَمُوْا وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي التَّهْجِيْرِ لَاسْتَبَقُوْا اِلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُوْنَ مَا فِي الْعَتَمَةِ وَالصُّبْحِ لَاَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبْوًا . (بخاری و مسلم)

ترجمہ: اگرلوگ جانتے ہوتے کہ اذان دینے میں اور صف اول کی نماز میں کتنا ثواب ہے اور پھر انہیں یہ موقع قرعہ اندازی کے بغیر حاصل نہ ہوسکتا تو لوگ اس کے لئے قرعہ اندازی بھی کر لیتے اور اگر جان لیتے کہ مسجد کو جلدی جانے میں کتنا ثواب ہے تو اس میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کیا کرتے۔ اور اگر لوگ جانتے ہوتے کہ اذان دینے میں اور صف اول کی نماز عشاء کے لئے اندھیرے میں جانا اور (نیند قربان کر کے) فجر کے وقت مسجد جانا کس درجہ ثواب رکھتا ہے تو ضرور جاتے، چاہے گھٹنے ہی کے بل جاتے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ اگرلوگ جانتے ہوتے کی تعبیر سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ یہ کام بے حد اجر وثواب رکھتے ہیں جس کی حد لوگوں کے علم میں نہیں ہے۔ حدیث شریف میں صرف ندا کا لفظ فرمایا گیا ہے، اس سے مراد ندائے صلوٰۃ یعنی اذان ہے۔ اور صف اول وہی ہے جو اس لفظ سے سمجھی جاتی ہے یعنی امام سے ملی ہوئی صف صف اول ہے۔

روایت حدیث میں ''ثُمَّ لَمْ يَجِدُوْا'' کے فقرے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ اذان اور صف اول کی فضیلت حاصل کرنے میں لوگوں کو اس درجہ رغبت وشوق ہو جائے گا کہ اس کے لئے قرعہ اندازی کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ روایت حدیث میں ایک لفظ'' تھجیر '' آیا ہے کہ اگرلوگوں کو تہجیر کی فضیلت معلوم ہو جائے تو اس میں بھی ایک دوسرے پر سبقت کرنے کے لئے فکر کرنے لگیں۔ تو اس تہجیر کا مفہوم بھی وہی ہے جو تبکیر کا ہے۔ یعنی جلدی جانا، خاص طور پر جمعہ اور ظہر کی نماز میں جلدی کرنا مراد ہے کیونکہ تہجیر کا لفظ ''ہاجرۃ'' سے ماخوذ ہے اور ''ہاجرۃ'' سخت گرمی کے لئے بولا جاتا ہے۔ روایت میں ایک لفظ "عتمة" آیا ہے اس سے عشاء کی نماز مراد ہے۔ آخر روایت میں ایک لفظ ''حَبْوًا'' آیا ہے۔ اس سے مراد ہے گھٹنوں کے بل چلنا۔ جیسے بچے چلتے ہیں۔ جسے ہم لوگ'' بکیاں'' چلنا کہتے ہیں۔

ضروری ہدایات

(۱) احباب اور بچوں کو اذان کی فضیلت اور اس کا وہ اجر وثواب بتلایئے۔

(۲) اور یہ بات بھی سمجھا دیں کہ صف اول کی فضیلت جس طرح نماز میں مطلوب ہے اسی طرح اور دوسری عبادات میں بھی مطلوب ہے میدان جہاد میں بھی صف اول کا جہاد بڑی فضیلت رکھتا ہے۔ ہر نیکی کے کام میں سبقت کر کے صف اول میں رہنا چاہئے۔

(۳) قرعہ اندازی کی مشروعیت اور جواز کا ثبوت اس حدیث سے بھی ملتا ہے اور (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی ملتا ہے کہ آپ ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ اندازی فرما کر انہیں اپنے ہمراہ سفر میں لے جاتے تھے) قرآن مجید میں بھی

''فَسَاهَمَ'' کا لفظ آیا ہے۔اس سے مراد یہی قرعہ اندازی ہے۔

(۴) نماز عشاء اور نماز فجر کی یہ فضیلت بتا دیجئے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے نماز عشاء جماعت کے ساتھ پڑھی تو گویا آدھی رات تک نفل نماز پڑھی، اور جس نے نماز فجر جماعت سے پڑھی تو گویا پوری رات نفل پڑھتا رہا۔ (مسلم شریف)

(۵) اذان کے سلسلہ میں اپنے دوستوں کو یہ بات بھی بتا دیجئے کہ اذان سننے والے کو اذان کا جواب بھی دینا چاہئے یعنی کلماتِ اذان کو دُہرانا چاہئے مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے کلمات نہ دہرائے بلکہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ پڑھے اور اذان ختم ہونے پر درود ابراہیمی پڑھے اور یہ دعا پڑھے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا مستحق ہو جائیگا۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین کے تمام کاموں میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی
مِنْ صَلٰوتِكَ شَیْءٌ وَّبَارِكْ عَلَی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ
بَرَکَاتِكَ شَیْءٌ وَّارْحَمِ النَّبِیَّ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ رَّحْمَتِكَ شَیْءٌ وَّسَلِّمْ عَلَی
النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ حَتّٰی لَا یَبْقٰی مِنْ سَلَامِكَ شَیْءٌ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اس درود شریف کے پڑھنے والے کا چہرہ پل صراط سے گزرتے وقت چاند سے زیادہ چمکدار ہوگا۔ (ص ۱۷۵)

تقدیر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرَهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز سے پہلے موجود تھی (کیونکہ یہ ذات اس وقت بھی تھی جبکہ کوئی چیز نہ تو اس سے پہلے موجود تھی نہ اس کے ساتھ تھی) اور اس کا عرش پانی پر تھا اور اللہ نے ہر بات ذکر (لوح محفوظ) میں لکھ دی تھی۔ (بخاری)

تشریح: حدیث شریف میں پہلے فقرے "كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرَهُ" میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات کی خبر دی ہے کہ جو انہیں ان کے پروردگار نے بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وجود ہر چیز سے پہلے تھا۔ کیونکہ وہ اس وقت بھی موجود تھا جبکہ کوئی دوسری چیز نہ تو اس کے ساتھ تھی نہ اس سے پہلے تھی۔

چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شب بیداری کی دعا میں فرمایا کرتے تھے "اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ" (اے ذات پاک تو ہی اول ہے کہ تجھ سے پہلے کچھ بھی نہیں تھا اور تو ہی آخر ہے کہ تیرے بعد بھی کوئی نہ ہوگا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا "وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ" یعنی اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا) یہ بتا رہا ہے کہ پانی عرش کی تخلیق سے پہلے وجود میں آچکا تھا، عرش کی تخلیق پانی کے بعد ہوئی ہے۔

اور آپ کا یہ فرمانا "وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ" تو یہاں "فی الذکر" سے مراد "محل ذکر" ہے یعنی لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ نے سارے مقدرات لکھوا دیئے۔

"لوح محفوظ" کس قدر زبردست ہے کہ سارے مقدرات لکھ دیئے گئے تو حدیث شریف میں اس کی چوڑائی سو سال کی مسافت بتائی گئی ہے (جب چوڑائی اتنی ہے تو اس کی لمبائی بھی اسی تناسب سے ہوگی)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قلم پیدا کیا اور اس سے فرمایا کہ لکھ! قلم بولا کیا لکھوں؟ فرمایا، لکھ جو کچھ اب سے لے کر قیام قیامت تک ہونے والا ہے، جبکہ اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں پہنچ جائیں گے۔ جزا و سزا کا فیصلہ اور اس کے مطابق عمل درآمد پورا ہو چکے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اللہ تعالیٰ کا ازلی و ابدی ہونا اپنے بچوں کو اچھی طرح ذہن نشین کرا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ سے پہلے کوئی چیز بھی نہ تھی، وہی اول ہے ازل میں صرف وہی تھا اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ تھا۔

(۲) مخلوقات کی ترتیب وجود مندرجہ ذیل طریقہ پر تھی:۔ سب سے پہلے پانی، پھر عرش، پھر قلم، پھر ساتوں آسمان و زمین، پھر فرشتے، پھر جن، پھر آدم اور ان کی اولاد۔

(۳) انہیں یہ بھی بتا دیجئے کہ تقدیر ان باتوں کو کہتے ہیں جو تمام مخلوقات کے بارے میں قلم نے (لوح محفوظ) میں لکھ دی ہیں (مخلوقات کی مذکورہ ترتیب میں "لوح" کی تخلیق بیان نہیں ہوئی ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ اس کی تخلیق یا تو قلم کے ساتھ ہی ہوئی ہے یا اس سے پہلے یا اس کے بعد۔ بعض روایات میں اول

مخلوقات میں عقل کا بھی ذکر آتا ہے۔ معارف القرآن میں حضرت مجاہد سے روایت نقل کی ہے کہ مندرجہ ذیل چار مخلوق اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص دست قدرت سے پیدا فرمائی ہیں:

(۱) قلم (۲) عرش (۳) جنت عدن (۴) حضرت آدمؑ

اسی فیصلہ تقدیر کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ "تم مجھے ایسی بات پر ملامت کررہے ہو اللہ تعالیٰ نے جسے آسمان وزمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے ہی لکھ دیا تھا (بعض دوسری روایات میں پچاس ہزار سال کی مدت بیان نہیں ہوئی ہے یہی زیادہ صحیح ہے۔ بعض روایات میں یوں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے لکھ دیا تھا۔)

(۴) سب کو یہ بھی سمجھا دیجئے کہ تقدیر پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر میں اگر کوئی بھلائی یا برائی لکھی گئی ہوگی تو وہ اس سے بچ نہ سکے گا۔ اور جس بھلائی یا برائی سے بچنا مقدر ہوچکا ہے وہ اسے ہرگز نہ پہنچے گی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو اپنے نظام پر کامل یقین نصیب فرمائے ہر برائی سے محفوظ رکھے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ بِعَدَدِ مَا فِيْ جَمِيْعِ الْقُرْاٰنِ

حَرْفًا حَرْفًا وَّبِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ اَلْفًا اَلْفًا

دنیا اور آخرت کی برکتیں حاصل کرنے کے لئے اپنے وظائف ومعمولات کے ختم پر یہ درود شریف پڑھ لیا کریں۔ (ص۱۹۲)

تخلیق آدم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ مِنْ تُرَابٍ فَجَعَلَهٗ طِيْنًا ثُمَّ تَرَكَهٗ حَتّٰى اِذَا كَانَ حَمَاٗءً مَسْنُوْنًا خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ ثُمَّ تَرَكَهٗ حَتّٰى اِذَا كَانَ صَلْصَالًا كَالْفَخَّارِ كَانَ اِبْلِيْسُ يَمُرُّ بِهٖ فَيَقُوْلُ لَقَدْ خُلِقْتَ لِاَمْرٍ عَظِيْمٍ ثُمَّ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَكَانَ اَوَّلُ مَا جَرٰى فِيْهِ الرُّوْحُ بَصَرَهٗ وَخَيَاشِيْمَهٗ فَعَطَسَ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَقَالَ اللّٰهُ يَرْحَمُكَ رَبُّكَ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو تراب (مٹی) سے پیدا کیا، پھر اسے (پانی سے تر کر کے) گارا بنالیا پھر کچھ وقت تک چھوڑے رکھا یہاں تک کہ خمیر اٹھ کر بودار ہوگیا تب انہیں (اپنے دست قدرت سے) پیدا کیا اور اس کا جسمانی ڈھانچہ تیار کیا۔ پھر کچھ وقت کے لئے چھوڑ دیا یہاں تک کہ پکی ہوئی مٹی کی طرح کھکھنانے لگا (اسی حالت میں) شیطان اس کے پاس سے گزرتا تو بولی بولتا کہ آپ ایک بڑے عظیم مقصد (خلافۃ اللہ فی الارض) کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس میں (روح پھونک کر) جان ڈال دی۔ یہ روح سب سے پہلے ان کی آنکھوں اور ناک کے نتھنوں میں دوڑی تو انہیں چھینک آگئی، تو (الہام ربانی سے) انہوں نے "الحمد لله" کہا، تو اللہ تعالیٰ نے دعا دی کہ تم پر تمہارا رب رحم فرمائے۔ (ترمذی ونسائی)

تشریح: حدیث زیر درس میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش تراب (خشک مٹی) سے بتائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں بھی "تراب سے پیدائش کا ذکر آیا ہے سورۂ فاطر میں ہے "وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ" یعنی اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت آدم کو تو مٹی سے پیدا کیا اور اولاد و ذریت کو نطفہ سے پیدا کیا۔ حضرت آدم کی پیدائش مٹی سے اس طرح ہوئی کہ مٹی کو پانی ڈال کر اسے گارا بنالیا پھر کچھ دنوں اسے چھوڑے رکھا کہ گارے کا رنگ بدل گیا، بو پیدا ہوگئی تب حضرت آدم کی تخلیق کی، ان کا ڈھانچہ بنایا، پھر اسے بہت دنوں تک اسی حالت پر رہنے دیا۔ یہاں تک کہ وہ خشک ہو کر کھنکھنانے لگا۔ تب اس میں اپنی روح ڈال دی۔

حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ روح سب سے پہلے آنکھ اور ناک کے "خیاشیم" میں ڈالی گئی۔ خیاشیم "خیشوم" کی جمع ہے۔ خیشوم ناک کے بلند حصہ کو کہتے ہیں۔ اور ناک میں جو رگیں ہیں وہ بھی خیشوم کہلاتی ہے۔

ناک میں جان پڑنے پر حضرت آدم کو چھینک آگئی، تو انہوں نے الحمد لله کہا یہ الحمد لله کہنا اللہ تعالیٰ کے الہام و القاء کا نتیجہ تھا۔

ضروری ہدایات

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کے ڈھانچے میں روح ڈالے جانے سے پہلے شیطان اس کے پاس سے گزرتے ہوئے جس "امر عظیم" (مقصد عظیم) کے لئے ان کی پیدائش کا مقصد بتاتا تھا وہ امر عظیم احکام خداوندی کی پابندی اور ان کا مکلّف ہونا ہے اور پھر اس کی بجا آوری پر خدا تعالیٰ کی رضامندی اور جنت کا مستحق ہونا ہے۔

(۲) اپنے بچوں اور سب دوستوں کو بتایئے اور یاد دلایئے کہ چھینک آنے پر چھینکنے والے کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ الحمد اللہ کہے اور اسے سننے والے کے لئے ''یَرْحَمُکَ اللّٰہُ'' کہہ کر جواب دینا مسنون ہے۔ اور چھینکنے والے کو اس کا جواب یوں دینا چاہئے ''یَغْفِرُ اللّٰہُ لِیْ وَلَکَ وَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ'' یا یوں کہے ''یَھْدِیْکَ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکَ''۔

(۳) اور سب کو ''الحمدُ'' کا مفہوم و مطلب سمجھا دیجئے کہ اس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی خوبی اور اچھائی کے ساتھ یاد کرنا۔ اور یہ اس کے شکر کی سب سے اچھی صورت ہے لہذا جب بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت حاصل ہو اس وقت ''الحمدُ للہ'' کہنا چاہئے۔ خاص کر کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد (اسی طرح جب بھی کوئی تکلیف و پریشانی دور ہو ''الحمدُ للہ'' کہنا چاہئے۔)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی خلافت و نیابت کے منصب کے مطابق عمل کرنے اور اس ذمہ داری پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

مِلْأَ السَّمٰوَاتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

اس درود شریف کے پڑھنے والے کو آسمان و زمین بھر کر اور عرشِ عظیم کے برابر ثواب ملتا ہے۔ (ص ۱۸۲)

عورتوں کا مزاج

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا فَاِنَّ الْمَرْاَۃَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَ اِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاہُ فَاِذَا ذَھَبْتَ تُقِیْمُہٗ کَسَرْتَہٗ وَاِنْ تَرَکْتَہٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ.

ترجمہ: عورتوں کے بارے میں ایک دوسرے کو تاکید کے ساتھ سمجھاتے رہا کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی اوپر کی ہوتی ہے تو جب تم اسے سیدھا کرنے چلو گے تو اسے توڑ بیٹھو گے اور اگر اسے اپنی حالت پر چھوڑ دو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔ لہٰذا عورتوں کے بارے میں یہ بات یاد رکھو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ''اِسْتَوْصُوْا'' کا لفظ ارشاد فرمایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کو عورتوں کی رعایت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتا رہے، ان کی بد مزاجی و بدزبانی کے جواب میں تم بھی انہی جیسا معاملہ نہ کیا کرو۔ کیونکہ ان میں یہ کمزوری فطری ہے وہ اپنے خلقت کے لحاظ سے بھی کمزور ہیں اور اپنے اخلاق میں بھی کمزور ہیں۔

آپ کا یہ فرمانا کہ عورت (ٹیڑھی) پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت آدم کی پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ''پسلی'' کو کلمہ ''کُن'' سے حکم دیا اور وہ پسلی حضرت حوا کی شکل میں مجسم تیار ہو گئی۔

پسلی سے پیدائش کا ذکر کرنے میں عورت کے ''مزاجی و فطری'' ٹیڑھے پن کی طرف اشارہ فرمانا مقصود ہے کہ یہ کمزوری تو اس کا لازمہ فطرت ہے۔ اسے نظر انداز کرنا ہی پڑے گا۔

پھر آپ نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ پسلی کا زیادہ ٹیڑھا پن اس کے اوپری حصہ میں ہوتا ہے۔ اس ارشاد سے عورت کی تیز زبانی اور بدزبانی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ اسی پہلو سے آپ نے یہ بات فرمائی ہے کہ ''اگر اسے سیدھا کرنے چلو گے تو توڑ بیٹھو گے'' یعنی اسے طلاق دیدو گے جو جدائی کا سبب ہو جائے گی اور اگر اس کی حالت پر ہی اسے رہنے دو گے تو اس کی بدکلامی و بدزبانی اور بدمزاجی برداشت کر لو گے تو پھر ہمیشہ کی رفاقت رہے گی اور زندگی خوشگوار ہو جائے گی۔

انتباہ: حدیث کے دو معنی ہیں۔ ایک معنی تو وہی ہے جس کو اوپر ترجمہ میں بیان کیا گیا ہے۔ دوسرا معنی ''قبول وصیت'' کا ہے اور یہی معنی زیادہ مشہور ہے جسکا ترجمہ اس طرح ہے کہ ''عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے سلسلہ میں میری وصیت قبول کرو، میں اس کی تاکید کرتا ہوں اس کو مانو''

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتا دیجئے کہ عورتوں کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ یہ وصیت ایک بھلائی اور امر خیر کیلئے کی گئی ہے جیسا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ یہ وصیت ایک بھلائی اور امر خیر کے لئے کی گئی ہے جیسا کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا ''اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا'' ''عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت و تاکید برابر کرتے رہا ہو۔ جس کی

ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ رکھو، بد سلوکی نہ کرو اور اس کی بدکلامی و بدمزاجی سے درگزر کرتے رہا کرو۔ کیونکہ یہ کمزوری اس کی پیدائشی وفطری کمزوری ہے۔

(۲) اور سب کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ خدا اور رسول کے نزدیک طلاق بہت ہی بری چیز ہے۔ اس کی اجازت اسی وقت دی گئی ہے جب زوجین میں باہم نباہ کی کوئی امید نہ ہو اور ایک دوسرے سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اندیشہ نقصان کے بغیر بے ضرورت طلاق دینا درست بات نہیں ہے کیونکہ ایسی طلاق سے عورت کو اذیت ہوتی ہے اور مسلمان کو ایذا دینا تکلیف پہنچانا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

(۳) اور یہ بھی سمجھا دیجئے کہ مناسب بات یہی ہے کہ مرد کو عورت کی بدمزاجی و بدکلامی تھوڑی بہت تو برداشت ہی کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ عورت کی فطری و پیدائشی کمزوری ہے جس میں وہ بہرحال کچھ نہ کچھ تو معذور ہی ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کے گھر شاد و آباد رکھے، لڑائی جھگڑے اور نا چاقی سے حفاظت فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
بِعَدَدِ کُلِّ ذِکْرِہٖ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّۃٍ

یہ درود شریف پڑھنا حضورِ اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر سارے
درود بھیجنے کے برابر ہے۔ (ص۱۹۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی سزا

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ واقعہ نقل کیا کہ

اِنَّ رَجُلًا اَکَلَ عِنْدَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسلم بِشِمَالِہٖ فَقَال: کُلْ بِیَمِیْنِکَ قَالَ لَا اَسْتَطِعْتُ قَالَ لَا استطعت مَا مَنَعَہٗ اِلَّا الْکِبْرُ قَالَ فَمَا رَفَعَھَا اِلٰی فِیْہِ .

ترجمہ: ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ٹوکا اور فرمایا کہ اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ وہ بولا کہ میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا (حالانکہ وہ کھا سکتا تھا) تو آپ نے فرمایا (خدا کرے) تو نہ کھا سکے، وہ ازراہ تکبر نہیں کھا رہا تھا۔ حضرت سلمہؓ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد بتاتے ہیں کہ پھر وہ شخص (زندگی بھر) اپنا داہنا ہاتھ اپنے منہ تک اٹھا ہی نہ سکا۔ (مسلم شریف)

تشریح: حضرت سلمہؓ نے اس شخص کے بائیں ہاتھ سے کھانے کا واقعہ نقل کرتے ہوئے اس کا نام نہیں بتایا کہ یہ غیبت نہ ہو جائے۔ کیونکہ غیبت اسی کو کہتے ہیں کہ کسی کا تذکرہ اس طرح کیا جائے کہ اگر وہ سن لے تو اسے ناگوار ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے داہنے ہاتھ سے کھانے کی تلقین ازراہ نصیحت فرمائی تھی کہ اس کے حق میں یہی بہتر تھا، کیونکہ بائیں ہاتھ سے کھانا تو شیطان کا کام ہے، مگر اس شخص کو تکبر نے آپ کی نصیحت و ہدایت قبول کرنے سے باز رکھا اور اس نے انکار کر دیا تو آپ نے بھی اس کے لئے بددعا فرما دی۔ متکبر شخص ایک طرح سے اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتا ہے کہ کبریائی اور بڑائی اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے۔ تو جو شخص اللہ تعالیٰ کے مقابل آتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دیتا ہے۔

چنانچہ وہ شخص بھی ہلاک و برباد ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے اس کا ہاتھ اسی وقت شل ہو گیا اور پھر عمر بھر داہنا ہاتھ وہ منہ تک نہ اٹھا سکا۔ اسی حالت میں اس کی موت ہو گئی۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتائیے کہ کھانا پینا دونوں ہی داہنے ہاتھ سے ہونا چاہئے اور جو شخص بغیر عذر بائیں ہاتھ سے کھاتا یا پیتا ہے تو وہ شیطان کی مشابہت اختیار کر لیتا ہے اور حدیث کا حکم ہے کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے تو وہ اسی قوم میں شمار ہوتا ہے (بہت سے لوگ فیشن اور ترقی پسندی ظاہری کرنے کو بلا عذر اور بے جھجک بائیں ہاتھ سے چائے، شربت اور پانی پیتے ہیں، انہیں درس میں آئے ہوئے واقعہ سے عبرت حاصل کرنا چاہئے۔)

(۲) لوگوں کو کبر اور تکبر سے ڈرائیے اور اس سے دور رہنے کی تاکید کیجئے کیونکہ متکبر شخص جنت میں داخل نہ ہوگا، جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت میں داخل نہ کرے گا جس کے دل میں ذرہ برابر کبر ہوگا۔

(۳) سامعین کو بتائیے کہ مسلمان کی غیبت سے بچنا واجب ہے اور یہ کہ غیبت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا تذکرہ اس کی عدم موجودگی میں کیا جائے کہ اگر وہ سنے تو اسے برا لگے۔

(۴) نیز سب لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی ومخالفت سے ڈرائیے کہ تکبر اور عناد کی راہ سے جو مخالفت ہوتی ہے اس کا نتیجہ ہلاکت و بربادی ہوتی ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت واطاعت نصیب کرے۔ نافرمانی ومحرومی سے بچائے۔ آمین

سچائی اختیار کرنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَإِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِىْ إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِىْ إِلَى الْجَنَّةِ وَلَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَصْدُقُ وَيَتَحَرَّى الصِّدْقَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ صِدِّيْقًا، وَإِيَّاكُمْ وَالْكِذْبَ فَإِنَّ الْكِذْبَ يَهْدِىْ إِلَى الْفُجُوْرِ وَ إِنَّ الْفُجُوْرَ يَهْدِىْ إِلَى النَّارِ وَمَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَكْذِبُ وَيَتَحَرَّى الْكِذْبَ حَتّٰى يُكْتَبَ عِنْدَ اللّٰهِ كَذَّابًا .

ترجمہ: تم لوگ سچائی کو لازمی طور پر اختیار کرو کیونکہ سچائی نیکی کی راہ دکھاتی ہے اور نیکی جنت تک پہنچاتی ہے، اگر آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچائی کے مواقع تلاش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ''صدیق'' (بہت سچا) لکھ دیا جاتا ہے اور تم لوگ جھوٹ سے اپنے آپ کو بچاتے رہو، ہرگز جھوٹ نہ بولو کیونکہ جھوٹ برائی کا راستہ دکھاتا ہے۔ اور برائی دوزخ تک پہنچا دیتی ہے۔ آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کے مواقع تلاش کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ''کذاب'' (پکا جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے۔ (مسلم شریف)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ''عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ'' فرما کر سچائی کو لازمی طور پر اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی سچائی کو اپنے لئے اس طرح لازم کر لو کہ نہ تم سچائی کو چھوڑو اور نہ سچائی تم کو چھوڑے، دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہو جاؤ۔ اپنی نیت، اپنے قول، اپنے عمل ہر بات میں ظاہری طور پر بھی اور باطن میں بھی سچے بن کر رہو کہ صادقین میں تمہارا نام درج ہو جائے۔ دنیا میں بھی سب تم کو سچا سمجھیں اور آخرت میں بھی تم کو نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین کی معیت نصیب ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدق کو لازم کر لینے کا جو حکم دیا تو اس کی یہ وجہ بھی بتا دی کہ صدق کی وجہ سے تم کو نیکی کا راستہ مل جائے گا اور وہ راستہ تم کو جنت تک پہنچا دے گا۔ پھر اتنی ہی بات پر اکتفا نہیں فرمایا مزید شوق و رغبت پیدا کرنے کے لئے یہ بھی سمجھا دیا کہ جو شخص ہمیشہ صدق و سچائی سے کام لیتا رہے گا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ''صدیق'' (بہت سچا) لکھ لیا جائے گا اور پھر جنت میں صف اول کے لوگوں کے ساتھ رہے گا اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کے ساتھ حد درجہ شفقت و عنایت بھی ہے اس لئے آپ نے اس کے برعکس جو صورت تھی وہ بھی سمجھا دی کہ دیکھو جھوٹ سے بہت دور رہنا۔ کیونکہ جھوٹ خدا کی نافرمانی کے راستے پر تم کو ڈال دے گا اور وہ راستہ سیدھا دوزخ تک پہنچا دے گا۔ اور پھر کذب و دروغ گوئی سے مزید نفرت دلانے کے لئے یہ بھی بتا دیا کہ آدمی جب برابر جھوٹ بولتا رہے اور جھوٹ کے مواقع تلاش کرتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں (کذاب) (پکا جھوٹا) لکھ لیا جائے گا اور پھر دوزخ میں ایسے جھوٹوں کے ساتھ رہے گا جو بہت برا ٹھکانہ ہے۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھیں۔ آمین!)

ضروری ہدایات

(۱) اپنے بچوں، دوستوں اور سب متعلقین کو صدق اور سچائی کو لازمی طور پر اختیار کرنے کی رغبت دلایئے اور دروغ گوئی (جھوٹ) سے پرہیز و اجتناب کی تاکید کیجئے۔ اور اگر کبھی نوبت آ جائے تو فوراً توبہ کر لی جائے۔

(۲) انہیں یہ بات ذہن نشین کرا دیجئے کہ آدمی جب سچائی اور راست گوئی کا عادی ہو جاتا ہے تو پھر یہ عادت اس کی طبیعت کا لازمہ بن جاتی ہے۔ پھر چھوٹتی نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص جھوٹ کی عادت ڈال لیتا ہے تو پھر یہ جھوٹ کی عادت اس کی طبیعت کا لازمہ بن جاتی ہے، اور چھوٹتی نہیں ہے، سنۃ اللہ اور عادۃ اللہ اسی طرح سے جاری ہے۔ لہٰذا اس بات کا بہت اہتمام ہونا چاہئے کہ جھوٹ کا ارتکاب ہو جانے پر فوراً سچے دل سے توبہ کر لی جائے اور پھر دوبارہ اس کا ارتکاب نہ کرے، (یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لی جائے کہ توبہ صرف کان پکڑ لینے اور گال پر ہاتھ مار لینے کو نہیں کہتے بلکہ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ پچھلے گناہ پر دل سے پوری ندامت و شرمساری ہو اور آئندہ کے لئے دل میں پکا ارادہ ہو کہ آئندہ اس کا ارتکاب نہ ہوگا) مگر یہ توبہ ذرا دشوار کام ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ حل بتایا ہے کہ جب کوئی گناہ بڑا ہو جائے تو فوراً کوئی نیکی کر لو (نفل نماز پڑھ لو، صدقہ کر دو) یہ نیکی اس برائی کا خاتمہ کر دے گی۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو سچا بنائے، سچوں کی رفاقت عطا کرے اور سچوں ہی کے ساتھ ہمارا انجام ہو۔ آمین

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ
وَجَزَاهُ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ

جو شخص یہ درود شریف پڑھے تو ثواب لکھنے والے ستر فرشتے ایک ہزار دن تک اُس کا ثواب لکھیں گے۔ (ص ۱۷۷)

اہل جنت کے درجات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اِنَّ اَھْلَ الْجَنَّةِ لَيَتَرَاءُوْنَ اَھْلَ الْغُرَفِ كَمَا تَرَاءُوْنَ الْكَوْكَبَ الدُّرِّيَّ الْغَابِرَ فِي الْاُفُقِ مِنَ الْمَشْرِقِ اَوِ الْمَغْرِبِ لِتَفَاضُلِ مَابَيْنَهُمْ، قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تِلْكَ مَنَازِلُ الْاَنْبِيَاءِ لَا يَبْلُغُهَا غَيْرُ هُمْ؟ قَالَ بَلٰى وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ رِجَالٌ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَصَدَّقُوْا الْمُرْسَلِيْنَ .

ترجمہ: اہل جنت بالائی منزل کے لوگوں کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ آخیر شب میں کسی چمکدار ستارے کو دیکھتے ہو، جو افق مشرق یا افق مغرب میں دکھائی دیتا ہے۔ اہل جنت اور بالائی منزل کے لوگوں میں ایسا ہی فاصلہ ہوگا۔ حضرات صحابہ کرامؓ نے کہا یارسول اللہ! کیا بالائی منزل پر حضرات انبیاء کے منازل ہوں گے جن تک ان کے علاوہ کوئی نہ پہنچے گا آپ نے جواب میں فرمایا، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے وہ منازل عالیہ ان اہل ایمان کے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ پر پختہ اور سچا ایمان لائے ہوں گے اور اپنے اپنے پیغمبروں کی تصدیق کی ہوگی۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: "اس حدیث شریف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کے دراجات و مقامات کے درمیان تفاضل بیان فرمایا ہے۔ اور تفاوت و تفاضل ان کی ایمانی قوت کی زیادتی اور اعمال صالحہ کی کثرت کی وجہ سے ہوگا۔ جس کا ایمان جتنا قوی ہے اور جس کے اعمال خیر جتنے زائد ہوں گے وہ اتنے ہی بلند درجے میں ہوگا۔ اسی طرح معاصی سے اجتناب وتقویٰ کے باعث یہ تفاضل ہوگا۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ اہل جنت اوپر کی منزلوں میں ان کی بلندی و دوری کی وجہ سے اس طرح دیکھیں گے جس طرح لوگ دور چمکتے ہوئے تارے دیکھتے ہیں، آپ نے جب یہ خبر دی تو بعض صحابہ کرام نے کہا کہ وہ اوپری درجہ کی منزل انبیاء کرام کی ہوگی جہاں دوسرے لوگ نہ پہنچ سکیں گے؟ تو آپؐ نے انہیں یوں جواب دیا، کہ نہیں، یہ بات نہیں ہے، جس ذات کے قبضہ میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ منازل ان اہل ایمان کے ہوں گے جو صدق دل سے اللہ پر ایمان لائے ہوں گے اور اپنے پیغمبروں کی تصدیق کی ہوگی وہ منازل پیغمبروں کے لئے مخصوص نہیں ہوں گے تم لوگوں نے صحیح نہیں سمجھا ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے متعلقین کو بتایئے کہ اہل جنت کے درجات میں تفاوت و تفاضل اس وجہ سے ہوگا کہ ان کے ایمان کی قوت اور اعمال صالحہ کی کیفیت ادا، اور ان کی مقدار میں کمی بیشی ہوگی۔ جن کا ایمان قوی اور جن کے اعمال صالحہ بکثرت اور پر خلوص ہوں گے ان کے درجات بلند ہوں گے۔ اسی طرح معاصی سے اجتناب اور تقویٰ کے باعث بھی ان کے درجات میں فرق ہوگا۔

(۲) اور سب دوستوں کو نیک کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے اور باہم مقابلہ و منافست کا شوق دلایئے اور اس کی ترغیب دیجئے گا تاکہ آخرت میں جنت کے اونچے درجے حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائیں۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمائے اور اپنی رضا کا مقام جنت عطا فرمائے۔ آمین

حسن نیت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ بِالْمَدِیْنَةِ اَقْوَامًا مَا قَطَعْنَا وَادِیًا وَلَا وَطِئْنَا مَوْطِئًا یَغِیْظُ الْکُفَّارَ وَلَا اَنْفَقْنَا نَفَقَةً وَلَا اَصَابَتْنَا مَخْمَصَةٌ اِلَّا شَرِکُوْنَا فِیْ ذَالِکَ وَهُمْ بِالْمَدِیْنَةِ فَقِیْلَ لَهٗ کَیْفَ ذَالِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ فَشَرِکُوْا بِحُسْنِ النِّیَّةِ .

ترجمہ: مدینہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں (کہ اس غزوۂ تبوک کے موقع پر) ہم نے جو وادی بھی سفر میں طے کی یا جس ایسے مقام سے گزرے جہاں سے ہمارا گزرجانا جو کافروں کو مشتعل کر دیتا ہو اور ہم نے جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا یا جب کبھی ہم فاقہ اور بھوک میں مبتلا ہوئے، ان میں سے ہر بات میں وہ لوگ مدینہ میں رہتے ہوئے ہمارے شریک رہے ہیں۔ اس بات کو سن کر آپ سے کہا گیا کہ اے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھلا یہ کیسے ہوا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ انہیں عذر نے ہمارے ساتھ سفر نہ کرنے دیا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے انکی حسن نیت پر انہیں ہمارے ساتھ اجر وثواب میں شریک کردیا۔ (بخاری وابوداؤد)

تشریح: اس حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چیستاں اور پہیلی کے انداز میں ان بے سروسامان اور معذور مگر مخلص صحابہؓ کا ذکر فرمایا ہے جو اپنے اپنے مختلف اعذار کی وجہ سے دلی خواہش رکھنے کے باوجود غزوۂ تبوک میں شریک نہیں ہوسکے تھے اور مدینہ ہی میں رہ گئے تھے اور دوسرے حضرات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موسم کی گرمی وشدت، راستے کی تکلیف وصعوبت، بھوک اور فاقہ برداشت کرتے ہوئے غزوۂ تبوک میں شریک ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ مدینہ میں رہ جانے والے یہ معذور صحابہؓ اپنے حسن نیت اور دلی خواہش کی بدولت ہمارے ساتھ اجر وثواب میں شریک مانے گئے ہیں۔ انہیں بھی ہمارے ساتھ اجر وثواب ملے گا۔ کیونکہ یہ معذور تھے۔ کسی کے پاس سواری نہ تھی، کسی کے پاس زادراہ نہ تھا، کوئی مریض تھا۔ مگر دل میں سب کے خواہش جہاد موجود تھی اجر وثواب کے حقدار ہوگئے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کا یہ ارشاد سن کر تعجب ہوا تو آپ نے پوری بات سمجھا دی کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلی ارادے اور حسن نیت سے واقف ہیں، ان کی نیت کو دیکھتے ہوئے اجر وثواب میں شریک کردیا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے احباب اور گھر والوں کو "حسن نیت کی فضیلت وبرکت سمجھائیے کیونکہ مومن کبھی کبھی اپنے حسن نیت کی بدولت وہ درجہ مقام حاصل کرلیتا ہے جو وہ اپنے عمل سے حاصل نہیں کرسکتا تھا۔ اس لئے یہ بات ہر وقت ملحوظ ذہنی چاہئے کہ اللہ ورسول نے جن باتوں کا حکم دیا ہے ان تمام باتوں میں حسن نیت کی ضرورت ہے۔

(۲) سب کو یہ بات بتا دیجئے کہ جو شخص کوئی نیک عمل کیا کرتا تھا پھر کسی عذر شرعی کی وجہ سے وہ عمل نہ کرسکا تو اسے اس حالت میں پورا اجر دیا جائے گا جیسا کہ اس کام کے کرنے کے وقت دیا جاتا تھا جب وہ قدرت رکھتا تھا مثلاً کوئی شخص نفل نماز پڑھا کرتا تھا یا نفل روزہ رکھا کرتا تھا پھر وہ مریض ہوگیا یا کوئی سفر پیش آگیا جس کی وجہ سے وہ عمل نہ کرسکا تو اس کے لئے ویسا ہی اجر لکھا جائے گا، جیسا کہ حالت صحت واقامت میں لکھا جاتا تھا۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب کو صالح اعمال، صالح نیت کے ساتھ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور وہ نیک اعمال جن کی ہم استطاعت نہیں رکھتے اپنے فضل سے ان کا اجر بھی ہمارے حصہ میں کردے۔ آمین

علم حاصل کرنے کا مقصد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

مَنْ طَلَبَ عِلْمًا مِمَّا يُبْتَغٰى بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهٗ اِلَّا لِيُصِيْبَ بِهٖ عَرَضًا مِّنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرْفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ.

ترجمہ: جس شخص نے ایسا کوئی علم حاصل کیا جو اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے حاصل کیا جاتا ہے مگر اس شخص کی غرض تعلیم یہ ہے کہ اس کے ذریعہ صرف دنیا ہی کمائے گا تو یہ شخص روز قیامت جنت کی خوشبو نہ پائے گا۔ (ابوداؤد ابن ماجہ)

تشریح: اللہ تعالیٰ کی رضامندی و خوشنودی والا علم صرف قرآن و سنت کا علم ہے کیونکہ کتاب وسنت ہی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اسی علم سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و مطلوب باتوں اور کاموں کا علم ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ اس کے نزدیک ناپسند، مکروہ و حرام باتوں سے واقفیت و باخبری ہوتی ہے۔

اور یہ بات بھی ظاہر ہے کہ ان باتوں سے واقفیت کیلئے جس طرح کتاب وسنت کا علم ضروری ہے اسی طرح ان علوم کی طلب و تحصیل بھی ضروری ہوگی جو کتاب وسنت کا علم حاصل کرنے کیلئے ضروری ہوتے ہیں۔ مثلاً عربی زبان اور اس کی لغات کا علم اور اس سے متعلق دوسرے علوم وفنون (صرف ونحو، معانی و بیان اور بدیع وغیرہ) اور دین وشریعت میں آئی ہوئی تمام تفصیلات اور مختلف متعارض احکام میں طریقہ تطبیق سے واقفیت بھی ضروری قرار پائے گی۔

حدیث زیر درس کی رو سے یہ جملہ علوم وفنون اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے حاصل کئے جانے چاہئیں۔

اب اگر کوئی شخص ان خالص دینی علوم کو تحصیل دنیا اور کسب مال وزر کا ذریعہ بناتا ہے تو وہ قیامت میں جنت کی خوشبو سے محروم رہے گا۔ اسی وجہ سے دینی علوم کے طالب کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ ان علوم کو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہی کے لئے حاصل کرے یہ دینی علوم تحصیل دنیا کے لئے ہرگز حاصل نہ کرے۔ ہاں اگر کوئی شخص دنیاوی علوم (مثلاً علوم ہندسہ (جامیٹری) علم طب (ڈاکٹری) علم کیمیا (کیمسٹری) اور کسی قسم کی صنعت وحرفت کو بھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی نیت سے اور مخلوق خدا کو نفع پہنچانے کی نیت سے حاصل کرتا ہے (جو اس وقت جبکہ مادیت کا غلبہ ہے، بہت ہی نادر ہے) تو یہ شخص بھی ان دنیاوی علوم کی طلب میں مستحق اجر وثواب ٹھہرے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو سمجھائیے کہ دینی امور میں اور علوم دین کی طلب میں اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی نیت (جسے اخلاص کہتے ہیں) واجب ہے۔ اگر کوئی شخص علوم شرعی کی تحصیل کے وقت اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت کے ساتھ ساتھ دنیا حاصل کرنے کی بھی نیت رکھے گا تو یہ اخلاص کے منافی ہوگا۔ اور قبول نہ ہوگا۔ ایسے شخص کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلص ہی سے قبول فرماتے ہیں۔

(۲) اور سب کو علم دین اور علم شریعت و احکام کی فضیلت و ضرورت سے آگاہ کیجئے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ تمام کاموں میں ہمیں اپنی رضا نصیب فرمائے اور خسیس و گھٹیا چیزوں کی نیت سے بچائے۔ آمین

عمر، جوانی، مال اور علم کا سوال

لَنْ تَزُوْلَ قَدَمَا عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حَتّٰی یُسْئَلَ عَنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِیْمَا اَفْنَاهُ وَ عَنْ شَبَابِهٖ فِیْمَ اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَهٗ وَفِیْمَ اَنْفَقَهٗ وَعَنْ عِلْمِهٖ مَاذَا عَمِلَ فِیْهِ.

ترجمہ: قیامت کے دن کسی بھی بندے کے قدم اپنی جگہ سے نہ اٹھیں گے جب تک کہ اس سے ان چار باتوں کا سوال نہ ہو جائے۔ اس کی عمر سے متعلق سوال ہوگا کہ عمر کن کاموں میں صرف کی؟ اس کی جوانی سے متعلق سوال ہوگا کہ جوانی کن باتوں میں گزاری؟ اس کے مال سے متعلق سوال ہوگا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اس کے علم کے بارے میں سوال ہوگا کہ اپنے علم پر کتنا عمل کیا؟ (بزار وطبرانی)

تشریح: حدیث شریف کے پہلے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ بندہ جب تک ان سوالوں کے جوابات نہ دے گا وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر جنت یا دوزخ میں نہ جائے گا۔ بندے سے یہ سوالات اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ اس موقع پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ انسان کی عمر سے متعلق سوال ہو جانے کے بعد اس کی جوانی سے متعلق سوال کیوں ہوگا؟ جبکہ جوانی بھی عمر ہی کا ایک حصہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بطور ذکر الخاص بعد العام لایا گیا ہے۔ جوانی چونکہ قوت وطاقت اور جد و جہد کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص زمانۂ شباب میں سدھرا اور سنبھلا رہا تو غالب گمان یہی کیا جائے گا کہ وہ اسی صلاح پر مستقیم بھی رہا ہوگا۔ اور اگر کوئی جوانی ہی میں بگڑ گیا تو عام طور پر اس کا سدھار مشکل ہو جاتا ہے۔

مال سے متعلق صرف اس کی آمد و خرچ کا سوال نہ ہوگا بلکہ یہ بھی پوچھا جائے گا کہ مال کس ذریعہ سے آیا تھا؟ وہ ذریعہ جائز اور مشروع تھا یا ناجائز ذریعہ تھا؟ پھر خرچ کا سوال ہوگا کہ وہ مال کن مصارف میں خرچ کیا۔ اگر آمدنی بھی جائز تھی اور خرچ بھی شریعت کی حدود میں کیا تو نجات پا گیا ورنہ ہلاک ہو گیا۔

آخری سوال علم پر عمل سے متعلق ہوگا کہ جو علم حاصل کیا تھا اس پر عمل بھی کیا تھا یا نہیں؟ اگر علم پر عمل کیا تھا تو کامیاب ہو جائے گا ورنہ ناکام ہوگا۔ علم پر عمل کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ علم دوسروں تک پہنچائے بھی اور کوشش کرے کہ وہ بھی عمل کریں۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو موت اور بعث و جزا کی یاد دہانی کرائیے اور انہیں سفرِ آخرت کے لئے اعمال صالحہ کا ''زادِ سفر'' تیار کرنے کے لئے متوجہ کیجئے۔

(۲) لوگوں کو نصیحت کیجئے کہ وہ ان چاروں سوالات کی جواب دہی کے لئے پورے احتیاط کے ساتھ تیار رہیں ان سے ہرگز غفلت نہ برتیں، تاکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عتاب و عذاب سے نجات حاصل کر کے داخلۂ جنت کے لئے کامیاب ہو جائیں۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں مذکورہ چار سوالات کے جواب میں کامیابی حاصل کرنے والا بنائے، ہمارے مال، جان، علم و عمل سب میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

افضل عمل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَفْضَلُ الْاَعْمَالِ اِیْمَانٌ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ جِھَادٌ فِیْ سَبِیْلِہٖ ثُمَّ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ .

ترجمہ: سب سے افضل اعمال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا، پھر اس کے بعد لائق قبول حج کرنا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث شریف میں ''الاعمال'' کا لفظ آیا ہے جس سے آپ کی مراد اعمال صالحہ ہیں۔ خواہ وہ ایسے اعمال ہوں جو دل سے تعلق رکھتے ہوں جیسے اعتقادات اور دلی ارادے اور نیات، یا وہ ایسے اعمال ہوں جو از قبیلہ اقوال ہوں جیسے سچی بات کہنا، سچی گواہی دینا، تلاوت قرآن کرنا، ذکر یا دعا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (بھلائی کی تبلیغ، برائی سے روکنا وغیرہ) یا وہ ایسے اعمال ہوں جو ہاتھ پیر سے کئے جائیں جیسے جہاد، حج، نماز، روزہ، صدقہ، زکوٰۃ، اسلامی حکومت میں سرحدوں کی حفاظت۔)

اعمال کے اس وسیع مفہوم کو نظر میں رکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تین اعمال سب سے افضل ہیں اور ان میں سب سے افضل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا ایمان ہے۔ ایمان کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا ہے کیونکہ ایمان کے بغیر دوسرے نیک اعمال مقبول و معتبر ہی نہیں ہوتے۔ بے فائدہ رہتے اور اکارت جاتے ہیں۔ ایمان کے بعد جہاد کا ذکر کیا ہے جس میں ہر طرح کا جہاد شامل ہے، بے عمل اور بدعمل لوگوں کے ساتھ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی جدوجہد کرنا، کافروں کے ساتھ دین کی دعوت کی محنت کرنا اور انکار پر ان سے جہاد و قتال کرنا۔ ان کے علاوہ خود اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا بھی اس میں شامل ہے۔ نفس کو اس بات پر آمادہ کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پسندیدہ اور محبوب چیزوں کو اختیار کرے اور ان کی ناپسند چیزوں سے اجتناب اور پرہیز کرے۔ اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دے۔ تیسرے چیز ''حج مبرور'' ہے، حج مبرور اس حج کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے حکم کی رعایت کرتے ہوئے ادا کیا جائے اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ سے پرہیز کیا جائے۔ اعمال خیر کی کثرت کی جائے۔ ایسے حج کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حج مبرور کی جزا تو صرف جنت ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ ''افضل اعمال'' صرف یہی تین اعمال نہیں ہیں بلکہ ان کے علاوہ بھی کچھ اور اعمال ہیں جنہیں حدیث شریف میں ''افضل اعمال'' فرمایا گیا ہے۔ مثلاً یہ کہ اپنے وقت مقررہ پر ہی نماز ادا کی جائے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام اعمال صالحہ کرنے والا بنائے۔ آمین

5

عمرہ اور حج مبرور

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلْعُمْرَةُ اِلَی الْعُمْرَةِ كَفَّارَةٌ لِمَا بَيْنَهُمَا وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةُ .

ترجمہ: ایک عمرہ سے لے کر دوسرے عمرہ تک جو چھوٹے موٹے گناہ ہو گئے ہوں گے یہ عمرہ ان گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا اور حج مبرور اس کی جزا تو صرف جنت ہی ہے۔ (بخاری)

تشریح: حدیث شریف میں عمرہ کی جو فضیلت بیان کی گئی ہے کہ عمرہ کی بدولت وہ تمام چھوٹے موٹے گناہ جو دو عمروں کے درمیان ہو گئے ہوں گے وہ معاف کر دیئے جاتے ہیں تو یہ فضیلت اس عمرہ کی بیان کی گئی ہے جو تمام شرائط و فرائض اور واجبات و آداب کی رعایت کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے کامل و مکمل ادا کیا گیا ہو اس سے مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت میں ملنے والا ثواب ہو۔ دکھاوا اور ناموری مقصود نہ ہو، تو ایسے عمرہ کا ثواب اور فضیلت یہ ہے جو حدیث شریف میں بیان کی گئی ہے۔ اس موقع پر یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہنی چاہئے کہ احادیث میں جہاں کہیں کسی عبادت پر گناہوں کی مغفرت کا ذکر ہے حضرات محدثین و فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کا مطلب یہی بتایا ہے کہ ایسی حدیثوں میں صغیرہ گناہوں کی مغفرت کا وعدہ ہے۔ کبائر کی مغفرت کے لئے صدق دل سے توبہ ضروری ہے۔ اور یہ توبہ بھی اس وقت کارآمد ہوگی جب وہ گناہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں، حقوق العباد کے گناہوں میں صاحب حق سے معافی حاصل کرنا بھی ضروری ہے، حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر کہ "حج مبرور (مقبول) کی جزا تو جنت ہی ہے" اہل ایمان کو ایک عظیم خوشخبری دیدی کہ جس شخص نے حج کے تمام شرائط و آداب ملحوظ رکھتے ہوئے حج کر لیا تو اس کے گناہوں کی معافی کے ساتھ ساتھ حج کے انعام میں اسے جنت بھی ملے گی جس سے بڑھ کر کوئی دوسری جزا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ جنت دارالسلام بھی ہے اور دارالابرار بھی ہے۔ اور جس کی نعمتیں حد سے زائد ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ کر بات تو یہ ہے کہ جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اس کے قرب و دیدار کی نعمتیں بھی ملیں گی۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتایئے کہ عمرہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بیت اللہ شریف کی زیارت کی جائے۔ اس کا طواف کیا جائے، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی جائے، پھر سر کے بال منڈوا کر یا کتروا کے احرام ختم کر دے۔ عورت انگلیوں کی پور کے برابر بال کتر لے۔

(۲) لوگوں کو بتایئے کہ عمرہ کو کبھی حج کے ساتھ ملا لیتے ہیں اور کبھی حج سے پہلے عمرہ کرتے ہیں اور جب اس سے فارغ ہو جاتے ہیں تو حج کا احرام باندھتے ہیں اسی کو تمتع (بالعمرة الی الحج) کہا گیا ہے۔ حج تمتع کرنے والے پر قربانی واجب ہوتی ہے یا تو ایک بھیڑ، بکری قربانی کرے یا بڑے جانور (گائے، بھینس، اونٹ) کے ساتویں حصہ کی قربانی کرے۔ اور اگر قربانی نہ کر سکے تو تین روزے وہیں ایام حج میں رکھے۔ اور سات روزے واپس اپنے گھر آ جانے کے بعد رکھے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمرہ و حج برور کی نعمت نصیب فرمائے۔ اور جس کو یہ سعادت ایک دفعہ حاصل ہو چکی ہے انہیں بار بار عطا فرمائے۔ آمین

بعض احکام حج

خَمْسٌ يُقْتَلْنَ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمِ اَلْحَيَّةُ وَالْعَقْرَبُ وَالْغُرَابُ الْاَبْقَعُ وَالْفَارَةُ وَالْكَلْبُ الْعَقُوْرُ وَالْحِدَاةُ.

ترجمہ: یہ پانچ جانور ہیں جو حدودِ حرم میں مارے جاسکتے ہیں (ان کا مارنا حالتِ احرام میں جائز ہے) سانپ، بچھو، شکاری کوا (جو ہلکے رنگ کا ہوتا ہے) اور چوہا، اور کٹکھنا کتا اور چیل۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حیۃ عام سانپ کو کہتے ہیں، مراد سانپ کی ہر قسم ہے۔ عقرب بچھو کو کہتے ہیں، الغراب الابقع وہ کوا ہے جس کے بعض پر سیاہ اور بعض پر سفید ہوتے ہیں۔ فارّہ چوہے کو کہتے ہیں جو فطری طور پر نقصان اور تکلیف پہنچاتا ہے۔ اور کلب عقور، وہ کتا جو دانت سے کاٹ لیتا ہو۔ چیل مشہور شکاری پرندہ ہے۔

ان پانچ جانوروں کو حرم میں قتل کرنے کی اجازت ہے۔ اور یہ اجازت اسی وجہ سے دی گئی ہے کہ عام طور پر ان سے تکلیف پہنچ جاتی ہے۔ لہٰذا اگر ان جانوروں کے علاوہ بھی کوئی جانور اذیت پہنچائے تو اسے بھی مارا جاسکتا ہے۔ (جیسے بعض بھیڑیئے، لکڑ بگھے وغیرہ آدم خور بن جاتے ہیں۔)

فائدہ: اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام میں انسانی راحت و آرام اور صحت و بقاء کے پہلو کو قطعاً فراموش نہیں کیا گیا۔ دیکھئے حرم میں اگرچہ شکار کرنے اور کسی جاندار کو مارنے پر پابندی ہے مگر جن جانوروں سے ایذاء کا اندیشہ ہے انہیں قتل کرنے کی اجازت دیدی گئی تاکہ اس پابندی سے کسی کو تکلیف نہ پہنچ جائے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے احباب کو یہ بات اچھی طرح جتلا دیجئے کہ حدیث مذکور میں نامزد پانچ جانوروں کے علاوہ دوسرے کسی جانور کو مارنا محرم کے لئے جائز نہیں ہے اگرچہ وہ موذی ہو، ہاں اگر جو شخص محرم نہ ہو وہ کسی موذی جانور کو (جو ان مذکورہ پانچ جانوروں کے علاوہ ہو) حرم میں مار سکتا ہے۔ لیکن غیر موذی جانور کو حرم میں کوئی بھی نہیں مار سکتا۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

"بیشک یہ شہر (مکہ) ایسا شہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان و زمین کو پیدا فرمایا تھا اسی دن اس شہر کو "شہر محترم" ٹھہرا دیا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حرمت کے باعث یہ شہر حرام رہے گا، نہ اس میں شکار کیا جائے گا، نہ اسکے درخت کاٹے جائینگے، نہ گھاس کھودی جائیگی۔"

(۲) انہیں یہ بات بتادیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو جو بھی ایذا دے گا وہ کسی طرح قابل احترام نہیں ہے، چاہے وہ انسان ہو یا حیوان ہو۔ لہٰذا اگر کوئی شخص حرم میں آمادۂ قتل و قتال ہو جائے تو اس سے قتال کیا جائے اور اسے قتل کردیا جائے۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے احکام کا صحیح علم اور ان پر صحیح عمل کی توفیق عطا کرے۔ اور ہر مسلمان کو ہر قسم کی ایذاء سے محفوظ رکھے۔ آمین

تین ممنوع اور تین مکروہ کام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّهَاتِ وَ وَاْ دَالْبَنَاتِ وَ مَنْعًا و "هَاتِ" وَكَرِهَ لَكُمْ ثَلاثًا قِيل و قال وَكَثْرَةِ السُّؤالِ وَاِضَاعَةِ الْمَالِ.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تم پر (تین باتیں) حرام کی ہیں، ماں کی نافرمانی کرنا، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا اور دوسروں کے حقوق ادا نہ کرنا مگر اپنے حقوق کا مطالبہ کرنا اور تین باتیں مکروہ بتائی ہیں بے ضرورت قیل وقال کرنا، لوگوں سے بہت زیادہ سوال کرنا (مانگنا) مال ضائع کرنا۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: "تحریم" کا لفظ حرام سے ماخوذ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز سے لوگوں کو روک دیا جائے کہ وہ حرام شدہ امر کا ارتکاب نہ کریں۔ حدیث شریف میں تین محرمات (حرام کردہ باتیں) بتائی گئی ہیں جو انتہائی درجہ کی ممنوعات ومحرمات میں سے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک گناہ کبیرہ ہے۔ (سب سے پہلی بات تو والدین کی نافرمانی (بشرطیکہ ان کا حکم خلافِ شریعت نہ ہو۔)

اگرچہ نافرمانی ماں باپ دونوں ہی کی حرام ہے لیکن حدیث شریف میں صرف ماں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ باپ کی نسبت ماں کے حقوق زیادہ ہیں، اس لئے صرف ماں کی ہی نافرمانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ (احقر مترجم ایک وجہ یہ بھی سمجھتا ہے کہ چونکہ عام طور پر اولاد اپنی ماں سے شوخ اور نڈر رہتی ہے۔ اسلئے اسکے حکم کو ٹال دیتی ہے، اس وجہ سے بھی ماں کی نافرمانی سے روکا گیا ہے)

دوسری بات جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہے وہ بیٹیوں کو زندہ دفن کرنا اور انہیں مار ڈالنا ہے۔ جیسا کہ عرب کے لوگ اپنے خود ساختہ تصور عزت وغیرت کے تحت کیا کرتے تھے اور اپنی بیٹیوں کو پیدا ہونے کے بعد زندہ درگور کردیتے تھے۔ اور آج کل رواج ہوگیا ہے بچہ کی ولادت سے پہلے ہی اسقاط کرا دیا جاتا ہے۔ (بعض صورتوں میں اس کا حکم بھی یہی ہوگا۔)

اور تیسری بات جو حرام کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آدمی دوسروں کے حقوق کی ادائیگی تو نہ کرے مگر دوسروں سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا رہے۔ یا یہ کہ خود تو اپنی چیز دوسروں کو نہ دیتا ہو لیکن دوسروں کی چیزیں ان سے خوب مانگتا رہے۔ اس حدیث شریف میں یہ تین باتیں مکروہ ٹھہرائی گئی ہیں۔

(۱) بے ضرورت قیل وقال کرنا (۲) لوگوں سے بہت زیادہ سوال کرنا اور ہر ایک سے ہر ایک چیز مانگتے رہنا۔ اور (۳) اپنے مال کو ضائع کرنا، شریعت کے خلاف گناہ کے کاموں میں مال خرچ کرنا، اسی طرح شادی وغیرہ کی تقریبات میں فضول خرچی اور اسراف بھی مال کو ضائع کرنا ہے اور معصیت ہونے کی وجہ سے بالکل حرام وناجائز ہے۔ قیل وقال میں یہ بات بھی داخل ہے کہ سنی سنائی باتیں تحقیق کے بغیر دوسروں سے بیان کرے۔ کثرت سوال میں بے ضرورت باتوں کا سوال اور ان کی کھود کرید بھی شامل ہے۔

ضروری ہدایت

اپنے دوستوں کو حدیث مذکور کی تشریح کا ایک ایک جملہ سمجھائیں۔ اور اچھی طرح ذہن نشین کرادیں۔

دُعا کیجئے: دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام وہ کام کرنے والا بنائے جو اس کے ہاں پسندیدہ ہیں۔ آمین

خدائی اعلان جنگ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِا الْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مَا افْتَرَضْتُهٗ عَلَیْهِ وَلَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِا النَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ.

ترجمہ: جس نے بھی میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو میں اس سے اعلان جنگ کر دیتا ہوں۔ اور میرا کوئی بندہ کسی چیز سے بھی میرا تقرب حاصل نہیں کرتا۔ جو مجھے ان فرائض سے زیادہ پسندیدہ ہو جو میں نے بندے پر فرض کئے ہیں، اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں۔ (بخاری)

تشریح: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات اللہ تعالیٰ سے نقل فرمائی ہے۔ ایسی حدیث کو "حدیث قدسی" کہتے ہیں۔

حدیث شریف کا ترجمہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ چند باتیں مزید لکھی جارہی ہیں کہ اولیاء اللہ سے عداوت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اولیاء اللہ سے بغض اور دشمنی کا معاملہ نہ کیا جائے۔ انہیں ایذاء وتکلیف نہ پہنچائی جائے۔ اولیاء اللہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

ایسے لوگوں سے جو شخص دشمنی رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے اعلانِ جنگ فرمارہے ہیں۔ اب آگے یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس سے اعلان جنگ فرما دیا ہو اسے کون پناہ دے سکتا ہے۔ اور کہاں پناہ دے سکتا ہے۔ دونوں جہان میں کہیں بھی اس کا ٹھکانہ نہیں ہے۔ "وَمَا تقرب" سے ایک دوسرا مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے جو طریقہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے وہ یہ ہے کہ اس نے جو باتیں اپنے بندوں پر فرض کی ہیں ان کی ادائیگی کی جائے۔ فرائض کو ترک کر کے صرف نوافل سے اس کا قرب حاصل نہیں ہوتا۔ ہاں فرائض کی تعمیل کے بعد قرب خداوندی کے حصول میں نوافل کو بہت بڑا دخل ہے۔ نوافل ہی کے ذریعہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ اور یہ سب سے بڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کو محبوب بنالیں۔

ضروری ہدایات

(۱) "حدیث قدسی" اگرچہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے مگر یہ "قرآن مجید" نہیں ہے، اس کے نماز میں پڑھنے سے قرآت قرآن کا فرض ادا نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ قرآن نہیں ہے۔ بلکہ یہ "وحی غیر متلو ہے۔ (جس کی تلاوت نہیں کی جاتی۔)

(۲) جو لوگ اولیاء اللہ کو ایذا دیتے ہوں اور اصحاب تقویٰ مومنین اور مومنات کو کسی بھی طرح تکلیف پہنچاتے ہوں۔ ایسے لوگ بہت بڑے گناہ اور خطرناک کام کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ اولیاء اللہ کو ایذا خواہ زبان سے پہنچائی جائے یا ہاتھ سے پہنچائی جائے۔ سب کا حکم ایک ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب کو نیک بنائے اور اپنے نیک بندوں سے محبت کرنے والا بنائے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنے اولیاء کی رفاقت عطا کرے۔ آمین

مومن کی شان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤمِنْ اَمْرُهٗ كُلُّهٗ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَالِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤمِنْ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهٗ .

ترجمہ: مومن کا حال کتنا عجیب ہے (اور صرف یہی ایک، حال کیا؟) اسکا تو سارا ہی حال عجیب ہے۔ اور یہ صورت حال مومن کے سوا کسی اور کی نہیں ہے۔ اس کو جب کوئی خوشی ہوتی ہے تو وہ اس کا شکر ادا کرتا ہے، تو یہ خوشی اسکے حق میں موجب خیر ہوگئی، اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچ جاتی ہے تو وہ اس پر صبر کر لیتا ہے، اسکی وجہ سے وہ تکلیف بھی موجب اجر و ثواب ہوجاتی ہے۔ (بخاری و مسلم) (انشاء)

تشریح: عجیب وعجب اور تعجب وغیرہ الفاظ اس جگہ پر بولے جاتے ہیں جب کوئی بڑی انوکھی بات سامنے آئے جس سے انسان کو مسرت آمیز حیرت و تعجب ہو اور حدیث شریف میں "امر المومن" کا جو فقرہ آیا ہے، اس کا مطلب ہے مومن کی شان اور مومن کا حال، اور مومن سے یہاں مومن کامل مراد ہے جو اپنے ایمان میں بالکل صادق ہو۔ ناقص الایمان اور غیر صادق الایمان مومن ہرگز یہاں مراد نہ لیا جائے گا۔ کیونکہ حدیث شریف میں جس مومن کے حال پر مسرت و تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔ مومن غیر کامل اس کا مصداق نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ایسے شخص کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ جب کبھی بھی اسے کوئی بھلائی اور خوشی پہنچتی ہے تو وہ کار خیر کی انجام دہی چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اور جب کوئی تکلیف و رنج پہنچتا ہے تو بے صبر ہوکر جزع فزع اور واویلا شروع کر دیتا ہے اور احسان فراموشی پر اتر آتا ہے۔ برخلاف مومن کامل کے کہ وہ ہر مسرت و خوشی کے موقع پر خواہ کسی قسم میں بھی خوشی ہو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا اور مزید لطف و کرام کا مستحق ہوتا ہے اور اگر اسے کسی قسم کا رنج وغم یا تکلیف ہوتی ہے (کوئی مرض ہو جاتا ہے) یا پھر کوئی ضرورت یا حاجت پیش آجاتی ہے محنت ومشقت میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ تو وہ ہر صورت حال پر جزع وفزع کرنے کے بجائے صبر کرتا ہے۔ اور اپنے اس صبر کے نتیجہ میں اجر و ثواب کا حقدار بن جاتا ہے۔ ایسے شخص کے لئے یہ خوشی کیا کم ہے کہ وہ عند اللہ صابرین و شاکرین میں شمار ہوا، اور صبر و شکر کی وجہ سے بلند درجات پر فائز ہوجائے۔

یہ عجیب رسم دیکھی کہ بروز عید قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو ایمان اور اہل ایمان کی فضیلت بتایئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث زیر درس میں جن لوگوں کی خوبی و فضیلت بیان کی ہے انہیں یہ مقام ایمان اور تقویٰ ہی کی بدولت حاصل ہوا ہے۔

(۲) دوستوں کو شکر کا مقام اور اس کی فضیلت سمجھایئے اور بتایئے کہ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کی حمد و ثناء کی جائے اور اس کے ساتھ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے شکر کی ادائیگی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی دی ہوئی نعمت (مال، دولت، عقل وفہم، قوت وطاقت غرضیکہ ہر نعمت) اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہ صرف کی جائے۔)

دُعا کیجئے: دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ ناشکری و بے صبری سے بچائے آمین

استغفار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

" یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَاسْتَغْفِرُوْہُ فَاِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْہِ فِی الْیَوْمِ مِائَۃَ مَرَّۃٍ "

ترجمہ: اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی مغفرت چاہو، میں خود اس سے ایک دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں۔ (مسلم)

تشریح: حدیث زیر درس میں " یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ " کے عام خطاب سے لوگوں کو مخاطب فرمایا گیا ہے۔ اس عنوان کے تحت بظاہر ہر انسان مخاطب ہے۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت۔ مگر واقعتہً ایسا نہیں ہے۔ یہ عنوان اگرچہ عام ہے لیکن اس سے مراد صرف اہل اسلام وایمان ہی ہیں۔ کیونکہ کفار سے سب سے پہلا مطالبہ ایمان واسلام ہی کا کیا جائے گا۔ ایمان کے بعد ہی وہ گناہوں سے توبہ اور دوسرے احکام کے مخاطب ومکلّف ہوں گے۔

لوگوں کو ندائے عام کے ذریعہ مخاطب کر کے انہیں توبہ کا حکم دیا گیا ہے۔ "توبہ" کا لفظ عربی لغت کی رو سے کئی معنوں میں بولا جاتا ہے۔ اس کے ایک معنی تو وہی ہے جو عام طور پر اس سے سمجھا جاتا ہے اور اردو میں یہ جس مفہوم میں مستعمل ہے۔ مگر عربی میں یہ لفظ "رجوع ہونے" اور "متوجہ ہونے" کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ اور غور کیا جائے تو یہ بات گھوم پھر کر ایک ہی ہو جاتی ہے۔ یہاں بھی مطلب یہی ہے کہ اے لوگو! اللہ کے مقرر کردہ فرائض و احکام کی بجا آوری اور اس کی ممنوعات ومحرمات سے اجتناب کرتے ہوئے ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہو اور اپنے نادانستہ گناہوں کی معافی ومغفرت اس سے طلب کرتے رہا کرو۔

گناہوں سے استغفار کے لئے متعدد طریقے ہیں۔ چاہیں تو اَسْتَغْفِرُ اللّٰہِ (میں اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں) کہیں اور چاہئیں تو " اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ " (اے اللہ!! میرے گناہ بخش دے" کہیں۔ چاہئیں تو " رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ " کہیں۔ مگر یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ قابل قبول استغفار وہی ہے جو ترک معصیت کے ساتھ ہو۔ ورنہ گناہ کئے جانا اور صرف زبان سے استغفر اللہ کہتے رہنا تو استغفار کا مذاق اڑانا ہے۔

اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو توبہ واستغفار کی تلقین فرمانے کے ساتھ ساتھ اپنا معمول بھی بتادیا کہ "میں خود بھی اللہ تعالیٰ سے دن بھر میں سو بار توبہ واستغفار کرتا ہوں۔ اس سے آپ کا مقصد یہی ہے کہ لوگ میرا معمول سن کر اس کی ضرورت واہمیت سمجھ لیں اور اپنی زندگی میں بھی اس کو معمول بنا لیں۔ جب وہ ہستی سو بار استغفار کرتی رہتی ہے جس کی بخشش ہو چکی ہے تو گناہ گار امتی کو کس قدر استغفار کرنا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آپ کے ذکر کی گنتی شمار کیا کرتے تھے کہ آپ یہ کلمات ایک مجلس میں سو بار فرمایا کرتے تھے۔ وہ کلمات یہ ہیں " رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ " (اے میرے پروردگار! مجھے بخش دیجئے اور میرے حال پر توجہ فرمایئے بے شک وبے شبہ آپ ہی توجہ فرمانے والے مہربان ہیں)

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال عبدیت اور کمال

معرفت کی بات بھی تھی کہ گناہوں سے معصوم ومحفوظ ہونے کے باوجود توبہ واستغفار میں اتنی رغبت اور اتنی مشغولیت رکھتے تھے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتایئے کہ توبہ کے صحیح ودرست اور قابل قبول ہونے کی چار شرطیں ہیں۔

اول شرط تو یہ ہے کہ گناہ سے فوراً باز آجائے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ بلا تاخیر فوراً استغفار کرے۔ یعنی "اَسْتَغْفِرُ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ" وغیرہ کسی عنوان سے گناہ پر توبہ بھی کرے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس معصیت پر نادم وشرمندہ بھی ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ آئندہ کے لئے اس بات کا عزم بالجزم اور پکا ارادہ بھی کرلے کہ دوبارہ گناہ نہ کرے گا اور اگر اس گناہ کا تعلق کسی انسان سے ہو (مثلاً کسی کو کوئی جھوٹی تہمت لگائی ہو یا بغیر اجازت اس کا مال یا کوئی چیز کھائی ہو یا کسی کو مارا پیٹا ہو) تو ایسے گناہ سے توبہ کے لئے یہ پانچویں شرط بھی ہے کہ اس انسان سے معافی چاہے اور جو مال وغیرہ لیا ہے اسے واپس کرے، یا مارا پیٹا ہے تو اسے موقع دے کہ وہ اپنا بدلہ لے لے۔

(۲) توبہ اور استغفار دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں۔ جو شرطیں صحت توبہ کے لئے اوپر مذکور ہوئیں استغفار میں بھی وہی شرطیں ملحوظ رہیں گی۔ صرف زبان سے استغفر اللہ کہہ لینا استغفار شمار نہ ہوگا جب تک کہ اس گناہ پر ندامت نہ ہو اور آئندہ کے لئے ترک کا عزم اور پکا ارادہ بھی ہو۔

(۳) یوم کا لفظ عربی زبان میں روز کے معنی میں بولا جاتا ہے جس میں دن اور رات دونوں ہی آجاتے ہیں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق جو آیا ہے کہ آپ دن بھر میں سو بار توبہ کرتے تھے، اس کا مطلب یہی ہے کہ دن رات میں یہ ورد رہتا تھا۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توبہ واستغفار کی توفیق دے، گناہوں ونافرمانی سے محفوظ رکھے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
عَبْدِكَ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

جو شخص روزانہ اس درود شریف کی پابندی کرے وہ جنت کے خاص پھل اور میوے کھائے گا۔ (ص ۱۷۳)

مجاہد کا تعاون کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

وَمَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ بِخَيْرٍ فَقَدْ غَزَا.

ترجمہ: اور جس شخص نے کسی غازی فی سبیل اللہ کے لئے سامان جہاد مہیا کر دیا تو گویا اس نے جہاد میں شرکت کر لی اور جس شخص نے کسی مجاہد فی سبیل اللہ کے گھر والوں کی اچھے طور پر دیکھ بھال رکھی تو گویا اس نے بھی جہاد میں شرکت کر لی (اسے بھی وہی ثواب ملے گا۔) (بخاری ومسلم)

تشریح: اس زیر درس حدیث سے اس تعاون کی حقیقت ومفہوم پر اچھی طرح روشنی پڑ جاتی ہے۔ اس حدیث میں کارِ خیر میں تعاون کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ جن سے بات کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

پہلی صورت تعاون یہ ہے کہ کہیں اہل کفر سے جہاد ہو رہا ہے۔ ایک شخص جسمانی قوت وطاقت نہیں رکھتا مگر مال ودولت رکھتا ہے، وہ جہاد میں خود تو شرکت نہیں کر سکتا۔ لیکن دوسرے مجاہدین کے لئے آلات حرب مہیا کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں ایسا ہی سمجھا جائے گا کہ وہ شریک جہاد ہوا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ایک مومن اپنی معذوری ومجبوری کے باعث میدان جنگ تک نہیں جا سکتا، مگر دوسرے مجاہدین کے گھر والوں کی خبر گیری اور ان کی خدمت کر دیتا ہے کہ مجاہدین بےفکر ہو کر جہاد میں حصہ لے سکیں، تو یہ شخص بھی مجاہدین جیسا سمجھا جائے گا اور جہاد کا ثواب پائے گا۔ مگر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ان دونوں کی نیتیں بہر حال صحیح ہونی چاہئیں کیونکہ نیت کی درستی تو خود اصل مجاہد کے لئے بھی ضروری ہے۔

لہٰذا اگر کوئی شخص مجاہد فی سبیل اللہ کو "سامان حرب" نام ونمود کی نیت سے فراہم کرتا ہے یا اس طور پر اپنی قوم وقبیلہ یا ملک کی مدد مقصود ہو، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ارادہ نہیں ہے تو ایسے شخص کو غزوہ اور جہاد کی شرکت کا ثواب نہ ملے گا۔

اسی طرح جو شخص کسی مجاہد کے گھر والوں کی خبر گیری کے بہانہ سے ان کی عزت وآبرو سے کھیلتا ہے یا انہیں ایذا پہنچاتا ہے تو وہ بھی مجاہد وغازی کے ثواب سے محروم رہے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو فریضۂ جہاد سے روشناس کیجئے اور بتایئے کہ جہاد فی سبیل اللہ اگرچہ "فرض کفایہ" ہے جو بعض لوگوں کے ادا کرنے سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔ سب کی شرکت ضروری نہیں ہوتی۔ لیکن کبھی کبھی کسی وقت یہ جہاد "فرض عین" (ہر مسلمان کے لئے فرض) ہو جاتا ہے۔ جب کبھی اہل کفر اہل اسلام کے کسی شہر یا کسی سرحد پر چڑھائی کر کے حملہ آور ہو جائیں تو ان کا دفاع مملکت اسلامیہ کے ہر مسلمان شہری پر ضروری ہو جاتا ہے۔

اور اگر "امام المسلمین" کچھ لوگوں کو جنگ وجہاد کے لئے متعین طور پر نامزد کر دیں تو ان لوگوں کے حق میں تو یہ جہاد "فرض عین" ہی ہو جائے گا۔

اور اگر "امام المسلمین" جہاد کے لئے "نفیر عام" (سب لوگوں کے نکل پڑنے) کا اعلان کر دیں تو اس صورت میں مملکت کے جملہ اہل اسلام پر جہاد فرض ہو جائے گا۔

دُعا کیجئے: ہمیں اللہ تعالیٰ غازیوں کی زندگی اور شہادت کی موت عطا کرے۔ آمین

سات مہلک کام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا هُنَّ قَالَ: اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبَا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّىْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ .

ترجمہ: سات ہلاک کردینے والی باتوں سے دور رہو۔ حضرات صحابہؓ نے دریافت کیا کہ وہ باتیں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ کے ساتھ (اس کی ذات یا صفات میں) کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، ناحق جان لینا کسی کو قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، کفار سے مڈبھیڑ کے وقت (میدان جنگ) جہاد سے بھاگ جانا، سیدھی سادی مومن عورت پر تہمت لگانا۔ (مسلم)

تشریح: یہ حدیث شریف بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مروی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات ہلاک کردینے والی باتوں سے دور رہو، ان کے قریب بھی نہ جاؤ، ان کی طرف دیکھو بھی نہیں، کیونکہ یہ باتیں تمہارے حق میں بہت زیادہ نقصان دہ اور ضرر رساں ہیں۔ ان باتوں سے اجتناب کا حکم وجوب کے لئے ہے۔ لہذا کسی صاحب ایمان کے لئے ان باتوں کا ارتکاب درست نہیں ہے۔

ان گناہوں کو زیر درس حدیث میں "موبقات" فرمایا گیا ہے یعنی مہلکات (ہلاکت والی چیزیں) جو شخص ان کا ارتکاب کرے گا وہ ہلاک ہوگا، قیامت میں عذاب دوزخ کا مستحق ٹھہرے گا۔ اور جب حضرات صحابۂ کرامؓ نے ان کی تفصیل دریافت کی تو آپ نے تفصیل ارشاد فرمائی کہ وہ سات مہلکات یہ ہیں: (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کرنا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی بھی عبادت کرنا، یہ دوسرا معبود کوئی بھی بنالیا گیا ہو۔ (خواہ فرشتہ ہو، خواہ کوئی نبی ہو جیسے حضرت عیسیٰ و حضرت عزیر، یا کوئی ولی ہو، یا کوئی ستارہ ہو، چاند سورج ہو، حجر و شجر ہو) اور اس کی عبادت کی کوئی بھی صورت ہو سب شرک ہے (مثلاً اس سے دعا مانگی جائے، اس کے نام پر جانور ذبح کیا جائے جیسے شیخ سدو کا بکرا، یا غیر اللہ کے لئے نذر ہو)۔ (۲) سحر و جادو کرنا۔ کسی انسان پر جادو کرنا کہ اس کی عقل جاتی رہے یا وہ جائز طور پر جس سے محبت کرتا ہے وہ محبت جاتی رہے، یا اسے کوئی جسمانی تکلیف اور ضرر پہنچایا جائے۔ (۳) کسی کا ناحق قتل خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو، چھوٹا بچہ ہو یا بڑا ہو (نس بندی بھی اسی ذیل میں آتی ہے) (۴) سود کا مال کھانا۔ سود یہ ہے کہ کسی کو رقم قرض دے کر اس سے زیادہ وصول کرنا۔ یہ رقم تھوڑی ہو یا زیادہ۔ اسی طرح دو چیزوں کی خرید و فروخت جو ایک ہی جنس کی ہوں مگر دونوں کی مقداروں میں کمی بیشی کا فرق ہو (مثلاً پانچ کلو گیہوں کے بدلے میں سات کلو گیہوں لینا دینا) (۵) یتیم کا مال کھانا چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ، اس کا پیسہ ہو یا کھانے پینے کی چیز ہو (اس کی اپنی ہو یا کسی نے اسے دی ہو) کھانا جائز نہیں ہے۔ (۶) جب کفار و اہل اسلام میں دینی جہاد ہو رہا ہو تو عین مڈبھیڑ کے وقت میدان جنگ سے بھاگ جانا۔ (۷) بھولی بھالی سادہ لوح پاک دامن ایمان والی عورتوں پر تہمت تراشی کرنا۔

ضروری ہدایات

(۱) حدیث شریف کی تشریح مذکور کا ایک ایک جملہ تفسیر و تشریح کرتے ہوئے لوگوں کو سنائیے۔ جو بات واضح نہ ہوئی ہو اسے عام فہم انداز میں اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ لوگ اچھی طرح مطلب سمجھ لیں۔

(۲) لوگوں کو سمجھا دیجئے کہ یہ سات باتیں زبان رسالت کے مطالب مہلکات ہی ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ بھی اور بہت سے گناہ کبیرہ ہیں جن کا بڑا گناہ ہوتا ہے۔ جیسے زنا ہے، چوری ہے، جھوٹ بولنا ہے۔ غیبت اور چغلی ہے، نفاق ہے، کبر اور گھمنڈ میں مبتلا ہونا ہے۔ مسلمان کو گالی دینا وغیرہ ہیں۔

(۳) انہیں بتا دیجئے کہ جادو کا اثر جب ظاہر ہو جائے اور یہ بات متعین ہو جائے کہ یہ جادو ہی کا اثر ہے تو اسلامی حکومت میں اس کی سزا قتل ہے۔

(۴) یتیم کا مال کھانے میں کتنا بڑا گناہ ہے۔ اسے سمجھانے کے لئے سورہ نساء کی یہ آیت " اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نَارًا. وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۔ (ترجمہ: جو لوگ یتیموں کا مال ظلم و زیادتی کے طور پر کھاتے ہیں تو وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔ اور عنقریب ہی وہ دوزخ میں داخل ہوں گے) اور دانستہ اور بطور ظلم کسی کی جان لینے والے کا ٹھکانہ تو دوزخ ہے۔

دُعا کیجئے

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان ہلاکت خیز کاموں سے بچائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ
النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَسَلِّمْ

جو شخص جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھے اُس کو خواب میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگی۔ پانچ یا سات جمعہ تک پابندی سے اسکو پڑھیں۔ (ص ۱۶۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَاتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُما كُنْتَ وَاتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمحُهَا وَ خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ

ترجمہ: ترجمہ حدیث:۔ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ چاہے جہاں بھی رہو اور جب بھی کوئی گناہ ہو جائے فوراً اس کے بعد ہی نیک کام کرلو، وہ نیکی اس برائی کو مٹا دے گی۔ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آیا کرو۔ (ترمذی شریف)

تشریح: یہ حدیث شریف بظاہر الفاظ یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وصیت ہے کسی ایسے شخص کے لئے جس نے آپ سے خود وصیت کی فرمائش کی ہو یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ عنایت اپنے اصحاب کرامؓ میں سے کسی صحابی کو بطور خود یہ وصیت فرمائی ہے جنہیں آپ نے اس وصیت کا مستحق سمجھا ہوگا۔

یہ وصیت مبارکہ اگرچہ تین باتوں کے حکم پر مشتمل ہے لیکن اس کی معنی خیزی پر اگر غور کیا جائے تو یہ وصیت ہر طرح کے صلاح وکمال کی بنیادی باتوں پر مشتمل نظر آئے گی۔ جیسا کہ آئندہ بیان سے واضح ہو جائے گا۔

(۱) تقویٰ: جو اس مراقبہ سے حاصل ہو جاتا ہے جو درس سابق کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔ اس مراقبہ کی صورت یہ ہے کہ بندۂ مومن جب بھی کوئی نیک کام کرے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اور اس کی خوشنودی کو مدنظر رکھے۔ خواہ وہ کام دوسروں کے سامنے کر رہا ہو یا خلوت اور تنہائی میں کر رہا ہو۔

اسی طرح وہ جب کوئی برا کام کرنے سے روک رہا ہو تو اس وقت اس ترک گناہ میں بھی صرف اللہ تعالیٰ اور اس کی رضا جوئی پیش نظر رکھے۔ یہ سوچتا رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ یہ تصور و مراقبہ ہر حالت میں رہنا چاہئے۔ جلوت کی حالت ہو یا خلوت کی۔ اس معنی خیز وصیت کو ان لفظوں میں ارشاد فرمایا گیا ہے اِتَّقِ اللّٰهَ حَيْثُمَ مَاكُنْتَ۔

(۲) برائی کے پیچھے نیکی کرلو: اس ارشاد گرامی کی بنیاد بھی اس مراقبہ پر ہے کہ بندۂ مومن کو چاہئے کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو حضورِ رب اور اس کا جواب دہ تصور کرے۔ جس وقت بھی اس کے قدم پھسل جائیں اور کوئی ایسا کام کر بیٹھے جو حق تعالیٰ کی ناراضگی وغضب کا سبب ہو جائے تو وہ فوراً اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے (یہ دھیان میں رکھتے ہوئے کہ وہ مجھے دیکھ رہے ہیں) کوئی نیک کام بھی کرلے، یہ نیک کام اس برے کام پر ہونے والی خدائے تعالیٰ کی ناراضگی کو ختم کردے گا (جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں ہے "اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ او کما قال یعنی صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔)

برائی اور گناہ کی کوئی بھی صورت ہو، کسی فرض وواجب کا ترک ہوا ہو، یا کسی حرام وممنوع کا ارتکاب ہوا ہو، دونوں ہی صورتوں میں برائی کے بعد نیکی کرلے تو اس برائی کا اثر جاتا رہے گا۔ اسی بات کو حدیث کے دوسرے فقرے میں فرمایا گیا ہے۔" اِتَّبِعِ السَّيِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمحُهَا "(برائی کے پیچھے نیکی لگا دو، برائی کو مٹا دے گی۔

(۳) لوگوں سے خوش اخلاقی سے پیش آؤ: یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری نصیحت ووصیت ہے کہ لوگوں کے ساتھ

خوش اخلاقی کا برتاؤ رکھو۔ اسے سمجھنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کافی ہے کہ ''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مومن کامل نہ ہوگا جب تک کہ وہ اس مقام پر نہ پہنچے کہ جو بات وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہو وہی بات اپنے دوسرے بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔ صرف زبانی خوش اخلاقی کافی نہیں ہے۔ کہ وہ صرف خوش گفتاری ہے۔ اخلاق کا منشا تو دل ہے۔ دل میں دوسرے کا اکرام۔ اپنا عجز ہونا چاہئے۔ دلی تقاضے سے جو خوش اخلاقی برتی جاتی ہے اس کا اثر دوسرے کے دل پر پڑتا ہے۔ حدیث شریف میں اسی دلی خوش اخلاقی کی بات فرمائی گئی ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو ''تقویٰ'' کی حقیقت بتایئے اور یہ سمجھایئے کہ تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ دین کے فرائض و واجبات کی بجا آوری کرنا اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کو حرام وممنوع قرار دیا ہے ان سے دور رہنا (اور یہ سب صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے ہو) یہی اصل تقویٰ ہے۔

(۲) لوگوں کو بتا دیجئے کہ ہر گناہ کی توبہ علی الفور (بروقت) ہونی چاہئے تاخیر کرنا درست نہیں ہے۔ حدیث زیر درس کا یہ فقرہ اِتَّبِعِ السَّیِّئَةَ الْحَسَنَةَ تَمْحُهَا بھی توبہ علی الفور پر مبنی ہے جب بھی گناہ ہو جائے فوراً کوئی نیک کام کرلو اور خود توبہ کر لینا اور اللہ تعالیٰ کی طرف دل سے متوجہ ہو جانا بھی ایک نیک کام ہے۔

(۳) اپنے دوستوں کو مکارم اخلاق بتایئے اور بتایئے کہ قیامت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جنتی ہمنشیں یہی مکارم اخلاق والے اصحاب کرام ہوں گے (جیسا کہ ترمذی شریف کی حدیث میں ہے) آپ نے فرمایا ہے قیامت میں تم میں سے زیادہ محبوب اور مجلس میں مجھ سے زیادہ قریب وہی لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہوں گے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس وصیت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اس کی خلاف ورزی سے بچائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

ظہر کی نماز کے بعد یہ درود شریف سو مرتبہ پڑھنے والے کو تین باتیں حاصل ہوں گی۔

۱۔ کبھی مقروض نہ ہوگا۔

۲۔ اگر قرض ہوگا تو وہ ادا ہو جائے گا خواہ جتنا بھی قرض ہو۔

۳۔ قیامت کے دن اس کا کوئی حساب نہ ہوگا۔ (ص ۱۶۲)

صالحین کا انعام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : اَعَدْتُ لِعِبَادِي الصَّالِحِيْنَ مَالَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ وَاقْرَءُ وْا اِنْ شِئْتُمْ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ .

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہوگا (اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل فرمانے کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مجلس صحابہ کرامؓ سے یہ بھی فرمایا کہ اگر تم لوگ چاہو تو اس موقع پر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لو اس کا مطلب بھی یہی ہے (اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ) کسی کو بھی ان چیزوں کا علم نہیں ہے جو ان کی آنکھوں کو ٹھنڈی کرنے والی چیزیں ان سے پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: اس قسم کی حدیث جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے منسوب فرما کر کوئی بات نقل فرمائیں حدیث قدسی کہلاتی ہے۔ گذشتہ صفحات میں بھی ایسی حدیث گزر چکی ہے۔ ایک حدیث قدسی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی فرمایا ہے: ''اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِيْ رَوْعِيْ'' (یعنی روح القدس جبرئیل نے میرے دل میں یہ بات ڈالی) کہ '' لَا تَمُوْتُ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا وَاَجَلَهَا'' (کوئی جاندار اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ اپنی قسمت میں لکھی ہوئی روزی پوری حاصل نہ کرلے اور جب تک اس کی مدت حیات پوری نہ ہو جائے۔

یہ حدیث بھی اسی قسم کی ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ مہیا کر رکھا ہے جو نہ تو آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں نے سنا ہے، نہ کسی انسان کے دل میں اس کا خیال گزرا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے وہ لوگ ہیں جو جملہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پوری پوری ادائیگی کرتے ہوں، اس لئے اس طبقہ میں جملہ صالحین داخل ہیں خواہ وہ انبیاء و رسل ہوں یا اولیاء و شہداء ہوں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے ''عبادی'' (میرے اپنے بندے) فرما کر ان کی عزت افزائی فرمائی ہے۔ جنت کی نعمتوں کی کوئی تفصیل بتانے کے بجائے ایسی تعبیر اختیار فرمائی جو مختصر سے مختصر اور پھر جنت کی تمام نعمتوں کو محیط ہوگئی۔ '' مَا لَا عَيْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ '' کے مختصر سے تین فقروں میں جنت کے محلات و قصور۔ اس کے باغات و انہار، اس کے حور و غلمان، اس کے فواکہ و اثمار، اس کے ماکولات و مشروبات، وہاں کے لباس و پوشاک، اس کے سامان آسائش و آرائش سب ہی چیزیں تو ایک لفظ ''ما'' کے عموم کی وجہ سے ان تین فقروں میں سمٹ کر آ گئی ہیں۔

آخر میں سورۂ سجدہ کی آیت تلاوت فرما کر گویا حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث قدسی کو اللہ تعالیٰ ہی کے دوسرے کلام سے بھی ثابت فرمادیا۔

ضروری ہدایات

(۱) صلاح و نیکوکاری اور نیکوکار صالحین کی فضیلت دوستوں کو بتایئے کہ صلاح کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ شریعت کے احکام اور اس کے بتائے ہوئے عقائد اور تعلیم کی ہوئی عبادات و اخلاق و آداب پر عمل کیا جائے جو لوگ ایسے وصف صلاح سے متصف ہوتے ہیں وہ صالحین کہلاتے ہیں۔ جن کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یوں دعا فرمائی ہے: ''وَاَلْحِقْنِیْ بِا الصّٰلِحِیْنَ'' (اے اللہ! مجھے صالحین کے ساتھ شامل کردیجئے۔ اور جن کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے یوں دعا فرمائی ہے ۔'' وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ فِیْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ (اے اللہ! اپنی رحمت سے مجھ کو اپنے نیک بندوں میں داخل فرمادیجئے۔

دُعا کیجئے

سب کو اللہ تعالیٰ نیک وصالح بنائے' اور اپنے انعامات سے نوازے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
بِعَدَدِ کُلِّ دَاءٍ وَّ دَوَاءٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

ہر درد اور بیماری دور ہونے کے لئے اول و آخر مذکورہ درود شریف پڑھیں
اور درمیان میں مع بسم اللہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کریں۔ (ص۱۶۰)

سات باتوں کا حکم

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سات باتوں کا حکم دیا۔

لِعِيَادَةِ الْمَرِيْضِ وَ بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ وَتَشْمِيْتِ الْعَاطِسِ وَعَوْنِ الضَّعِيْفِ وَنَصْرِ الْمَظْلُوْمِ وَاِفْشَاءِ السَّلَامِ وَاِبْرَاءِ الْمُقْسِمِ .

ترجمہ: (۱) مریضوں کی عیادت۔(۲) جنازہ میں شرکت۔(۳) چھینکنے والا جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے۔تو اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ الله کہنا (۴) ضعیف اور کمزور آدمی کی مدد کرنا۔(۵) مظلوم آدمی کی مدد کر کے اسے ظلم سے بچانا (۶) سلام مسنون کو رواج دینا۔(۷) قسم کھانے والے کی قسم پوری کرا دینا۔(بشرطیکہ کسی ناجائز بات کی قسم نہ ہو)

تشریح: (۱) بیمار کے پاس جانا، مریض اپنے گھر پر ہو یا شفاخانہ اور تیمار خانہ (نرسنگ ہوم) میں ہو، عیادت کے لئے مرض ہونے کے تین دن بعد جانا مستحب ہے (بعض بیماریوں میں عیادت کو نہ جانا چاہئے، آشوب چشم میں یا پوشیدہ جگہ کوئی پھوڑا پھنسی ہو) جب بیمار کی عیادت کو جائے تو اس کے لئے دعا کرے'' اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْهِبِ الْبَاسَ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِىْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقْمًا۔ (۲) اور جنازہ میں شرکت کرنا، اس کے ساتھ قبرستان جانا، نماز جنازہ اور دفن میں شرکت کرنا اس کے لئے دعائے مغفرت کرنا۔(۳) چھینکنے والا جب الحمدللہ کہے تو اس کے جواب میں ''یَرْحَمُکَ اللّٰهُ'' کہنا اور یَغْفِرُ اللّٰهُ لِیْ وَلَکَ'' یا یوں کہے'' يَهْدِيْکَ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَکَ'' (۴) کمزور اور بے زور کی مدد کی جائے کہ کوئی اس پر ظلم وزیادتی نہ کرنے پائے۔اور **نصر المظلوم** یعنی جس پر ظلم ہو رہا ہو اسے ظلم سے بچانا، اس کی مدد کر کے اسے ظالم کے پنجہ سے چھڑانا۔(۵) سلام مسنون کو رواج دین۔ ہر مسلمان کو بوقت ملاقات سلام کرنا، اس کو پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو سوار شخص پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔ کھڑا ہوا آدمی بیٹھے ہوئے آدمی کو سلام کرے۔ سلام مسنون یہ ہے ''اَلسَّلَامُ عَلَيْکُمْ'' دوسرا شخص یوں جواب دے ''وَعَلَيْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ''۔(۶) قسم کھا لینے والے کی قسم پوری کرا دینا اگر کسی شخص نے کسی جائز بات پر قسم کھالی ہے تو دوسرے مسلمان بھائی کو چاہئے کہ اس قسم کو پورا کرنے میں اس کے ساتھ تعاون کرے۔ ورنہ قسم ٹوٹنے پر اسے کفارہ دینا ہوگا۔ جس سے اسے تکلیف پہنچے گی۔ لہٰذا اس کی قسم پوری کرا دے۔ کہ وہ اس تکلیف سے بچ جائے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو یہ بات بتایئے کہ جب تک مسلمانوں نے ان سات باتوں پر عمل درآمد باقی رکھا ان میں اخوت باہمی باقی رہی اور ان کی اجتماعی قوت قائم رہی اور وہ پوری جمعیت کے ساتھ ایک امت بنے رہے اور اس حدیث کا مصداق بنے رہے جس میں جملہ مسلمانوں کو ایک ''انسانی جسم'' کی طرح فرمایا گیا ہے کہ اگر جسم کے کسی حصہ میں تکلیف ہو جاتی ہے تو پورا جسم انسانی اس سے متاثر ہو جاتا ہے۔ اور جب سے ان باتوں پر عمل ترک کر دیا گیا نفاق باہم اور اختلاف وافتراق میں مبتلا ہو گئے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان احکام پر عمل کی توفیق عطا کرے۔ آمین

دعا میں نفع ہی نفع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

مَا عَلَى الْاَرْضِ مُسْلِمٌ يَدْعُوا بِدَعْوَةٍ اِلَّا اٰتَاهَا اَوْ صَرَفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رَحْمٍ فَقَالَ رَجُلٌ اِذًا نُكْثِرُ قَالَ وَاللّٰهُ اَكْثَرُ اَوْ يَدَّخِرُ مِثْلَهَا.

ترجمہ: روئے زمین پر کوئی بھی مسلمان جو اللہ سے مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے یا تو وہی چیز دیدیتے ہیں یا اسی حیثیت کی کوئی بلا اس سے ٹال دیتے ہیں۔ یہ بات اسی صورت میں ہوتی ہے کہ اس نے وہ دعا کسی گناہ کے کام کی یا قطع رحم کے لئے نہ کی ہو۔ تو ایک شخص نے عرض کیا، پھر تو ہم خوب دعا مانگیں گے۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ بہت زیادہ دینے والے ہیں یا اس کے لئے ذخیرۂ جنت بنادیتے ہیں (مگر یہ آخری ٹکڑا حاکم نے روایت کیا ہے۔ ترمذی میں یہ ٹکڑا نہیں ہے) (ترمذی و مستدرک حاکم)

تشریح: حدیث شریف کی ابتدا لفظ ''مَا'' سے ہوئی ہے۔ ''مَا عَلَى الْاَرْضِ مُسْلِمٍ'' فرمایا ہے کلمہ ''مَا'' نے عموم کے معنی پیدا کردیئے۔ یعنی کہیں بھی اور کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ جو دعا کرتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے کسی نہ کسی صورت میں قبول ہی فرمالیتے ہیں۔ مومن سے مراد ہر وہ شخص ہے جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہو اور مجسم طور پر ان کا تابع فرمان ہو گیا ہو۔ ان کے ہر حکم کا امتثال کرتا ہو اور ہر ممنوع چیز سے رک جاتا ہو۔ اس کے سارے اعمال اللہ تعالیٰ ہی کے لئے صادر ہوتے ہوں۔ غیر اللہ کے لئے کوئی بھی کام نہ ہوتا ہو ایسا شخص جب بھی ان چیزوں کی بابت دعا کرتا ہے۔ جن کا مانگنا جائز و درست ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے یا تو اس کی طلب کردہ چیز ہی عطا فرمادیتے ہیں، یا اسی حیثیت کی کوئی برائی (آفت و بلا) دور کردیتے ہیں۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی مطلوبہ چیز اس کے حق میں خلاف مصلحت ہوتی ہے۔ اس چیز سے اسے کوئی بھی فائدہ (دینی یا دنیوی) پہنچنے والا نہیں ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت میں اسے مطلوبہ شے نہ دے کر اس پر آنے والی کوئی بلا ٹال دی جاتی ہے۔ مگر ہر صورت میں یہ بات شرط ہے کہ اس کی دعا کسی معصیت و گناہ یا قطع رحم سے متعلق نہ ہو کہ ایسی دعاؤں کا مانگنا ہی جائز نہیں ہے بلکہ بڑا گناہ ہے۔

اس موقع پر ایک شخص بول اُٹھے کہ جب ایسا ہے تو پھر ہم لوگ خوب کثرت سے دعا کریں گے۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خوب قبول کریں گے اور جواب دیں گے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتادیجئے کہ کھانا پینا اگر ناجائز آمدنی سے ہوگا تو دعا کی مقبولیت سے محرومی رہے گی۔ لہٰذا کھانا اور پینا اور لباس و پوشاک حلال آمدنی سے ہونا چاہئے۔

(۲) لوگوں کو آدابِ دعا کی تعلیم دیں۔

دعا میں اپنی عاجزی و ذلت اللہ کے سامنے ضروری ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ دعا آہستگی کے ساتھ دھیمی آواز میں ہونا چاہئے، زور زور بلند آواز سے دعا مانگنا بے ادبی ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ان اسباب سے محفوظ رکھے جو دعا کو قبولیت سے محروم کرتے ہیں۔ آمین

6

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَا مِنْ اَيَّامِ الْعَمَلُ الصَّالِحُ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ فِيْهِنَّ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ يَعْنِىْ عَشَرَ ذِى الْحِجَّةِ، قَالُوْا وَلَا الْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ، قَالَ : وَلَا الْجِهَادُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِلَّا رَجُلًا خَرَجَ بِنَفْسِهٖ وَمَا لِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْجِعْ مِنْ ذٰلِكَ بِشَىْءٍ .

ترجمہ: عشرۂ ذی الحجہ سے بڑھ کر کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو کوئی عمل صالح اس درجہ محبوب ہو جس درجہ عشرۂ ذی الحجہ میں کئے جانے والے اعمال محبوب ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا کہ جہاد فی سبیل اللہ بھی اتنا محبوب نہیں ہوتا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں جہاد فی سبیل اللہ بھی عشرۂ ذی الحجہ میں کئے جانے والے اعمال سے زیادہ محبوب نہیں ہوتا، مگر جہاد فی سبیل اللہ کی ایک صورت اس سے مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ کوئی شخص اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے گھر سے نکل کھڑا ہوا اور وہاں دونوں چیزیں اللہ کی راہ میں لگا دیں گھر لوٹنے کی نوبت بھی نہیں آئی۔ (بخاری شریف)

تشریح: حدیث مذکور کا ترجمہ بجائے خود مطلب خیز ہے جو محتاج تشریح نہیں ہے پھر بھی چند باتیں بطور تشریح لکھی جا رہی ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عشرۂ ذی الحجہ کی یہ فضیلت بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کوئی بھی عمل صالح جتنا ان دنوں محبوب ہے ان کے علاوہ دنوں میں اتنا محبوب نہیں ہے ظاہر ہے کہ آپ کا ارشاد امت کو یہ ترغیب دینے ہی کے لئے تھا کہ لوگ ان دنوں کی فضیلت پہچانیں اور ان دنوں میں اعمال صالحہ کرنے کا زیادہ اہتمام کریں۔

آپ کا یہ ارشاد سن کر حضرات صحابہؓ نے (جو اپنی دانست میں یہ سمجھے ہوئے تھے کہ شاید اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہوگا) دریافت کرلیا کہ جہاد جیسا عمل صالح بھی ان دنوں میں کئے ہوئے "عمل صالح" کے برابر نہیں ہے تو آپ نے مکرر وہی بات فرمادی مگر جہاد فی سبیل اللہ کی ایک صورت کو مستثنیٰ بھی فرمادیا۔ کہ جہاد کی صرف یہ صورت ضرور عنداللہ زیادہ محبوب ہے وہ یہ کہ کوئی اللہ کا بندہ اپنی جان و مال کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکل کھڑا ہوا اور پھر وہ اللہ کی راہ میں اپنی جان بھی دیدے اور اس کا مال بھی وہیں لوٹ لیا جائے اور وہاں سے لوٹ کر آنے بھی نہ پائے تو ایسے مجاہد کا عمل جہاد یقیناً زیادہ محبوب ہوگا۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتایئے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح عمل صالح کو محبوب رکھتا ہے عمل صالح کرنے والے صالحین کو بھی محبوب رکھتا ہے اور لوگوں کو اعمال صالحہ کا شوق دلایئے۔

(۲) لوگوں کو یوم عرفہ نویں ذی الحجہ کے روزے کی فضیلت بتایئے کہ اس ایک روزہ سے ایک سال پچھلے اور ایک سال اگلے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ لیکن جو شخص وقوف عرفہ کر رہا ہو اس کے لئے مستحب یہی ہے کہ وہ یوم عرفہ کا روزہ نہ رکھے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف عرفہ کے موقع پر روزہ نہیں رکھا تھا اور عید (بقر عید) کا روزہ تو حرام ہی ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اسی فضیلت سے نفع اٹھانے والا بنائے۔ آمین

نہر کوثر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

اَلْكَوْثَرُ نَهَرٌ فِي الْجَنَّةِ حَاشِيَتَاهُ مِنْ ذَهَبٍ وَالْمَاءُ يَجْرِي عَلَى اللُّؤْلُؤِ وَمَاؤُهُ اَشَدُّ بَيَاضًا مِنَ اللَّبَنِ وَاَحْلٰى مِنَ الْعَسَلِ .

ترجمہ: ''کوثر'' جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور اس نہر کا پانی موتیوں پر سے گزرتا اور بہتا ہے (یعنی نہر کی تہہ میں موتی چمکتے رہتے ہیں اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔ (ترمذی وغیرہ)

تشریح: یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس اطلاع وخبر پر مشتمل ہے جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ ''نہر کوثر'' کی کچھ تفصیلات بیان فرمائی ہیں آپ نے بتایا کہ اس نہر کے دونوں کنارے سونے کے ہیں (ممکن ہے سونے کی اینٹوں سے بنائے گئے ہوں)

نہر سے متعلق آپ کی یہ واقفیت اس وقت ہوئی تھی جب شب معراج میں آپ نے جنت ملاحظہ فرمائی تھی۔ نہر کی تہہ میں موتیوں کا ہونا اور اس کے پانی کا دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہونا بھی آپ کے ذاتی معائنہ ومشاہدہ پر مبنی ہے۔ جس کا انکار بڑی گمراہی ہے۔ روایات میں یہ تفصیل بھی آئی ہے کہ اسی نہر کوثر سے پرنالوں کے ذریعہ میدان حشر میں بھی پانی بڑے حوض میں گرے گا جس سے آپ بذات خود اور آپ کی امت ہی پانی پئے گی۔ کسی دوسرے کو وہ پانی نہ دیا جائے گا۔

آپ کی امت کے کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے آپ کے دین میں ردوبدل اور بدعات کا اضافہ کر دیا ہوگا، وہ اس سے محروم رکھے جائیں گے۔ آپ لاعلمی میں فرمائیں گے کہ یہ میری امت کے لوگ ہیں، تو آپ کو بتایا جائے گا کہ آپ کو علم نہیں ہے انہوں نے آپ کی وفات کے بعد دین میں کیسی کیسی بدعات نکال لی تھیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کا حلیہ ہی بالکل تبدیل کر دیا تھا۔

ضروری ہدایات

(۱) نہر کوثر اور حوض کوثر کے سلسلہ میں امت محمدیہ کی جو فضیلت ومنزلت ہے اسے لوگوں کو بتایئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے لئے جنت میں اور میدان حشر میں ان کے لئے کوثر مہیا فرما رکھا ہے۔

(۲) اپنے دوستوں کو یہ بھی بتایئے کہ جو شخص دین وسنت کے خلاف کوئی بدعت نکالے گا۔ دین میں کوئی زیادتی یا تبدیلی کرے گا وہ قیامت میں حوض وکوثر دونوں ہی سے محروم رہے گا۔

(۳) حوض کوثر کی یہ خصوصی فضیلت بتا دیجئے کہ جو شخص بھی اس حوض سے پانی پی لے گا پھر اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان وارد ہوا ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حوض کوثر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے جام کوثر نصیب فرمائے۔ آمین

ادنیٰ جنتی کا محل

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اِنَّ اَدْنٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ مَنْزِلَۃً لَیَنْظُرُ فِیْ مُلْکِہٖ مَسِیْرَۃَ اَلْفَیْ سَنَۃٍ یَرٰی اَقْصَاہُ کَمَا یَرٰی اَدْنَاہُ یَنْظُرُ اِلٰی اَزْوَاجِہٖ وَخَدَمِہٖ وَاِنَّ اَفْضَلَھُمْ مَنْزِلَۃً لَیَنْظُرُ اِلٰی وَجْہِ اللّٰہِ تَعَالٰی کُلَّ یَوْمٍ مَرَّتَیْنِ.

ترجمہ: جنت میں جو شخص سب سے کم درجہ کا ہوگا اس کا محل اتنی وسعت رکھتا ہوگا جس کی مسافت دو ہزار سال میں طے کی جا سکے گی۔ مگر اس کے باوجود وہ اپنے سے دور کی چیزیں بھی اس طرح دیکھے گا جس طرح قریب کی چیزیں دیکھے گا۔ وہ اپنے بیوی بچوں کو اور اپنے نوکروں چاکروں کو بھی دیکھے گا اور سب سے اونچے درجے کا جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار روزانہ دو مرتبہ کرے گا۔ (احمد و ترمذی)

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنت اور اہل جنت سے متعلق کچھ تفصیلات بیان فرمائی ہیں کہ اہل ایمان کے دلوں میں جنت کے لئے شوق و رغبت پیدا ہو جائے اور ایسے اعمال میں دلچسپی لیں جو انہیں جنت کا حق دار بنا دیں اور وہ اعمال یہی ہیں کہ کفر و شرک اور کبائر سے پرہیز کریں اور فرائض و واجبات اور اعمال صالحہ کی ادائیگی میں مشغول رہیں۔

اَدْنٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ مَنْزِلَۃً کا مطلب یہ ہے کہ اہل جنت میں سب سے کم درجہ کا جنتی شخص ایسے وسیع (طویل و عریض) محل کا مالک ہوگا جس کی مسافت طے کرنے میں دو سال کی مدت درکار ہو۔ (لیکن جمع الفوائد میں ترمذی شریف کے حوالہ سے جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ مدت سفر ایک سال بتائی گئی ہے ممکن ہے مصنف کو نقل حدیث میں کچھ غلط ہو گیا ہو یا بھول ہو گئی ہو۔)

اس پوری حدیث میں جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں ان سے اہل جنت کے اکرام کا پتہ چلتا ہے کہ جنت میں انہیں کیسا کچھ انعام و آرام میسر ہوگا اور ان کے ساتھ کیسے کچھ اکرام کا معاملہ کیا جائے گا۔

جنت کا سب سے بڑا اکرام و انعام اللہ تعالیٰ کا دیدار اور اس کی زیارت ہے جو اہل ایمان و اہل تقویٰ اصحاب جنت کو نصیب ہوگی۔ قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ (اس دن کچھ چہرے شادابی و تازگی والے ہوں گے جو اپنے رب کو دیکھ رہے ہوں گے)

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتائیے کہ اہل جنت کے درجات مختلف ہوں گے یہاں تک کہ نچلے درجے کے لوگوں کو جنت کے بلند درجات اور بالائی منزلیں نیچے سے ایسی دکھائی دیں گے جیسے زمین سے آسمان کے تارے دکھائی دیتے ہیں اور ان کے درمیان درجات جنت کا یہ فرق و تفاوت ان کے ایمان و اعمال صالحہ کے فرق و تفاوت کی بنیاد پر ہوگا۔ جس کے اعمال صالحہ کی مقدار کم ہوگی اس کا درجہ نیچے ہوگا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین

پانچ کے بدلے پانچ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ

خَمْسٌ بِخَمْسٍ مَانَقَضَ قَوْمٌ ن الْعَهْدَ اِلَّا سَلَّطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ عَدُوَّهُمْ، وَلَا حَكَمُوْا بِغَيْرِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَّا فَشَافِيْهِمِ الْفَقْرُ، وَمَا ظَهَرَ تِ الْفَاحِشَةُ فِيْهِمْ اِلَّا ظَهَرَ فِيْهِمُ الطَّاعُوْنُ، وَمَا طَفَّفُوْاالْكَيْلَ اِلَّا مُنِعُوْا النَّبَاتَ وَاُخِذُوْ ابِالسِّنِيْنَ وَلَا مَنَعُوْا الزَّكٰوةَ اِلَّا حَبَسَ اللّٰهُ عَنْهُمُ الْمَطَرَ .

ترجمہ: پانچ باتیں پانچ باتوں کے بدلے میں ہوتی ہیں، (۱) جولوگ بدعہدی کے مرتکب ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو ان پر مسلط کر دیتا ہے۔ (۲) جب لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم وفیصلہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کا حکم وفیصلہ اختیار کرتے ہیں تو وہ لوگ فقر وتنگدستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان میں فقیری ومفلسی پھیل جاتی ہے۔ (۳) جب لوگوں میں بے حیائی (بے حجابی وعریانی) پھیل جاتی ہے تو وبائی بیماری مثلاً طاعون کا شکار ہو جاتے ہیں (۴) جب لوگ ناپ تول میں کمی کرنے لگتے ہیں تو پیداوار سے محروم اور قحط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ (۵) اور جب لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی بند کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بارش کو روک دیتے ہیں۔ (موطا امام مالک وبزار)

تشریح: حدیث مذکور جسے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرما رہے ہیں، اس میں پہلا جملہ یہ فرمایا گیا ہے خَمْسٌ بِخَمْسٍ مطلب یہ ہے کہ پانچ باتیں ایسی ہیں جن کے نتیجہ میں یہ دوسری پانچ باتیں بطور عذاب سامنے آتی ہیں اور وہ پانچ باتیں جن کے نتیجہ میں عذاب کی پانچ صورتوں کا سامنا ہوتا ہے۔ حدیث میں یوں بیان کی گئی ہیں:

پہلی بات: نقض عہد: یعنی عہد شکنی، کوئی معاہدہ کر کے پھر اسے توڑ دینا اور خلاف معاہدہ کام کرنا، جس قوم میں یہ برائی پیدا ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کے دشمن کو اس پر مسلط فرما دیں گے۔ وہ دشمن کوئی کافر بھی ہو سکتا ہے اور اہل ایمان کا سب سے بڑا دشمن تو شیطان ہے وہ بھی مسلط ہو سکتا ہے۔ کہ ایسے عہد شکن کو اور گناہوں میں مبتلا کر کے اس کا انجام خراب کر دے۔

دوسری بات: جب لوگ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین و احکام کو چھوڑ کر دشمنان حق کے بنائے ہوئے قانون واحکام کو پسند کر کے اس پر عمل درآمد کرنے لگیں گے تو اس کے نتیجہ میں غریبی وتنگدستی و ناداری ان میں پھیل جائے گی جیسا کہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ جہاں کتاب اللہ وسنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ شرعی قوانین و احکام کی جگہ پر یورپ وامریکہ کے بنائے ہوئے قوانین کو اختیار کر لیا گیا ہے وہاں مسلمانوں کی اقتصادی ومالی حالت اچھی نہیں ہے۔

تیسری بات: جہاں بے حیائی، بے پردگی وبے حجابی اور بدفعلی عام ہو جائے گی وہاں طاعون (وبائی بیماری) آجائے گی۔

چوتھی بات: جہاں ناپ تول میں کمی (اور نمازوں میں کٹوتی والی نماز پڑھنے لگیں گے) وہاں غلہ کی پیداوار بند ہو جائے گی۔ قحط پڑ جائے گا۔

پانچویں بات: جب اور جہاں پر لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کریں گے تو ایسے لوگوں پر بارش روک دی جائے گی۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو حدیث زیر درس میں مذکور ان پانچوں برائیوں کے انجام سے آگاہ وخبردار کریں یعنی (۱) عہد

شکنی کرنا (۲) قانون خداوندی کو چھوڑ کر دوسرے قانون کو اختیار کرنا اور ان پر عمل درآمد کرنا (۳) معاشرے میں فواحش اور بے حیائی اور عریانی کا کھلم کھلا رواج پا جانا (۴) ناپ تول میں کمی کرنا (اوپر بتایا جا چکا ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنے سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ نماز کی ادائیگی میں کٹوتی کی جائے۔ نہ صحیح قراءت ہو، نہ صحیح رکوع وسجدہ ہو) اور (۵) زکوٰۃ ادا نہ کرنا (یا صحیح طور پر ادا نہ کرنا) یہ تمام باتیں بڑے گناہوں میں شمار ہوتی ہیں بلکہ ان میں سے دو باتیں تو کفر کا اندیشہ رکھتی ہیں۔ یعنی قانون خداوندی کو چھوڑ کر دوسرے قوانین کو پسند کرنا تو کفر ہے۔ اسی طرح اگر زکوٰۃ کی ادائیگی کو فرض نہیں سمجھتا بلکہ اسے زبردستی کا تاوان سمجھتا ہے تو یہ بھی کفر ہے۔

(۲) اسی موقع پر اپنے دوستوں کو اس بات سے بھی آگاہ کیجئے کہ جہاں جہاں مسلمانوں نے قانون خداوندی کو پس پشت ڈال کر یورپ وامریکہ کے قوانین اختیار کئے ہیں وہاں مسلمانوں کا کیا حشر ہوا ہے۔ مصر اور ترکستان وغیرہ کی مثالیں سامنے ہیں کہ ایسے لوگ کیسے ذلیل اور بے وقعت ہو کر رہ گئے ہیں۔

(۳) اپنے احباب کو بے حیائی وعریانی کے معاشرہ کا خطرہ بتایئے اور انہیں متنبہ وآگاہ کیجئے کہ مرد وعورت کے آزادانہ وبے حجابانہ اختلاط اور ان کی مغربیت زدہ زندگی کا انجام بہت خطرناک وعبرتناک ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بے عملی وبدعملی سے بچائے، اور مسلمانوں کو قرآن وسنت پر عمل کے ذریعہ وہی عزت وبلندی عطا کرے جو مسلمانوں کا صحیح مقام ہے۔ مسلمانوں کو کافروں کی غلامی ومحتاجی سے بچائے ذلت سے بچائے۔ آمین

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

یہ درود شریف پڑھنے میں چھوٹا اور ثواب میں سب سے زیادہ ہے جو شخص روزانہ پانچ سو مرتبہ اس کو پڑھے تو کبھی محتاج نہ ہوگا۔ (ص ۱۵۴)

ایک جامع مسنون دعاء

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جنابؐ نے ایک شخص کو یہ دعا تلقین فرمائی اور اس سے کہا کہ تم یوں کہا کرو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ نَفْسًا بِکَ مُطْمَئِنَّةً تُؤْمِنُ بِلِقَائِکَ وَتَرْضٰی بِقَضَائِکَ وَتَقْنَعُ بِعَطَائِکَ.

ترجمہ: اے اللہ! میں تجھ سے ایسے دل کا سوال کرتا ہوں جو صرف تجھ ہی سے اطمینان پائے، وہ دل روز قیامت تیری ملاقات پر ایمان رکھتا ہو اور تیرے فیصلہ پر راضی رہتا ہو اور تیرے عطیہ پر قناعت کرے۔ (ابن عساکر وابن کثیر)

تشریح: اَللّٰهُمَّ کے معنی ہوتے ہیں "اے اللہ" میری یہ دعا قبول فرما۔ دعا کے لئے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرنے اور ندا کرنے کا مسنون طریقہ یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا اور اس کی توحید کا قائل بندہ جو اس کی رحمت کا امیدوار ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے عتاب و عقاب سے ڈرتا بھی ہو، وہ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے۔

دعا کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا بندۂ مومن اس سے یہ سوال کر رہا ہے کہ وہ اسے ایسا نفس عطا فرمائے جسے صرف تجھ ہی سے اور تیرے امن دلانے سے ہی اطمینان حاصل ہو جائے کہ قیامت میں تو مجھے دوزخ سے نجات دیدیگا اور اپنی رضامندی کا اور قرب میں ٹھکانہ دینے کا وعدہ پورا فرما دے گا۔ اور وہ نفس اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہو کہ دنیا میں مرجانے کے بعد جب میری روح اوپر لے جا کر علیین میں رکھی جائے گی۔ اور حشر میں دوبارہ جسم میں داخل کر کے جب مجھے اٹھایا جائے اور میرا حساب کتاب ہو جائے تو اس وقت بھی مجھے اپنے جوار رحمت میں جگہ دے گا۔ جہاں تیرا دیدار ہوتا رہے گا۔ دعائے مذکور میں ایک فقرہ یہ ہے "وَتَرْضٰی بِقَضَائِکَ" اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! تو نے میری مالداری، فقیری، تندرستی، و بیماری، راحت و تکلیف وغیرہ جس چیز کا بھی میرے لئے اس دنیا میں فیصلہ کر رکھا ہے میرا دل آپ کے فیصلہ پر راضی ہے۔ آپ دیں تو خوش، نہ دیں تو خوش۔

حدیث شریف کا آخری فقرہ ہے وَتَقْنَعُ بِعَطَائِکَ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تو میرے دل کو ایسا قناعت پسند بنادے کہ اسے زیادہ چیز کی خواہش و ہوس نہ ہو۔ تھوڑی ہی چیز سے خوش ہو جائے۔ زیادہ چیز کا شوق ہو نہ ہوس وطلب ہو۔ کیونکہ تقدیر و قضا کا معاملہ تو پہلے طے ہو چکا ہے۔ جو کچھ مقدر ہو چکا ہوگا وہ اپنے آپ مل کر رہے گا۔ اور جو کچھ قسمت میں ہی نہ ہوگا وہ ہزار ہاتھ پیر ماریں حاصل نہ ہوگا۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو "حقیقت قضا و قدر" بتایئے اور سمجھایئے کہ عقیدہ قضاء پر ایمان رکھنے والا نہ تو کسی عمل میں کوتاہی و سستی کرتا ہے اور نہ ہی اپنی کسی امید میں ناکام ہوتا ہے۔ کیونکہ تقدیر پر اس کا ایمان ہے وہ اپنے ایمان کے ساتھ یکسوئی سے اپنے عمل میں مشغول رہتا ہے کہ اسے مشغولی کا مکلف بنایا گیا ہے انجام و نتیجہ تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔

(۲) لوگوں کو قناعت کی حقیقت سے آگاہ کیجئے کیونکہ قناعت بہت اچھی عادت ہے اور اس قناعت کی حقیقت یہ ہے کہ انسان تھوڑی چیز سے ہی خوش ہو جائے، زیادہ چیز کا شوق وطلب اس کے دل میں نہ ہو۔ اس عادت کی وجہ سے دل پر سکون اور جی خوش اور مطمئن رہتا ہے، جس کے نتیجہ میں خیر کثیر حاصل ہوتی ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں اس مسنون دعا کو یاد کرنے اسے معمول بنانے اور اس کا جو تقاضا ہے اس پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

نامحرم عورتوں سے احتیاط

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

" اِیَّاکُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَی النِّسَاءِ" فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ: اَفَرَاَیْتَ الْحَمْوَ" قَال: "اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ"

ترجمہ: ''اپنے آپ کو عورتوں کے پاس (بے دھڑک) جانے سے بچایا کرو'' یہ سن کر ایک انصاری صحابی نے عرض کیا کہ دیور، جیٹھ وغیرہ یا عورت کے چچازاد ماموں زاد بھائیوں میں بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''حمو'' (دیور) کے بارے میں کیا پوچھتے ہو، اس کے سامنے آنا تو موت کا سامنا کرنا ہے کہ اسی آمدورفت سے اخلاقی بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور پھر زوجین کی خوشگوار زندگی کا تو خاتمہ ہو ہی جاتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: عربی میں ''اِیَّاکُمْ'' کا فقرہ کسی چیز سے ڈرانے اور اس سے سخت پرہیز کرنے اور دور رہنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اِیَّاکُمْ وَالدُّخُوْلَ عَلَی النِّسَاءِ" فرمایا گیا ہے۔ کہ بے دھڑک عورتوں کے پاس جانے سے ڈرا کرو، تنہائی میں عورتوں کے پاس گھر کے اندر نہ جایا کرو۔ یہاں نساء سے مراد نامحرم اور اجنبی عورتیں ہیں۔ محرم عورتوں کے پاس جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ نہ ان سے بات کرنے میں کوئی پابندی ہے کیونکہ ان سے نکاح تو ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔

رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ سے مراد کوئی ایسے صحابی ہیں جو مدینہ کے رہنے والے اور طبقہ انصار سے تعلق رکھتے تھے یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے ہجرت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہ آنے والے مہاجرین مکہ کو اپنے یہاں ٹھہرایا، انہیں اپنے مکانوں اور اپنے کاروبار میں شریک کیا۔ ہر طرح سے ان کی مدد کی تھی۔ تو کسی انصاری صحابی نے اس وقت یہ سوال کیا کہ جب نامحرم مردوں کو عورتوں کے پاس گھر کے اندر جانے کی ممانعت ہے تو شوہر کے بھائی بھتیجوں کے لئے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ بھائی بھتیجے (خاص کر شوہر کا چھوٹا بھائی دیور) تو موت ہے۔ اس سے تو ایسے ہی ڈرنا اور دور رہنا چاہئے جیسے موت سے ڈرا جائے۔

ہمارا معاشرہ چونکہ بہت زیادہ بگڑ چکا ہے اور متعدد صورتوں میں شرعی حدود سے باہر نکل چکا ہے۔ اس لئے ہمیں یہ حدیث ضرور چونکا دے گی لیکن اگر غور کر کے دیکھیں اور اس حکم کی خلاف ورزی کے نتیجہ میں جو واقعات آئے دن ہوتے رہتے ہیں ان پر نظر رکھیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ حدیث شریف کی یہ مبنی بر احتیاط تعلیم کتنی اہم اور کس درجہ قابل عمل ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو اس خطرہ سے آگاہ کیجئے کہ وہ اپنی عورتوں اور بیٹیوں کو اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ کھول کر آنے جانے کی اجازت ہرگز نہ دیں۔

(۲) لوگوں کو بہ تاکید یہ مسئلہ شرعی بتایئے کہ شوہر کے بھائی، شوہر کے بھانجے شوہر کے چچازاد بھائی وغیرہ یہ سب لوگ اس کی بیوی کے محرم نہیں ہیں۔ اس لئے ان سے پردہ ہونا چاہئے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ان احکام پر عمل کر کے دنیا و آخرت کا امن عطا کرے۔ آمین

اخوت واتحاد کے اصول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

(۱) وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ اِخْوَانًا.

(۲) وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ.

ترجمہ: (۱) تم لوگ ایک دوسرے سے بغض و کینہ اور دشمنی نہ رکھا کرو۔ ایک دوسرے پر حسد نہ کیا کرو، ایک دوسرے کے پیچھے اسے ہلاک کرنے کی سازشیں نہ کیا کرو، ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کیا کرو، اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی کی طرح رہا کرو (بخاری شریف)۔ (۲) کسی مسلمان کے لئے یہ بات درست نہیں ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک کلام کئے رہے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دوستی باہم اور میل محبت کی تلقین فرمائی ہے اور وہ اسی طرح فرمائی ہے کہ جو باتیں محبت و دوستی کے خلاف ہیں ان سے لوگوں کو منع فرمایا ہے کہ چونکہ تم سب اہل اسلام بھائی بھائی ہو، تمہیں آپس میں محبت و دوستی کے ساتھ رہنا چاہئے۔ جیسے حقیقی بھائی بھائی رہتے ہیں، لہذا تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے سے بغض و کینہ رکھو، نہ ایک دوسرے سے حسد کرو، (حسد کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کسی کے پاس کوئی نعمت یا مال و دولت دیکھے تو اسے برا لگے اور جلن پیدا ہو کہ کسی طرح سے اس کی یہ نعمت و دولت اس کے پاس سے چلی جائے۔ اسے حسد کہتے ہیں اور یہ حرام اور گناہ کبیر ہے) اسی طرح تم لوگ ایک دوسرے سے ایسی نفرت بھی نہ کرو کہ اس کا منہ دیکھنا گوارا نہ ہو۔ اس جملہ کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے اسے ہلاک کرنے کی سازش نہ کیا کرو۔ اور ایک دوسرے سے قطع تعلق بھی نہ کیا کرو اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی کی طرح رہا کرو۔

''دوسری حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کبھی کسی وجہ سے باہم کچھ بگاڑ ہو جائے جس کی وجہ سے بول چال بند ہوگئی ہو تو ترک کلام کا یہ سلسلہ تین دن رات سے زیادہ نہ بڑھنا چاہئے۔ اس کے بعد ضروری ہے کہ تعلقات استوار کر لئے جائیں۔ جو غلطی ہو اس کی معافی تلافی ہو جائے۔ اگر تین دن کے بعد بھی بول چال بند رکھے تو گناہ گار ہوگا۔

ضروری ہدایات

(۱) اسلام اور اہل اسلام کی عظمت اپنے دوستوں کے ذہن نشین کیجئے اور لوگوں کو سمجھا دیجئے کہ دین کی تعلیم یہی ہے کہ دین کی نظر میں کالے گورے۔ عربی عجمی، ملکی، غیر ملکی، شریف و غیر شریف۔ آزاد اور غلام سب برابر ہیں۔ ان اختیارات سے کسی ایک کو دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو صرف ایمان و تقویٰ ہی معتبر ہے۔ صاحب ایمان و صاحب تقویٰ کو فوقیت و برتری ہوتی ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو اخوت و اتحاد عطا فرمائے۔ نفرت و تفریق سے بچائے۔ آمین

راستہ کا حق

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِیَّاکُمْ وَالْجُلُوْسَ فِی الطُّرُقَاتِ قَالُوْا مَا لَنَا مِنْ مَجَالِسِنَا بُدٌّ نَتَحَدَّثُ فِیْهَا فَقَالَ الرَّسُوْلُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ فَاِذَا اَبَیْتُمْ اِلَّا الْمَجْلِسَ فَاَعْطُوْا الطَّرِیْقَ حَقَّهٗ قَالُوْا وَمَا حَقُّ الطَّرِیْقِ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ غَضُّ الْبَصَرِ وَکَفُّ الْاَذٰی وَرَدُّ السَّلَامِ وَالْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیُ عَنِ الْمُنْکَرِ.

ترجمہ: لوگو! راستہ میں بیٹھنے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ راستہ میں نہ بیٹھا کرو۔ (یہ سن کر) صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ ہمیں تو (بعض اوقات) راستہ میں ہی بیٹھنا پڑ جاتا ہے۔ جہاں ہم (اپنی ضرورت کی) بات کرتے ہیں۔ تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم راستہ ہی میں بیٹھنا چاہتے ہو، تو راستہ کا حق ادا کیا کرو۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ راستہ کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا، راستہ کا حق یہ ہے کہ (۱) اپنی آنکھیں نیچی رکھو (کہ نامحرم عورتوں پر یا بری چیزوں پر نگاہ نہ پڑے) (۲) راستہ میں کوئی تکلیف دہ چیز پڑی ہو تو راستہ سے ہٹا دو (کانچ کا ٹکڑا کانٹا، کیلے کا چھلکا، کوئی اینٹ یا پتھر اور روڑا وغیرہ) (۳) سلام کا جواب دینا۔ (۴) جہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت ہو وہاں اچھائی کی تبلیغ کرو، برائی سے روکو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو راستے میں بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ راستہ عام ہے کہ وہ بڑی سڑک ہو۔ محلّہ کی گلیاں ہوں یا اور کوئی عام گزرگاہ ہو جہاں سے لوگ برابر گزرتے ہوں۔ ایسی جگہوں میں بیٹھنے سے آنے جانے والوں کو تکلیف اور رکاوٹ ہوتی ہے۔ اس لئے ان جگہوں میں بیٹھنے سے ممانعت فرمائی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے آپ کا ارشاد سن کر اپنی معذرت بیان کی کہ ہم لوگوں کو بعض اوقات ضرورتاً اور مجبوراً راستوں میں بیٹھ کر ہی اپنی باتیں طے کرنی ہوتی ہیں اور ہم بدرجہ مجبوری راستوں میں بیٹھ جاتے ہیں کیونکہ اس دور میں گھروں میں عام طور پر نشست گاہیں نہ ہوتی تھیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر سن کر انہیں راستوں میں بیٹھنے کی اجازت اس شرط پر دیدی کہ وہ جب راستوں میں بیٹھیں تو راستے کا حق ادا کریں۔ اور راستہ کا حق پانچ باتیں ہیں۔

(۱) نگاہیں نیچی رکھنا (کہ نامحرم عورت پر نظر نہ پڑے۔ اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں کہ نامحرم عورت راستہ سے گزرے، یا اس کے گھر کا دروازہ یا کھڑکی کھلی ہو جس کی وجہ سے اس پر نگاہ پڑسکتی ہو۔) (۲) راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کا ہٹا دینا یا راستہ میں خود ہی اس طرح نہ بیٹھنا کہ دوسروں کو تکلیف ہو۔ (۳) گزرنے والوں کے سلام کا جواب دینا (۴) جہاں ضرورت ہو وہاں اچھے کاموں کی تبلیغ کرنا (۵) برائی دیکھنے میں آئے تو اس سے روک دینا۔

ضروری ہدایات

(۱) حدیث مذکور میں راستہ کے جو پانچ حق بیان ہوئے ہیں لوگوں کو پانچ حقوق بتایئے اور ان کو متوجہ کیجئے کہ ان حقوق کی ادائیگی کیا کریں۔ (۲) لوگوں کو سلام کرنے کی فضیلت بتایئے اور سلام مسنون کو رواج دینے کی طرف متوجہ کیجئے۔ اس سے اخوت اسلامی کا جذبہ بیدار رہتا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رحمت عام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

یَاابْنَ اٰدَمَ اِنَّکَ مَا دَعَوْتَنِیْ وَرَجَوْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ مَا کَانَ مِنْکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ بَلَغَتْ ذُنُوْبُکَ عَنَانَ السَّمَاءِ ثُمَّ اسْتَغْفَرْتَنِیْ غَفَرْتُ لَکَ وَلَا اُبَالِیْ یَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ اَتَیْتَنِیْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَایَا ثُمَّ لَقِیْتَنِیْ لَا تُشْرِکُ بِیْ شَیْئًا لَاَتَیْتُکَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَۃً . (رواہ الترمذی)

ترجمہ: اے آدم کی اولاد! (اے میرے بندے انسان) تو جو کچھ مجھ سے دعا کرے گا اور جس چیز (مغفرت) کی مجھ سے آس لگائے گا میں تیری مغفرت کردوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہ ہوگی۔ اے آدم کی اولاد! اگر تیرے گناہوں کی مقدار آسمان کی بلندی تک بھی پہنچ جائے اور پھر تو مجھ سے مغفرت وبخشش کا طلبگار ہو تو میں بے پرواہ ہوکر تجھے بخش دوں گا، کوئی پروا نہ کروں گا۔ اے آدم کی اولاد! اگر ساری زمین کے برابر غلطیاں اور خطائیں لئے ہوئے میرے حضور حاضر ہوگا اور تو نے کسی کو میرا شریک نہ بنایا ہوگا تو میں تیری خطاؤں سے بڑھ کر مغفرت کے ساتھ تجھ سے پیش آؤں گا۔ (ترمذی شریف)

تشریح: اس حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ جملہ اولاد آدم کو مخاطب فرما کر اپنی رحمت عامہ کا اعلان عام فرماتا ہے مگر ایک ضروری شرط بھی بتا دی ہے اب اللہ تعالیٰ کا جو بندہ بھی اس ''اعلان رحمت عامہ'' سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ اس شرط کو پورا کرتے ہوئے اس کی رحمت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ وہ شرط حدیث شریف کے آخری ٹکڑے میں بتادی گئی ہے کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت عامہ اور مغفرت تامہ کا طالب ہو وہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کو خدائی شریک نہ سمجھتا ہو۔ شرک سے بچا ہوا اور اس سے دور ہو کر طالب رحمت ومغفرت بنے اس کی مغفرت کی جائے گی۔ حدیث مذکور میں لَا اُبَالِیْ کا فقرہ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی وبے نیازی کا بہترین اظہار ہے کہ اس کے ہاں کرم وبخشش اور عفو ومغفرت کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اور اسے کسی معاملہ میں کسی کی پرواہ بھی نہیں ہے۔ وہ اپنے ہر فیصلہ اور ہر معاملہ میں با اختیار وخود مختار ہے۔

حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت ومغفرت اور شان کریمی وبے نیازی کا اظہار مرحلہ وار تین صورتوں سے فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ:

اے آدم کی اولاد! تو جب جب اور جس جس چیز کی مجھ سے دعا کرے گا اور مجھ سے آس لگائے گا، تیری ساری خطاؤں اور نافرمانیوں کے ہوتے ہوئے بھی میں تیری مغفرت کردوں گا اور کسی کی بھی پرواہ نہیں کروں گا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اے اولاد آدم اگر تیری نافرمانیاں اور خطائیں اپنی کثرت کی وجہ سے آسمان کو بھی چھولیں تو بھی میری رحمت ومغفرت میں کوئی کمی نہیں ہوگی، میں تیری مغفرت کردوں گا، مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی۔ پھر ارشاد ہوا کہ اے آدم کی اولاد! اگر تیری خطائیں ساری زمین کو بھی بھر دیں گی اور تو قیامت میں ایسی حالت میں میرے حضور پیش ہوگا کہ تو نے کسی کو میرا شریک نہ بنایا ہوگا تو اس حالت میں بھی کچھ پرواہ کئے بغیر میں تیری مغفرت کردوں گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو دعا کی فضیلت بتائیے اور سمجھائیے کہ دعا ہی تو عبادت کی روح اور اس کا مغز ہے۔ لوگوں کو دعا کے آداب سے آگاہ کیجئے کہ دعا کے آداب یہ ہیں، آہستہ آواز میں دعا کی جائے (۲) دعا میں عاجزی اور بے کسی کا اظہار کیا جائے (۳) دعا کرتے وقت مقبولیت دعا کا یقین بھی دل میں رکھا جائے (۴) الحاح کے ساتھ گڑگڑا کر دعا کی جائے۔ (۵) دعا میں بے ادبی و گستاخی کے انداز نہ آنے پائیں اسی طرح ایسی بات کا سوال کرنا جو سنت اللہ اور عادۃ اللہ کے مطابق نہ ہو۔ مثلاً یوں دعا کرنا کہ اے اللہ مجھے نبی بنا دیجئے۔ یا بوڑھا شخص یہ دعا کرے کہ مجھے پھر سے بچہ بنا دیجئے۔ یہ باتیں گستاخی کی ہیں اور سخت گناہ ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نوازتا ہے محرومی و نافرمانی سے بچائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

صَلَاۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضًا وَلِحَقِّہٖ اَدَاءً

جو شخص نمازِ فجر اور نمازِ مغرب کے بعد ۳۳-۳۳ بار یہ درود شریف پڑھے گا تو اُس شخص کی قبر کے اور روضۂ اقدس کے درمیان ایک کھڑکی کھول دی جائے گی اور روضۂ اقدس کی راحت اِس کو نصیب ہوگی۔ (ص ۱۵۳)

تجہیز و تکفین میں شرکت کا اجر

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا وَكَانَ مَعَهُ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا وَيَفْرُغَ مِنْ دَفْنِهَا فَاِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِيْرَاطَيْنِ كُلُّ قِيْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيْرَاطٍ .

ترجمہ: جس مسلمان نے کسی مسلمان کے جنازہ میں شرکت کی، جنازہ کے ساتھ ساتھ گیا، اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب ملنے کی نیت سے کیا، پھر اس کی نماز جنازہ میں بھی شرکت کی اور دفن کے وقت تک اس کے ساتھ رہا، تو وہ دو قیراط ثواب لے کر اپنے گھر لوٹے گا، اور ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا۔ اور جس شخص نے صرف نماز جنازہ ہی پڑھی اور اپنے گھر لوٹ گیا اور دفن میں شرکت نہیں کی تو اسے ایک قیراط ثواب ملے گا اور قیراط کی مقدار اُحد پہاڑ ہی کے برابر ہوگی۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اتباع جنازہ اور نماز جنازہ و دفن میت میں شرکت کی فضیلت بیان فرمائی ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ شرط بھی ہے کہ یہ تینوں ہی کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اس سے ثواب ملنے کی نیت سے کئے گئے ہوں۔ لہذا ضروری ہے کہ اتباع جنازہ (یعنی جنازہ کی مشایعت (اس کے ساتھ ساتھ چلنا) بھی خلوص نیت کے ساتھ ہو، اور نماز جنازہ میں شرکت اور پھر قبر میں دفن کرنے میں شرکت بھی صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصول اجر و ثواب کی نیت سے ہو۔ میت کے گھر والوں کو خوش کرنے اور ان کا شکریہ حاصل کرنے کی نیت ہونے کا کوئی اجر و ثواب نہ ملے گا۔

اگر یہ مذکورہ تینوں کام اخلاص کے ساتھ اجر و ثواب کی نیت سے کئے گئے تو اس کا ثواب حدیث شریف کے مطابق دو قیراط کی مقدار میں ہوگا۔ اور ایک قیراط اُحد پہاڑ کے برابر وزن کا ثواب رکھتا ہوگا۔

اور اگر کوئی شخص صرف نماز جنازہ میں شرکت کر کے لوٹ گیا تو اسے ایک قیراط ثواب ملے گا اور یہ قیراط بھی احد پہاڑ کے وزن کا ثواب رکھتا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ ثواب بقدر عمل ہوتا ہے۔ جس شخص نے عمل زیادہ کیا اسے ثواب بھی زیادہ ملے گا۔ اور جس نے کم عمل کیا ہے۔ اسے ثواب بھی کم ملے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتائیے کہ حدیث مذکور سے اتباع جنازہ (یعنی اس کی مشایعت) اور نماز جنازہ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔

(۲) یہ بھی بتائیے کہ اعمال کے ثواب کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے۔ لہذا جو شخص ثواب کی نیت سے یہ کام کرے گا اسے ثواب ملے گا۔

(۳) لوگوں کو بتائیے کہ نماز جنازہ اور اس کی تدفین تو فرض کفایہ ہے۔ ایک مسلمان بھی ادا کر دے تو ادا ہو جائے گا۔ لیکن مشایعت و اتباع یعنی اس کے ساتھ ساتھ جانا، یہ سنت ہے۔ حدیث میں اس کی ترغیب آئی ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اتباع جنازہ بھی کرے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب کو یہ اجر حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

وحی نازل ہونے کی کیفیت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ان دو حدیثوں میں وحی کی کیفیت بیان ہوئی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

اَحْیَانًا یَاْتِیْنِیْ مِثْلُ صَلْصَلَۃِ الْجَرَسِ وَھُوَ اَشَدُّہٗ عَلَیَّ فَیُفْصِمُ عَنِّیْ وَقَدْ وَعَیْتُ عَنْہُ مَا قَالَ وَاَحْیَانًا یَتَمَثَّلُ لِیَ الْمَلَکُ رَجُلًا فَیُکَلِّمُنِیْ فَاَعِیْ مَا یَقُوْلُ .

قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَلَقَدْ رَاَیْتُہٗ یَنْزِلُ عَلَیْہِ الْوَحْیُ فِی الْیَوْمِ الشَّدِیْدِ الْبَرْدِ فَیُفْصِمُ عَنْہُ وَ اِنَّ جَبِیْنَہٗ یَتَفَصَّدُ عَرَقًا .

ترجمہ: کبھی تو وحی اس طرح آتی ہے جیسے گھنٹے کی آواز اور جھنجھناہٹ، اور وحی کی یہ صورت مجھ پر بہت زیادہ سخت ہوتی ہے۔ پھر وحی منقطع ہو جاتی ہے۔ مگر ایسی حالت میں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے اسے پوری طرح محفوظ کر لیا ہوتا ہے۔ اور کبھی کوئی فرشتہ میرے سامنے کسی انسانی شکل میں نمودار ہوتا ہے اور وہ مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے تو میں اس کی بات کو محفوظ کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (اپنا مشاہدہ بیان) فرماتی ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا ہے کہ سخت سردی کے موسم میں آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ جب وحی منقطع ہو گئی تو آپ کی پیشانی مبارک اس طرح پسینے پسینے ہو گئی جیسے اس کی فصد کھول دی گئی ہو اور پیشانی سے تر تر پسینہ بہنے لگا ہو۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: بخاری شریف کی روایت میں تو صرف آمد وحی کی دو صورتیں ہی بیان کی گئی ہیں کہ ایک صورت نزول وحی کی یہ ہوتی ہے کہ گھنٹی جیسی کوئی آواز (جھنجھناہٹ سی) آتی ہے اور یہ صورت وحی تحمل و برداشت کے لحاظ سے بہت شدید ہوتی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوتا کہ اس شدت کے باعث وہ بات سمجھی نہ جا سکے۔ اس گرانی و شدت کے باوجود وہ پوری بات سمجھ لی جاتی ہے اور سلسلۂ وحی منقطع ہو جاتا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ کسی انسانی شکل میں کوئی فرشتہ میرے سامنے نمودار ہو جاتا ہے اور مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے تو اس کی بات بھی پوری طرح سمجھ کر محفوظ ہو جاتی ہے۔

اور دوسری روایت کے مطابق (جو مسلم شریف میں مروی ہے) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کی اس کیفیت و حالت کا بیان فرماتی ہیں جو وحی کے بعد آپ کے جسم مبارک اور چہرہ منور پر نمایاں ہوتی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نزول وحی کے وقت آپ کو دیکھا ہے کہ سخت سردی کے موسم میں بھی وحی منقطع ہو جانے پر آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ تر تر بہنے لگتا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ پیشانی کی کسی رگ کو فصد کے ذریعے کھول دیا گیا ہو اور پسینہ بہنے لگا ہو۔

نزول وحی کے وقت شدت کا یہ احساس اور تعب کا اثر اس وجہ سے ہوتا تھا کہ یہ ہم کلامی غیر جنس سے ہوتی تھی جو خلاف عادت ہونے کی وجہ سے دشوار ہوتی تھی۔

ضروری ہدایات

(۱) آپ دوستوں کو یہ بتا دیجئے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کبھی کبھی حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی کی صورت میں آتے تھے اور حضرات صحابہؓ انہیں دیکھتے بھی تھے اور مسلم شریف کی حدیث

صحیح میں بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا انسانی شکل میں آنا صراحت کے ساتھ مذکور ہے۔ (مگر وہاں حضرت دحیہ کلبیؓ کی صراحت نہیں ہے۔ بلکہ کسی اجنبی انسان کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جنہیں حاضرین صحابہؓ میں سے کوئی پہچانتا بھی نہ تھا)۔

(راوی حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ) ہمارے مجمع میں ایک شخص داخل ہوا بالکل زرق برق سفید کپڑے تھے اور بال بالکل سیاہ (نہ کپڑوں پر سفر کا اثر تھا۔ نہ بالوں پر گردوغبار تھا) اور ہم میں سے کوئی بھی اسے پہچانتا بھی نہ تھا (پردیسی لگ رہا تھا) اور آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی سامنے بیٹھ گیا۔ اپنے گھٹنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملائے اور اپنے دونوں ہاتھ آپکی رانوں پر رکھ دیئے (اور پھر کچھ سوالات کئے اور ہر سوال کے جواب پر بھی کہتا جاتا کہ آپ نے ٹھیک فرمایا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں وحی کی برکات سے پورا پورا نفع اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ قرآن کریم وحی کے ذریعہ نازل ہوا ہمیں اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلَاۃً دَائِمَۃً بِدَوَامِكَ

جو شخص پچاس مرتبہ دن میں اور پچاس مرتبہ رات میں اس درود شریف کا ورد رکھے تو اُس کا ایمان جانے سے محفوظ ہوگا۔ (ص ۱۵۲)

تین باتوں پر ایمان کی مٹھاس

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيْمَانِ اَنْ يَكُوْنَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَاَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَاَنْ يَكْرَهَ اَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ اَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ .

ترجمہ: تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں یہ تین باتیں پائی جائیں گی تو اس شخص کو ایمان کی مٹھاس محسوس ہونے لگے گی۔ (۱) اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ان دونوں کے ماسوا سے زیادہ ہو۔ (۲) وہ شخص جس مسلمان سے بھی محبت کرے وہ محبت پورے خلوص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو (۳) مسلمان ہو جانے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹنا اسے ایسا ہی ناگوار اور بُرا لگے جیسا اسے یہ بات ناگوار ہوتی ہے کہ اسے دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی ان احادیث میں شامل ہے جن حدیثوں میں آپ نے نہایت جامع اور مختصر انداز میں پوری تعلیماتِ دین کو سمو دیا ہے۔ گویا دریا کو کوزہ میں بند فرما دیا ہے۔ ایسی ہی احادیث کے لئے آپ نے فرمایا ہے اُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ یعنی اللہ کی جانب سے مجھے "جامع کلمات" عطا فرمائے گئے ہیں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں تین باتوں کی تعلیم دی ہے اور ان کی تعلیم کے لئے عجیب وغریب انداز اختیار فرمایا ہے کہ یہ تین باتیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہوں گی اسے ایمان کی مٹھاس کا ذائقہ مل جائے گا۔ وہ تین باتیں یہ ہیں۔

(پہلی بات) یہ کہ اللہ و رسول اسے ان دونوں کے سوا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں، اسے سب سے زیادہ محبت اللہ و رسول سے ہو۔

(دوسری بات) یہ کہ وہ شخص جس مسلمان سے بھی محبت رکھے وہ محبت صرف اللہ واسطے کی ہونی چاہئے اور کوئی غرض نہ ہو۔

(تیسری بات) یہ کہ ایمان و اسلام کے بعد حالت کفر کی طرف لوٹنا اسے ایسا ہی ناگوار ہو جیسے یہ بات اسے ناگوار ہے کہ اسے دوزخ کی آگ میں ڈال دیا جائے۔

ویسے حقیقت میں تو تینوں باتیں اللہ تعالیٰ ہی کے فضل و عطا سے ملتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ہی کا یہ فضل و عطا بھی ان اسباب سے وابستہ ہے (۱) ہر مسلمان کو اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور اس کے احکام کیا کیا ہیں جن پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اور اس کی ناپسند اور ممنوع و حرام چیزیں کیا ہیں جن سے پرہیز کرے۔ (۲) ہر مسلمان اپنے ایمان میں قوت پیدا کرنے اور اعمال صالحہ کی کثرت کا اہتمام کرے۔ (۳) کفر کے جو آثار اور اس کی جو نحوستیں ہیں ان کی پہچان ہونا چاہئے کہ ان کی وجہ سے ظلم و شر اور فتنہ و فساد پیدا ہوتا ہے جس کا نتیجہ آخرت کا نقصان ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) دوستوں کو بتائیے کہ ایمان میں ایک مٹھاس ہوتی ہے مگر یہ مزہ اسی کو ملتا ہے جس میں مندرجہ حدیث تینوں باتیں پائی جاتی ہوں۔

(۲) اپنے دوستوں کو ایمان کی پوری حقیقت بتا دیجئے کہ ایمان کہتے ہیں صرف ایک اللہ کو اپنا معبود، پروردگار، اپنا مالک و حاکم اور اپنا حاجت روا و مشکل کشا سمجھا جائے اور ہر اس بات کی تصدیق کرے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام فرشتوں پر ایمان لائے، اس کے تمام رسولوں پر ایمان ہو، اس کی تمام کتابوں پر ایمان ہو، قیامت پر ایمان ہو، قیامت میں جو کچھ ہونا ہے، حشر و نشر، حساب و کتاب، پل صراط سے گزرنا، جنت والوں کا جنت میں جانا، دوزخ والوں کا دوزخ میں جانا، ان سب باتوں پر ایمان ہونا چاہئے۔ جنت کی نعمتوں اور آسائشوں پر، دوزخ کی آگ اور اس کے عذاب پر ایمان ہونا چاہئے۔

رائی برابر ایمان کی اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (روز قیامت جب اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ (اعلان رحمت) فرمائیں گے (کہ اے رحمت کے فرشتو!)

اَخْرِجُوْا مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ فَيُخْرَجُوْنَ مِنْهَا قَدِ اسْوَدُّوْا فَيُلْقَوْنَ فِيْ نَهْرِ الْحَيٰوةِ فَيَنْبُتُوْنَ كَمَا تَنْبُتُ الْحِبَّةُ فِيْ جَانِبِ السَّيْلِ، اَلَمْ تَرَ اَنَّهَا تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مُلْتَوِيَةً. (متفق علیہ)

ترجمہ: جس کے بھی دل میں رائی کے دانہ کے برابر ذرا بھی ایمان موجود ہو اسے دوزخ سے نکال لو، تو ایسے لوگ نکال لئے جائیں گے، ان کی حالت یہ ہوگی کہ جل کر بالکل سیاہ کوئلہ ہو گئے ہوں گے۔ تو انہیں نہر حیات (آب حیات) میں ڈال دیا جائے جس سے وہ لوگ ہرے سر سبز ہو جائیں گے۔ جیسے کوئی سبزی کا کالا بیج سیلاب کے پانی میں اکھوے پھوڑ کر نکل آتا ہے۔ کیا تم نے دیکھا نہیں ہے کہ وہ کالا بیج پیلا اور ہرا ہو کر نکلتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: اہل جنت کون لوگ ہوں گے؟ یہی بات یہاں سمجھنے کی ہے تو سمجھ لیجئے کہ اہل جنت وہ لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سچے دل سے ایمان لا کر ثابت قدم رہے ہوں اور اللہ ورسولؐ کی پوری فرمانبرداری کرتے ہوئے ان کی ناپسندیدہ باتوں سے دور رہتے ہوئے فرائض و واجبات اور اعمال صالحہ میں مشغول ہو رہے ہوں، جس کی وجہ سے ان کے قلوب صاف و روشن اور ان کے نفوس پاکیزہ ہو گئے ہوں، کہ دخول جنت کی یہی بنیادی شرط ہے۔

یعنی جنت "زیر سایۂ عرش" ہے اب اہل دوزخ کو سمجھئے کہ یہ کون لوگ ہوں گے؟ تو یہ اہل دوزخ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے کفر و شرک کیا ہو اور بغیر توبہ کئے اسی حالت میں مر گئے ہوں اور وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کر کے اپنے نفوس کو گندہ اور آلودہ کر لیا ہو اور ان سے توبہ بھی نہ کی ہو۔ اور یہ دخول جنت اور داخلۂ دوزخ قیامت کے دن ہوگا۔ جب اللہ تعالیٰ سارے انسانوں کو زندہ کر کے ان کا حساب کتاب فرمائیں گے۔

ان سب کا فیصلہ اور اپنے اپنے ٹھکانوں میں داخلہ ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیں گے کہ دوزخ میں پڑے ہوئے لوگوں کو پھر دیکھ لو، ان میں سے جس کسی کے دل میں رائی کے دانہ کے وزن کے برابر بھی ایمان موجود ہو اسے دوزخ سے نکال لو۔ تو وہ لوگ تعمیل حکم میں ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکال لیں گے جو اتنی ہی دیر میں جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ اب انہیں نہر حیات میں ڈال کر غوطہ دیا جائے گا جس کے نتیجے میں ان کا جسم از سر نو زندگی پا کر تازگی و شادابی پا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس تبدیلی کو سمجھانے کے لئے یہ مثال دی ہے کہ جیسے کسی سبزی کا بیج سیاہ کالا ہوتا ہے اور سیل کے کنارے پانی میں پڑا رہتا ہے۔ پھر اس میں اَکھوا پھوٹ کر پودا نکل آتا ہے جو سیاہ نہیں ہوتا بلکہ ہرا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ بھی آب حیات میں غوطہ کھا لینے کے بعد از سر نو زندگی پا جائیں گے۔

ضروری ہدایات

(ا) لوگوں کو یہ بات بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص حالت ایمان پر مرتا ہے اور اس کے نامۂ اعمال میں صرف ایک ذرہ برابر وزن کا کوئی عمل صالح موجود ہے اور بس تو اللہ تعالیٰ اسے بھی دوزخ سے نکلوا کر اپنی مہربانی و بخشش سے جنت میں داخل فرما دیں گے۔

7

ماتحتوں سے سلوک

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو کچھ برا بھلا کہا اور اسی سلسلہ میں اسے اس کی ماں کی نسبت سے کچھ عار و شرم کی بات بھی کہہ دی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ) نے فرمایا کہ

یَا اَبَاذَرّ اَعَیَّرْتَهٗ بِاُمِّهٖ؟ اِنَّکَ امْرُؤٌ فِیْکَ جَاهِلِیَّةٌ اِخْوَانُکُمْ خَوَلُکُمْ جَعَلَهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ اَیْدِیْکُمْ فَمَنْ کَانَ اَخُوْهُ تَحْتَ یَدِهٖ فَلْیُطْعِمْهُ مِمَّا یَاْ کُلُ وَلْیُلْبِسْهُ مِمَّا یَلْبَسُ وَلَا تُکَلِّفُوْهُمْ مَا یَغْلِبُهُمْ فَاِنْ کَلَّفْتُمُوْهُمْ فَاَعِیْنُوْهُمْ .

ترجمہ: ابوذر! کیا تم نے اسے اس کی ماں کی نسبت سے کچھ عار دلائی ہے؟ تو پھر تم ایسے آدمی ہو جس میں ابھی جاہلیت کا کچھ اثر باقی ہے۔ تمہارے غلام اور نوکر چاکر بھی تمہارے بھائی ہی ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ تو جس شخص کا بھی کوئی بھائی ہو اس کے ماتحت ہو تو اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور ویسا ہی پہنائے جیسا خود پہنتا ہے اور اس کی قوت برداشت سے زیادہ کام اس کے سر نہ ڈالے، اور اگر کبھی طاقت سے زیادہ کام پڑ جائے تو اس میں اس کی مدد کرے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: اس حدیث شریف میں "سَابَبْتُ رَجُلًا" کا فقرہ آیا ہے۔ سَابَبْتُ کا لفظ سَبّ " سے بنایا گیا ہے، جس کے معنی باعتبار لغت گالی دینے کے ہیں لیکن موقع استعمال کو دیکھتے ہوئے مجازی طور پر "برا بھلا کہنے" کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ راوی حدیث حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دن ایک شخص (یعنی حضرت بلالؓ) کو کچھ بُرا بھلا کہہ دیا اور ان کی ماں سے متعلق انہیں شرمندہ کیا (یعنی انہیں "ابن السوداء" کہہ دیا جس کے مطلب "اے کلوٹی کے بیٹے ہوا) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اطلاع ملنے پر مجھ سے فرمایا کہ ابوذر! تم نے انہیں ماں کی نسبت سے شرمندہ کیا؟ پھر تم ایسے شخص ہو جس میں ابھی کچھ جاہلیت باقی رہ گئی ہے کہ کسی کو ایسے انداز میں مخاطب کرنا جس میں نقص و عیب کا اظہار ہوتا ہو۔ اور کسی مسلمان کے لئے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ اس میں جاہلیت کا کوئی انداز پایا جاتا ہے۔ پھر آپؐ نے مجھے یوں نصیحت فرمائی کہ تمہارے نوکر چاکر اور غلام و خدمت گار بھی تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔ تمہیں ان کا مالک بنا دیا ہے۔ لہٰذا جو لوگ تمہارے ماتحت رہتے ہوں انہیں وہی کھلاؤ جو خود تم کھاؤ، اور ویسا ہی پہناؤ جیسا تم خود پہنو۔ ان باتوں میں کوئی فرق نہ کرو۔ اور ان کی طاقت و برداشت سے زیادہ ان سے کام نہ لو اور اگر کوئی بھاری کام ان کے سر پڑ جائے تو اس میں ان کی مدد کر کے اس کام کو ہلکا کر دو کہ وہ آسانی سے پورا کر لیں۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو آگاہ کیجئے کہ نوکر چاکر سے ان کی قوت و برداشت کے مطابق ہی کام لینا چاہئے۔ طاقت و برداشت سے زیادہ کام لینا مکروہ ہے۔ اور اگر کام ان کی طاقت سے باہر ہو تو پھر ان کی مدد کرنا اور کام کو ہلکا کرنا ضروری ہے۔

(۲) اپنے دوستوں کو مذہب اسلام کے محاسن اور اس خوبیوں سے آگاہ اور روشناس کیجئے جس نے آقا اور غلام اور خادم و مخدوم کے درمیان مساوات کی روشنی دکھلائی جس کی وجہ سے لوگوں نے اپنے مسلمان ہونے پر خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

منافقت کی علامتیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا. اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ وَ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَ اِذَا عَاهَدَ غَدَرَ وَ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ.

ترجمہ: چار باتیں (خصلتیں) ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی یہ چاروں باتیں موجود ہوں وہ شخص بالکل خالص منافق ہوگا اور جس شخص میں ان باتوں میں سے کوئی ایک پائی جائے تو اس میں نفاق کی ایک خصلت موجود ہوگی۔ تاوقتیکہ اسے چھوڑ نہ دے۔ وہ چار باتیں یہ ہیں۔(۱) جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے (۲) جب بات نقل کرے تو اس میں جھوٹ بولے۔ (۳) جب کوئی عہد کرے تو اس کی پابندی نہ کرے اور عہد شکنی کرے۔ (۴) جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے۔ (بخاری)

تشریح: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث زیر درس میں چار بری خصلتوں کو بیان فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ چاروں بری خصلتیں جس شخص میں پائی جاتی ہوں گی تو ایسا شخص پکا منافق ہوگا۔ اس میں ذرا بھی ایمان نہ ہوگا اور اگر ان چاروں خصلتوں میں کوئی ایک خصلت ہوگی تو اسی خصلت کی وجہ سے کہا جائے گا کہ اس میں ایک خصلت نفاق کی موجود ہے۔ پھر اگر وہ اس خصلت کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو اب وہ نفاق سے خالی و بری ہوگیا۔ جن چار خصلتوں کو نفاق کی خصلت بتایا گیا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) یہ خصلت کہ جب اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے، یہ امانت عام ہے کہ روپیہ پیسہ ہو یا عزت و آبرو ہو یا کوئی پوشیدہ چیز یا پوشیدہ راز ہو (۲) یہ خصلت کہ جب وہ کوئی بات بیان کرے تو اس میں غلط بیانی اور دروغ گوئی کرے۔ (۳) یہ خصلت کہ جب کسی سے کوئی عہد و پیمان یا معاہدہ کرے تو عہد شکنی اور معاہدہ شکنی کرے اور وہ عہد و معاہدہ پورا نہ کرے۔ (۴) یہ خصلت کہ جب کسی سے کوئی جھگڑا ہو جائے تو لڑائی جھگڑے میں اخلاق و ادب کی حد سے نکل کر دروغ گوئی اور گالی گلوچ پر اُتر آئے، انصاف طلبی اور کسی سے فیصلہ کرانے پر آمادہ نہ ہو۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو ان چاروں عادتوں کی قباحت اور ان کی خطرناکی سے آگاہ فرمائیں۔ یعنی امانت میں خیانت، روایت و حکایت میں دروغ گوئی، عہد شکنی، لڑائی جھگڑے میں اخلاق و ادب کی حد سے تجاوز کر کے گالی گلوچ پر اُتر آنا۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو دین و ایمان میں اخلاص پر قائم رکھے اور ایسے کاموں سے بچائے جو ایمان کے منافی ہیں۔ آمین

دین آسان ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ وَلَنْ يُشَادَ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا وَاسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ .

ترجمہ: دین آسان ہے اور ہرگز ہرگز پورے پورے دین پر عمل کرنے کے لئے انتہا پسند نہ بنو۔ جو شخص ایسا کرتا ہے دین اسے شکست دے کر مغلوب کر دیتا ہے۔ لہٰذا صحیح صحیح چلنے اور قریب کمال رہنے ہی کی فکر کرو، اور خدا تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید پر خوش رہو اور اپنے اعمال صالحہ اور حسنات میں اضافہ کے لئے صبح، دوپہر اور آخر شب کے وقتوں سے مدد حاصل کرو ان اوقات کو اعمال صالحہ کی ادائیگی میں مشغول رکھو۔ (بخاری شریف)

تشریح: حدیث زیر درس میں "اَلدِّيْنَ يُسْرٌ" دین آسان ہے) فرمایا گیا ہے اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جن احکام کا پابند کیا ہے ان میں اس پابندی کے باوجود کچھ رعایتیں اور آسانیاں بھی رکھ دی ہیں جن کی وجہ سے وہ پابندی بھی ایک طرح سے آسان ہوگئی ہے۔ (ناواقف لوگ اپنی کم علمی و کم فہمی کی وجہ سے بعض اوقات اس حدیث کو ایسے موقع پر پیش کر دیتے ہیں کو منشاء شریعت کے بالکل خلاف ہوتا ہے۔ اس حدیث میں دین کے آسان ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ دین میں کسی طرح کی پابندی ہی نہیں ہے اور مسلمان بھی کافروں کی طرح شتر بے مہار اور چھٹے سانڈ کی طرح بالکل آزاد ہے) بلکہ دین کی آسانی اس قسم کی ہے کہ روزہ فرض تو کیا گیا مگر عذر والے (مریض و مسافر) کے لئے یہ اجازت بھی دیدی گئی ہے کہ وہ حالت عذر میں روزہ چھوڑ سکتے ہیں، جب عذر جاتا رہے اس کی قضا رکھ لیں۔ مریض آدمی کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ تو نماز معاف نہ ہو جائے گی بلکہ قیام معاف ہو جائے گا کہ بیٹھ کر پڑھ سکے تو بیٹھ کر ہی پڑھ لے اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھے۔ رکوع وسجدہ نہ کر سکتا ہو تو اشارے سے کرے۔ فاقہ کی وجہ سے مرنے کا خطرہ ہو گیا ہو اور مُردار کا گوشت مل جائے تو وہ اسے کھا کر زندہ رہ سکتا ہے۔ اور اسی سلسلہ میں اعتدال کی راہ دکھانے کے لئے یہ بھی فرمایا کہ اگرچہ دین آسان ہے مگر اس کی آسانی کی وجہ سے دین پر عمل کرنے میں انتہا پسند نہ ہو جانا، ورنہ دین تم کو شکست دے کر تم پر غالب آجائے گا کیونکہ دین کے جملہ فرائض وواجبات، مستحبات وآداب کی ادائیگی اور اس کے جملہ محرمات وممنوعات، مکروہات و نامرضیات سے اجتناب بہت مشکل و دشوار کام ہے۔ اس لئے اعتدال ومیانہ روی کے ساتھ صحیح راستہ پر چلتے رہو، پوری پابندی کے قریب پہنچنے ہی پر اکتفا کرو۔ اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کی امید پر خوشی محسوس کرو۔ اور اخیر شب کو دن کے پہلے حصہ کو، دوپہر کو عبادات میں مشغول رکھ کر ان تینوں وقتوں سے بھی مدد حاصل کرتے رہو۔ یہ تینوں اوقات ایسے ہیں جن میں بالعموم آدمی کو کچھ موقع آسانی سے مل سکتا ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو اسلام کے فضائل اور اس کی شریعت حسنہ سے آگاہ کیجئے انہیں بتایئے کہ اسلامی قانون وشریعت خالق کائنات اور خالق انسان کا تجویز فرمایا ہوا ہے جو انسانی فطرت سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس لئے یہ قانون "فطرتِ انسانی" کو ملحوظ رکھتے ہوئے بنایا گیا ہے۔ برخلاف دوسرے دنیاوی قوانین کے جو خود انسان یعنی مخلوق کے بنائے ہوئے ہیں ان میں پوری فطرتِ انسانی کو نہ ملحوظ رکھا جا سکتا ہے نہ اس کی رعایت ہو سکتی ہے۔

(۲) اپنے دوستوں کو متنبہ کیجئے کہ دین و دینداری میں غلو کا انداز اختیار کرنا اور دین میں نئی باتیں ایجاد کرنا از روئے شرع حرام ہے۔ اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

حلال وحرام

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ

اَلْحَلَالُ بَینٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَھُمَا اُمُوْرٌ مُشَبَّھَاتٌ لَا یَعْلَمُھَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَی الشُّبُھَاتِ فَقَدِاسْتَبْرَاَ لِعَرْضِہٖ وَدِیْنِہٖ وَمَنْ وَقَعَ فِی الشُّبُھَاتِ وَقَعَ فِی الْحَرَامِ کَرَاعٍ یَرْعِیْ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشَکُ اَنْ یَقَعَ فِیْہِ.

ترجمہ: جو چیزیں (متعین طور) حلال ہیں وہ سب بیان کردی گئی ہیں اور جو چیزیں (متعین طور پر) حرام ہیں وہ بھی بیان کردی گئی ہیں۔ اور ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا قطعی حکم صاف طور پر بیان نہیں کیا گیا ہے، عام لوگ بہت بڑی تعداد میں ان کے بارے میں واقفیت ہی نہیں رکھتے ہیں۔ لہذا ایسی مشتبہ (شک وشبہ کی) چیزوں سے بھی بچتے رہنا تقویٰ کا تقاضا ہے۔ جو شخص ایسی چیزوں سے بچ کر رہے گا وہ اپنی عزت وآبرو اور اپنے دین کو بچالے گا۔ اور جو شخص مشتبہ چیزوں کا مرتکب اور ان میں مبتلا ہوجائے گا تو حرام کا مرتکب بھی ہوجائے گا۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جانوروں کا کوئی چرانے والا اگر اپنے جانور کسی کھیت کی منڈیر کے پاس ہی چراتا رہے گا تو وہ جانور کھیت کی کھیتی بھی چرلیں گے۔ عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس لئے یہ اندیشہ بہر حال رہے گا کہ جانور کھیت میں بھی چریں جو حرام ہے۔ (بخاری شریف)

تشریح: حدیث شریف کے ترجمہ میں آپ نے سن لیا کہ دین میں کچھ چیزیں حلال ہیں اور کچھ چیزیں حرام ہیں۔ حلال چیزوں کی مثال سنئے۔ کھجور، سارے غلے، (گیہوں، جو، چنا، مٹر، مسور، ارہر، اُرد، دھان، چاول وغیرہ) سارے پھل، میوے سبزی، ترکاری، مشروبات میں پانی، دودھ، شہد اور (بعض مشروبات، ناریل کا پانی، تربوز کا پانی وغیرہ۔)

اور حرام چیزیں جیسے مُردار، خون، خنزیر کا گوشت (کتے کا گوشت) غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور جیسے بزرگوں کے نام پر جو جانور ذبح کئے جائیں، چوری کی چیز، چھینی ہوئی چیز، سود کی چیز، شراب اور ہر نشہ آور چیز۔

ان حلال وحرام کے درمیان کچھ چیزیں اور بھی ہیں جو ان میں شمار نہیں کی گئی ہیں انہی مشتبہات کہتے ہیں جن سے عام مسلمان اکثر ناواقف ہیں۔ انہیں مشتبہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایسی چیزوں میں حلت (حلال ہونے) کا پہلو بھی ہوتا ہے اور حرمت (حرام ہونے) کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ اس لئے ان کی بابت حرام یا حلال ہونے کا قطعی فیصلہ دشوار ہوجاتا ہے۔ لہذا جو شخص ایسی مشتبہ چیزوں سے بھی تقویٰ اور پرہیز برتے گا تو وہ اپنے دین اور اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرلے گا۔ کوئی اسے ذلیل ورسوا نہ کرسکے گا۔ اس کے متعلق یہ نہ کہا جاسکے گا کہ فلاں شخص ایسے ایسے کام کرتا ہے۔

آگے حدیث میں یہ بھی تنبیہ فرمادی گئی کہ جو شخص مشتبہ اور شک وشبہ والی چیزوں میں مبتلا ہوگیا ہو تو پھر آخر کو حرام میں بھی مبتلا ہونے کے خطرے میں رہے گا۔ اس شخص کی مثال اس چرواہے کی طرح ہوگی جو اپنے جانور کسی کے کھیت کے قریب

چرائے کہ اس صورت میں یہ اندیشہ وخطرہ رہتا ہے کہ جانور کھیت میں بھی چرنے لگیں اور یہ بات صرف اندیشہ تک محدود بھی نہیں رہتی بلکہ فی الواقع ایسا ہو کہ بھی جاتا ہے اس لئے سلامتی اسی میں ہے کہ مشتبہ چیزوں سے بھی تقویٰ و پرہیز اختیار کرے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتایئے کہ ہر صاحب ایمان کے ذمہ یہ بات بھی فرض ہے کہ وہ حلال وحرام چیزوں کا علم رکھے خواہ دینی کتابیں پڑھ کر علم حاصل کرے یا اہل علم سے دریافت کرکے معلوم کرے۔

(۲) لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ پوری سلامتی کی بات یہی ہے کہ آدمی مشتبہات سے پرہیز و اجتناب رکھے۔ جیسے گھوڑے کا گوشت ہے۔ جسے کچھ ائمہ حلال کہتے ہیں اور کچھ ائمہ حرام کہتے ہیں۔ لہذا اسے نہ کھانا ہی بہتر ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں حرام سے اور مشتبہات سے بچائے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ

امام اسماعیل بن ابراہیم مزنیؒ نے حضرت امام شافعیؒ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا تو اُنہوں نے جواب دیا اس درود شریف کی برکت سے اللہ پاک نے مجھے بخش دیا اور عزت واحترام سے جنت میں لے جانے کا حکم دیا۔ (زادالسعید)

دو چیزیں.... جن میں حسد بھی جائز

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لَا حَسَدَ اِلَّا فِیْ اِثْنَتَیْنِ: رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ مَا لًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰی هَلَكَتِهٖ فِی الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاہُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ یَقْضِیْ بِهَا وَیُعَلِّمُهَا. (بخاری)

ترجمہ: حسد (کہیں اور تو جائز نہیں ہے مگر) دو چیزوں میں (ایک تو یہ کہ) کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دیا ہو، پھر اسے اس مال پر پورا پورا اختیار دے دیا ہو کہ وہ راہ حق میں اپنا مال لٹا دے (اور دوسرے یہ کہ) کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے حکمت (بصیرت و دانائی) دی ہو جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں فیصلے کرے اور انہیں حکمت و دانائی کی تعلیم دے۔ (یہ دونوں شخص قابل رشک ہیں)

تشریح: حدیث شریف کی تشریح میں سب سے پہلے تو حسد کی تشریح ضروری ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ حسد دو صورتوں میں ہوسکتا ہے۔ حالانکہ سورۂ فلق میں حاسد کے حسد سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اور دوسری حدیث شریف میں لَا تَحَاسَدُوْا فرما کر حسد سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس لئے یہاں یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ اس حدیث میں حسد اپنے اصل معنی و مفہوم میں نہیں بولا گیا ہے۔ کہ وہ حسد تو بہر حال حرام ہے۔ یہاں پر حسد، رشک و غبطہ کے مفہوم میں بولا گیا ہے۔ اور وہ جائز بلکہ بعض صورتوں میں مستحسن ہے۔

حسد کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی کسی شخص کی کسی نعمت یا اس کی کسی صفت کمال کو دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اس کی یہ نعمت یا صفت اس کے پاس نہ رہ جائے۔ بلکہ مجھے مل جائے یا یہ چاہے کہ مجھے ملے یا نہ ملے مگر اس کے پاس سے چلی جائے۔ ان دونوں صورتوں میں دوسری صورت سب سے بڑی صورت ہے، اگرچہ حرام دونوں ہی ہیں۔ حسد کے علاوہ ایک اور صورت بھی ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ آدمی کسی دوسرے کی کوئی نعمت یا خوبی و کمال دیکھ کر یہ خواہش کرے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے یہ خوبی اور نعمت دی ہے۔ مجھے بھی دیدیں تو کیا اچھا ہو۔ اسے غبطہ اور رشک کہتے ہیں، یہ جائز اور درست ہے۔ حدیث زیر درست میں حسد سے مراد یہی غبطہ و رشک ہے۔ حقیقی حسد مراد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ حرام ہے۔

حدیث زیر درس میں جو دو صورتیں بیان کی گئی ہیں ان پر غور کرنے سے بات خود سمجھ میں آجاتی ہے کہ ایک شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت دیا ہے اور وہ اللہ کی راہ میں خرچ کر رہا ہے ایسے شخص کو دیکھ کر اگر کوئی یہ تمنا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کاش مجھے بھی دولت دیتا تو میں بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتا، تو یہ تمنا کرنا حسد نہیں ہے۔ بلکہ رشک و غبطہ ہے اور اللہ و رسول کے نزدیک پسندیدہ ہے۔

اسی طرح ایک دوسرا شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت سے نوازا ہے۔ جس سے وہ دوسروں کو نفع پہنچا رہا ہے۔ اسے دیکھ کر کوئی دوسرا شخص بھی یہ آرزو کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی علم و حکمت سے یونہی نواز دے تو کتنا اچھا ہو، میں بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچاؤں۔ تو یہ تمنا رشک پر مبنی ہے۔ اسے حسد نہ کہا جائے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتائیے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا لیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔ اور یہ کہ حسد انتہائی خطرناک بیماری ہے۔ اس سے پناہ مانگتے رہنا چاہئے۔

(۲) لوگوں کو غبطہ اور حسد کا فرق اچھی طرح سمجھا دیجئے اور بتا دیجئے کہ غبطہ (رشک) حرام نہیں ہے اور حسد حرام ہے۔ اس سے بچنے کے لئے سورۂ فلق سب سے بہتر ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں حسد سے بچائے اور علم و سخاوت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

قیامت کی بعض علامات

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَقِلَّ الْعِلْمُ وَيَظْهَرَ الْجَهْلُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا وَتُكْثِرَ النِّسَاءُ حَتّٰى يَكُوْنَ لِخَمْسِيْنَ اِمْرَاَةِ الْقَيِّمُ الْوَاحِدُ .

ترجمہ: قیامت کی علامتوں میں یہ علامات بھی ہیں کہ علم کم ہو جائے گا اور جہل کا غلبہ ہو جائے گا اور زنا علانیہ طور پر ہونے لگے۔عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی کہ کہیں کہیں پچاس پچاس عورتوں کا نگراں ایک ہی مرد ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علامات قیامت میں سے ایک علامت تو یہ ہے کہ قیامت کے قریب علم (یعنی علم دین وشریعت) میں کمی آجائے گی (لوگوں کو علم دنیا اور عصری علوم جدیدہ کی طرف توجہ زیادہ ہوگی، لوگ اسی میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کریں گے) حالانکہ اعتقادات کی درستی اور احکام خداوندی کی ادائیگی جو مدار نجات ہے وہ اسی علم دین وشریعت ہی کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے ۔

نہ نماز ہے نہ روزہ، نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے
تو خوشی پھر اس کی کیا ہو، کوئی جنٹ کوئی جج ہے

دوسری علامت یہ ہے کہ جہل یعنی دین سے جہالت کو اور اس دین سے جاہل لوگوں کو غلبہ حاصل ہو جائے گا۔ دین کا علم رکھنے والے جو دین کی ضروری واقفیت رکھتے ہوں کم ہو جائیں گے کہ ڈھونڈنے پر آسانی سے نہ مل سکیں گے۔

تیسری علامت یہ ہے کہ زنا (چوری چھپے نہیں بلکہ) علانیہ (سربازار) ہونے لگے۔

چوتھی علامت یہ ہے کہ مردم شماری میں عورتوں کی تعداد بڑھ جائے گی اور بڑھتے بڑھتے یہ نوبت آجائے گی کہ پچاس پچاس عورتوں کا سربراہ کہیں کہیں ایک ہی مرد ہوگا۔

ان علامات میں سے یہ آخری علامت تو ابھی تک عام مشاہدہ میں نہیں آسکی ہے۔لیکن اوپر کی تینوں علامتیں کھلی آنکھوں دیکھی جارہی ہیں، صرف انہی لوگوں کو شاید نظر نہ آتی ہوں جن کی عقل کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے دین وایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتا دیجئے کہ قیامت کی کچھ علامات اور نشانیاں مقرر ہیں ۔ جب تک یہ علامات آنہ چکیں گی۔اس وقت تک قیامت نہ آئے گی۔ یہ علامتیں ایک طرح سے قیامت کی شرطیں ہیں، ان شرطوں کے بعد ہی قیامت آئے گی۔

(۲) اپنے دوستوں کو دنیا میں زنا و بدکاری اور ان کے اسباب عریانی و بے پردگی کے پھیلنے کے خطرات سے آگاہ کیجئے اور بتایئے کہ اس صورتِ حال کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ لوگوں میں دین واحکام دین سے جہالت پھیلی ہوئی ہے۔انہیں خبر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیزیں کیا ہیں اور ناپسندیدہ چیزیں کیا ہیں۔اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں صالح و دیندار لوگوں کے لئے کیا کچھ تیار کر رکھا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کے کام کرنے والا بنائے، علم دین سے نوازے اور ہر قسم کی بدکاری سے بچائے۔آمین

مشتبہ امور میں احتیاط

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا:

کَیْفَ وَ قَدْ قِیْلَ وَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَکَحَتْ زَوْجاً غَیْرَهُ. لِهٰذَ الْقَوْلِ سَبَبٌ وَهُوَ اَنَّ عُقْبَةَ بْنَ الْحَارِثِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ تَزَوَّجَ اِبْنَةً لِاَبِیْ اِهَابِ بْنِ عَزِیْزٍ فَاَتَتْهُ اِمْرَاَةٌ فَقَالَتْ اِنِّیْ اَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِیْ تَزَوَّجَ بِهَا فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا اَعْلَمُ اَنَّکِ اَرْضَعْتِنِیْ وَلَا اَخْبَرْتِنِیْ فَرَکِبَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِیْنَةِ فَسَاَلَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ " کَیْفَ وَقَدْ قِیْلَ "

ترجمہ: کیسے (وہ عورت ابی اہاب بن عزیز کی بیٹی اب تمہارے نکاح میں کیسے رہ سکتی ہے) حالانکہ یہ بات کہی جا چکی ہے چنانچہ (آپ کے اس فرمانے کے بعد) حضرت عقبہؓ نے ان سے علیحدگی اختیار کرلی اور (بنت ابی اہاب نے) دوسرے شوہر سے نکاح کرلیا۔ (بخاری شریف)

تشریح: حدیث شریف کا ٹکڑا تو بہت مختصر ہے۔ اور وہ ایک واقعہ سے متعلق ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی اہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تھی، تو ایک عورت حضرت عقبہؓ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ میں نے عقبہ کو دودھ پلایا ہے۔ اور اس عورت کو بھی دودھ پلایا ہے۔ جس سے انہوں نے نکاح کیا ہے (یعنی یہ دونوں میاں بیوی میرا دودھ پینے کی وجہ سے دودھ شریک بھائی بہن ہیں اس لئے ان کا نکاح نہیں ہوسکتا) عقبہ نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تو نے مجھے اس کی کوئی خبر دی ہے۔ اس اطلاع کے بعد حضرت عقبہؓ سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ شریف حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "کَیْفَ وَقَدْ قِیْلَ" (یعنی نکاح اب کیسے ہوسکتا ہے جبکہ رضاعت کی بات معلوم ہوگئی ہے۔)

حدیث زیر درس میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حلال وحرام کے درمیان مشتبہات ہیں ان میں سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ ایسی چیزوں سے دور ہی رہا جائے، ان سے پرہیز کیا جائے۔ جیسا کہ واقعہ حدیث سے ظاہر ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک عورت کے اس بیان پر کہ اس نے حضرت عقبہؓ اور ان کی منکوحہ کو دودھ پلایا ہے، یہ فیصلہ فرمادیا کہ دونوں علیحدگی اختیار کرلیں ورنہ آپ یہ بھی فرماسکتے تھے کہ اس سے دودھ پلانے پر گواہی لی جائے، یا وہ حلفیہ بیان دے کہ اس نے دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کیا اور فیصلہ فرمادیا کہ جب ایک بات کہہ دی گئی (اور مسلمان عورت سے حسن ظن کا تقاضا یہی ہے کہ اسے اس کے بیان میں سچا سمجھا جائے) تو اب تم دونوں کا نکاح رشتۂ رضاعت کی وجہ سے درست نہیں ہوا۔ تم علیحدگی اختیار کرلو۔ چنانچہ دونوں نے علیحدگی اختیار کرلی اور ابی اہاب کی بیٹی نے بھی دوسرا عقد کرلیا کہ تقویٰ اور احتیاط کا یہی تقاضا تھا۔

ضروری ہدایات

(۱) جب کبھی کسی معاملہ میں حقیقت مشتبہ ہوجائے اور یقینی طور پر معلوم نہ ہوسکے کہ حقیقت کیا ہے تو ایسے وقت میں ورع اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ مشتبہ بات اور اختلافی صورت کو چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ کوئی صاحب ایمان کسی گناہ کا مرتکب نہ ہوجائے۔ جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا مقام ومرتبہ گھٹ جائے۔

کلمہ شہادت کا اقرار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمانا (جبکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر آپ کے پیچھے ردیف بنے ہوئے تھے) کہ اے معاذ! انہوں نے جواب میں عرض کیا "لبیک یا رسول الله وسَعْدَیْکَ (جی حضور! بسر وچشم حاضر ہوں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا معاذ! انہوں نے دوبارہ عرض کیا "لبیک یا رسول الله وسَعْدَیْکَ (جی حضور! بسر وچشم حاضر ہوں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری بار بھی اسی طرح انہیں مخاطب فرمایا اور انہوں نے تیسری بار بھی اسی طرح جواب میں **لبیک و سعدیک** کہا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

مَا مِنْ اَحَدٍ یَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدً ارَّسُوْلُ اللّٰهِ صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ اِلَّا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ ، قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُخْبِرُ النَّاسَ یَسْتَبْشِرُوْنَ قَالَ اِذً ایَّتَّكِلُوْ ا وَاَخْبَرَ بِهَا مَعَاذُ عِنْدَ مَوْتِهٖ تَاَ ثُمًا .

ترجمہ: جو شخص بھی صدق دل سے یہ شہادت دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تو اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام فرما دیں گے۔ تو حضرت معاذؓ نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! تو پھر کیوں نہ میں لوگوں کو اس کی خبر دیدوں کہ وہ سب خوشی محسوس کریں، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تو لوگ اسی خوشخبری پر بھروسہ کرلیں گے (اور اعمال صالحہ کی مشغولی ضروری نہ سمجھتے ہوئے اسے چھوڑ بیٹھیں گے) اس لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں تو یہ حدیث لوگوں سے بیان نہیں کیا۔ لیکن آخر وقت میں "کتمان علم" کے گناہ کا لحاظ کرتے ہوئے لوگوں کو یہ حدیث سُنا دی۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: حدیث زیر درس میں مندرجہ ذیل چند باتیں قابل توجہ ہیں، انہیں ذہن نشین کرلینا چاہئے۔

(۱) قابل توجہ یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ردیف بنے ہوئے آپ کے ساتھ ہی سوار تھے۔ ایسی صورت میں بظاہر اس کی ضرورت نہ تھی کہ آپ ان کا نام لے کر مخاطب فرمائیں۔ کیونکہ وہاں کوئی دوسرا موجود ہی نہ تھا۔ لیکن آپ نے ان کا نام لے کر مخاطب فرمایا۔ اس سے غرض یہی تھی کہ آپ ان سے کوئی خاص اور اہم بات فرمانا چاہتے تھے۔ اس لئے ان کا نام لے کر انہیں مخاطب فرمایا کہ وہ پوری توجہ کے ساتھ آپ کا ارشاد سنیں، دھیان کسی اور طرف نہ رکھیں۔

(۲) قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب فرمانے پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے **لبیک و سعدیک** کے ساتھ اپنی حاضری وتوجہ ظاہر کی کہ ادب کی بات یہی ہے کہ جب کوئی دینی بزرگ شخصیت سے ایسا موقع پیش آئے تو اسی طرح جواب دیا جائے۔

(۳) قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ کا نام لے کر تین بار انہیں مخاطب فرمایا جس سے مقصد یہی تھا کہ وہ پوری طرح متوجہ ہو جائیں۔ تب ان سے وہ خاص بات بتائی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرز عمل میں اس بات کی رہنمائی ہے کہ کسی مفید مقصد کے تحت اس قسم کی تکرار بھی طریق دعوت وسنت ہے۔

(۴) آخری اور بہت ضروری بات یہ ہے کہ حدیث شریف میں بظاہر اقرار شہادتین ہی کو نجات کے لئے کافی بتایا گیا ہے کہ ایسے شخص پر دوزخ کی آگ حرام کردی جائے گی۔ لیکن جب الفاظ حدیث پر غور کیا جائے تو حدیث شریف ہی میں "صِدْقًا مِنْ قَلْبِهٖ" کی قید وشرط بھی لگی ہوئی ہے۔ جس کے تحت تشریح حدیث کے وقت یہ سمجھنا پڑے گا کہ جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو تنہا معبود اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا اور آخری رسول یقین کرتا ہوگا اس کے لئے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ صاحب تقویٰ بھی ہوگا اور تقوی ہی جنت کا ٹکٹ ہے۔ صدق دل سے ایمان کے بعد اگر گناہ سرزد ہو بھی جائے گا تو وہ فوراً توبہ کر کے بدستور مستحق جنت بنا رہے گا۔

عام طور پر حضرات علماء دین یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اقرار شہادتین کے باوجود مبتلائے معاصی اور فاسق ہوگا تو وہ ہمیشہ کے لئے دوزخی نہ ہوگا۔ بلکہ سزائے معاصی کے بعد جنت کا حق دار ہو جائے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتائیے کہ اگر کوئی صاحب فضیلت بزرگ کسی کو آواز دے تو وہ مخاطب شخص "لبیک و سعدَیک" یا اسی قسم کے کلمات (جی حضرت! جی حضور! جی جناب! وغیرہ) کہہ سکتا ہے۔

(۲) دوستوں کو آگاہ کیجئے کہ کسی فائدہ یا ضرورت کے پیش نظر کسی بات کو بار بار دہرایا بھی جاسکتا ہے۔ جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو پوری طرح متوجہ کرنے کے لئے تین بار مخاطب فرمایا۔

(۳) حدیث شریف سے کلمۂ شہادت اور اقرار شہادتین کی جو فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ جب کوئی بھی بندۂ خدا صدق دل سے اقرار شہادتین کرلے گا تو پھر وہ دوزخ کے دائمی عذاب سے تو بچ ہی جائے گا، بلکہ اگر عمل سے بھی تقاضائے ایمان پورا کرلیتا ہے تب تو وہ دوزخ میں داخل ہونے سے ہی محفوظ ہو جائے گا۔

(۴) لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ اہم معاملات میں احتیاط کا پہلو بھی ملحوظ رہنا چاہئے۔ جیسا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ احتیاط حضرت معاذؓ کو لوگوں کو اطلاع دینے سے روک دیا کہ لوگ اسی بھروسہ پر اعمال ترک کر بیٹھیں گے۔

(۵) لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ علم کو دوسروں تک پہنچانا بھی ضروری ہے۔ دوسرا کوئی ذریعہ نہ ہو تو خود پہنچائے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر استقامت عطا کئے رکھے اور ایمان پر ہی ہمیں موت آئے۔ آمین

نیک مجلس میں شرکت

حضرت ابو واقد لیثیؓ کی روایت کردہ حدیث میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد (نبوی) میں تشریف فرما تھے۔ آپ کے ساتھ حضرات صحابہؓ بھی تھے۔ کہ تین شخص آئے۔ جن میں سے دو شخص تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اور ایک شخص وہیں سے باہر لوٹ گیا۔ وہ دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ میں شریک ہونے کے لئے ٹھہر گئے۔ ان دو میں سے ایک نے تو حلقہ میں کچھ گنجائش دیکھی وہ اس جگہ بیٹھ گئے۔ دوسرے نے لوگوں کے بیچ میں گھسنا اچھا نہ سمجھا تو وہ لوگوں کے پیچھے ہی بیٹھ گئے۔ اور تیسرا شخص پیٹھ پھیر کر اُلٹے ہی پاؤں لَوٹ گیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس وگفتگو سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ

اَلَا اُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلٰثَةِ اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰى اِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيَا فَاسْتَحْيَا اللّٰهُ مِنْهُ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَنْهُ ۔

ترجمہ: میں تمہیں ان تینوں آدمیوں کی بات نہ بتاؤں؟ ایک نے اللہ تعالیٰ کے پاس جگہ چاہی تو اللہ تعالیٰ نے اسے جگہ دے دی۔ دوسرے نے اللہ تعالیٰ سے حیا کی، تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے حیا فرمائی۔ اور تیسرے شخص نے مجلس خیر سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اعراض فرمالیا۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: یہ واقعہ مسجد نبوی میں پیش آیا تھا۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ اسی مسجد نبوی میں اپنے اصحاب کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے اور اپنے اصحاب کے حلقہ میں گھرے ہوئے موعظت ونصیحت فرمارہے تھے، کہ مسجد میں تین شخص داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے دیکھا کہ آپ کے گرد اصحاب کا بڑا مجمع ہے۔ اس لئے اس نے مجمع میں شامل ہونے کا ارادہ ہی نہیں کیا اور وہیں سے لوٹ گیا۔ بقیہ دو مجمع میں شامل ہونے کے لئے رُک گئے۔ ان میں سے ایک نے دیکھا کہ حلقہ کے درمیان ایک جگہ کچھ گنجائش ہے۔ وہ بڑھ کر اس جگہ بیٹھ گیا۔ تیسرے نے لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے بیچ میں گھس کر بیٹھنا خلاف حیا سمجھا، اس لئے وہ لوگوں کے پیچھے ہی بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد جب مجلس وعظ ختم ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں تم لوگوں کو ان تینوں آنے والوں سے متعلق کچھ بتاؤں؟ اور پھر آپ نے ان کے متعلق یوں ارشاد فرمایا کہ ان میں سے ایک شخص نے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ٹھکانہ چاہا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ٹھکانہ دیدیا۔ دوسرے شخص نے اللہ تعالیٰ سے شرم وحیا ملحوظ رکھی اور ڈاکتے پھلانگتے مجمع میں گھسنا اچھا نہ سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے ساتھ حیا ہی کا معاملہ رکھا۔ تیسرے شخص نے "مجلس خیر اور حلقہ علم دین" سے منہ پھیرلیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے اپنا منہ پھیرلیا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو ایسے دینی وعلمی "حلقوں اور مجلسوں" کی فضیلت بتائیے اور انہیں ترغیب دیجئے کہ وہ ایسے حلقوں اور مجلسوں میں شرکت کیا کریں اور ان سے دوری کا طریقہ ہرگز نہ رکھیں۔

(۲) دوستوں کو بتائیے کہ "شرم وحیا" نہایت درجہ عمدہ صفت ہے۔ اس میں خیر ہی خیر ہے۔ جس شخص میں حیا نہ ہو اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ بالخصوص عورتوں کو تو اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ ان کی بے حیائی بہت بری چیز ہے۔

نیکی و برائی کے اندراج کا ضابطہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ (نامہ اعمال لکھنے والے فرشتوں سے) فرماتے ہیں کہ:

حدیث قدسی: **اِذَا اَرَادَ عَبْدِیْ اَنْ یَّعْمَلَ سَیِّئَۃً فَلَا تَکْتُبُوْھَا عَلَیْہِ حَتّٰی یَعْمَلَھَا فَاِنْ عَمِلَھَا فَاکْتُبُوْھَا بِمِثْلِھَا وَ اِنْ تَرَکَھَا مِنْ اَجْلِیْ فَاکْتُبُوْھَا حَسَنَۃً وَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَّعْمَلَ حَسَنَۃً فَلَمْ یَعْمَلْھَا فَاکْتُبُوْھَا حَسَنَۃً فَاِنْ عَمِلَھَا فَاکْتُبُوْھَا لَہٗ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا اِلٰی سَبْعِ مِائَۃٍ.**

ترجمہ: جب میرا کوئی بندہ کسی برائی کے ارتکاب کا ارادہ کرے تو اس وقت تک (اس کے نامۂ اعمال میں برائی) نہ لکھو جب تک کہ وہ برائی کر نہ لے۔ پھر اگر وہ برائی کرلے تو ایک برائی لکھو۔ اور اگر وہ بندہ (برائی کرنے سے پہلے) صرف میری وجہ سے برائی چھوڑ دے (تو اس چھوڑنے کی وجہ سے اس کی ایک نیکی لکھ لو۔ اور اگر میرا کوئی بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو اس ارادہ پر ہی اس کی ایک نیکی لکھ لو۔ پھر اگر وہ نیکی کرلے تو اس کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک لکھو۔ (اور یہی مفہوم مسلم کی حدیث میں بھی ہے) (بخاری شریف)

تشریح: اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول بیان ہوا کہ جب میرا بندہ کسی برائی کے ارتکاب کا ارادہ کرتا ہے (وہ برائی چاہے زبان اور قول سے متعلق ہو یا کسی عمل سے متعلق ہو) جس کی وجہ سے نفس انسانی خبث وظلمت گندگی و تاریکی سے آلودہ ہو جائے کیونکہ خدا اور رسول کی طرف سے منع و حرام کی ہوئی ہر بات کے ارتکاب سے نفس آلودہ ہو ہی جاتا ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اسے اس وقت تک نامۂ اعمال میں درج نہ کرو جب تک وہ اسے کر نہ گزرے" کیونکہ کسی بُرے کام یا بُری بات کا صرف خیال وارادہ نفس کو خراب اور آلودہ نہیں کرتا ہے بلکہ یہ آلودگی ارتکاب کے بعد ہی ہوتی ہے۔ پھر اگر وہ کرلیتا ہے تو اب اس کی ایک برائی لکھو۔ برائی کی سزا میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کے عدل وانصاف اور رحم وکرم کا تقاضا یہی ہے کہ برائی بقدر عمل ہی لکھی جائے۔

اور اگر وہ بندہ میرے خوف یا مجھ سے حیا وشرم کرتے ہوئے اس برائی سے رُک جاتا ہے تو اس کے احساس خوف وحیا کی وجہ سے اس کے نفس میں ایک طرح کا نور پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ لی جائے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد حدیث شریف میں نقل ہوا ہے کہ:

اور جس وقت میرے بندے نے کسی نیکی کا ارادہ کیا (کوئی اچھی بات ہو یا اچھا کام ہو لیکن ابھی کیا نہیں ہے، تو اس کے اس نیک ارادہ ہی پر ایک نیکی لکھ دی جائے۔ کیونکہ اس کے دل میں نیکی کی رغبت وخواہش تو پائی گئی، اور نیکی کی یہ خواہش ورغبت بھی ایک نیکی ہے۔ اس لئے اس پر بھی وہ مستحق ثواب ہوا۔ اور اگر خدانخواستہ اس نے دل میں اس نیکی کی رغبت کے بجائے اس سے کراہیت پائی جائے جس کی وجہ سے وہ نیکی نہ کرے تو پھر اس کیلئے محض دل میں خیال آجانے پر نیکی کا ثواب ہرگز نہ لکھا جائے گا۔

آگے یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ بندہ نیکی کرلیتا ہے تو اس کے

لئے دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ثواب لکھ لو۔ ہر نیکی پر دس گنا ثواب تو عام طور پر دیا ہی جاتا ہے۔ اس کے بعد کا اضافہ بندے کے خلوص وصدق اور متابعت رسولؐ کے جذبہ کی مناسبت سے کیا جائے گا۔ جیسا کہ جہاد میں ایک درہم کا ثواب سات سو تک بتایا گیا ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتا دیجئے کہ صاحبِ ایمان بندے کو تو نیکی کی نیت و ارادہ ہی پر ثواب دے دیا جاتا ہے اور گناہ و معصیت کے صرف ارادہ پر بدلہ نہ ملنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر گناہ ومعصیت کے ارادہ کے بعد خدا تعالیٰ کے خوف وحیاء کی وجہ سے ارتکاب نہ کیا تو اس پر بھی ایک نیکی لکھ لی جائے گی۔ لیکن اگر کسی دوسری وجہ سے معصیت کا ارتکاب نہ ہو سکا تھا تو اس صورت میں معصیت کے ارادہ پر بھی اندیشہ ہے۔ کہ آخرت سے پہلے ہی دنیا میں وہ کسی بلا میں مبتلا ہو جائے۔ ہاں آخرت میں کوئی سزا صرف ارادہ پر نہ ہوگی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی نافرمانی سے محفوظ رکھے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ
النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الطَّاهِرِ الزَّكِيِّ صَلَاةً تُحَلُّ
بِهِ الْعُقَدُ وَتُفَكُّ بِهَا الْكُرَبُ

یہ درود شریف بار بار پڑھنے سے اللہ تعالیٰ پریشانی دور فرما دیتے ہیں۔ (ص۱۱۴)

شہرت وریاکاری کی سزا

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ يَوْ مَ الْقِيٰمَةِ وَ مَنْ يُشَاقِقْ يُشَاقِقِ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَقَالُوْا اَوْصِنَا فَقَالَ: اِنَّ اَوَّلَ مَا يُنْتِنُ مِنَ الْاِنْسَانِ بَطْنُهٗ فَمَنِ اسْتَطَا عَ اَنْ لَا يَاْ كُلَ اِلَّا طَيِّبًا فَلْيَفْعَلْ وَمَنِ اسْتَطَا عَ اَنْ لَا يُحَالَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ بِمِلْاءِ كَفِّهٖ مِنْ دَمٍ اِهْرَاقَهٗ فَلْيَفْعَلْ .

ترجمہ: جو شخص شہرت اور نام آوری کی نیت سے کوئی دینی کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت میں اسے اس کی جزا بدنامی و رسوائی سے دیں گے۔ اور جو شخص دنیا میں اللہ کی نافرمانی اور مخالفت کا طریقہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس کے ساتھ دشمنی کے بدلہ کا معاملہ کرے گا۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا کہ ہمیں (مزید) نصیحت فرمائیے! تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسانی بدن کا جو حصہ سب سے پہلے سڑ کر بدبودار ہوگا وہ پیٹ ہوگا۔ لہٰذا جو شخص یہ پابندی کر سکے کہ صرف حلال وطیب ہی روزی کھائے تو اس کی پابندی کرے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہو اور ایسا کر سکتا ہو کہ قیامت میں کسی کا قتل ناحق اور خون ناحق اس کے داخلۂ جنت میں رکاوٹ نہ بنے تو وہ قتل ناحق اور خون ناحق سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔ (بخاری)

تشریح: یعنی جو شخص شہرت کی نیت سے کوئی دینی کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ روز قیامت سب کے سامنے یہ اعلان کرا دیں گے کہ اس نے صرف شہرت و نام آوری چاہی تھی کہ لوگ میرے اس کام کو دیکھ کر میری تعریف کریں میرا شکریہ ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور جنت کا داخلہ اس نے چاہا نہیں تھا۔ تو اسے وہی بدلہ دیا جائے گا۔ جو اس نے چاہا تھا پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

حدیث شریف کا دوسرا ٹکڑا یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور مخالفت وعداوت کا معاملہ رکھے گا تو قیامت میں اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ دشمنی ہی کا معاملہ رکھیں گے۔ یعنی جو شخص دنیا میں کفر وفسق اختیار کر کے خدا اور رسولؐ کی دشمنی کا مظاہرہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت ومہربانی سے دور کر کے اپنے دشمنوں کے ساتھ دوزخ میں داخل کر دیں گے۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید نصیحت کی فرمائش کی۔ تو آپ نے فرمایا کہ (قبر میں) سب سے پہلے انسان کا پیٹ سڑتا اور بدبودار ہوتا ہے۔ لہٰذا جو شخص یہ پابندی کر سکے کہ وہ صرف حلال و طیب ہی روزی کھائے تو وہ یہ پابندی کر لے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہو کہ ''خون ناحق'' قیامت میں اس کے داخلۂ جنت میں رکاوٹ نہ بنے تو پھر وہ دنیا میں خون ناحق سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔ حدیث زیر درس میں حرام روزی اور قتل ناحق سے بچنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو سُمعہ (شہرت طلبی) اور ریا (دکھاوے) کے عذاب وانجام سے ڈرائیے اور بتائیے کہ سُمعہ اسے کہتے ہیں کہ انسان کوئی نیک کام کرے اور لوگوں کو سُنائے اور بتائے کہ لوگ اس کی تعریف کریں۔ اور ریا اسے کہتے ہیں کہ انسان لوگوں کو دکھانے ہی

کی نیت سے کام کرے کہ اس کی تعریف کی جائے اور اسے بے عیب سمجھا جائے۔ یہ دونوں باطنی عیب و مرض ہیں۔ اپنی نیکی دوسری کو سنانا سمعہ ہے اور دوسروں کو دکھلانا ریا ہے۔

(۲) لوگوں کو بتائیے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی اور ان کی مخالفت و نافرمانی کی سزا بھی اسی کے مطابق عداوت و دشمنی کی صورت میں ملے گی کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں پر غضبناک ہوں گے اور انہیں اپنی رحمت و مہربانی سے دور کر کے سخت عذاب چکھائیں گے۔

(۳) لوگوں کو ان دونوں بڑے گناہوں کے عذاب سے ڈرائیے: ''حرام روزی کھانا'' اور قتل ناحق کرنا یعنی ''ناحق خون بہانا''۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ریا کاری، حرام خوری، قتل ناحق وغیرہ سب گناہوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ

النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

جمعہ کے دن جہاں نمازِ عصر پڑھی ہو اُس جگہ سے اُٹھنے سے پہلے اسی مرتبہ
یہ درود شریف پڑھنے سے اَسی سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور اَسی
سال کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ (فضائل درود)

امیر کی اطاعت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

اِسۡمَعُوۡا وَاَطِیۡعُوۡا وَ اِنِ اسۡتُعۡمِلَ عَلَیۡکُمۡ عَبۡدٌ حَبۡشِیٌّ کَاَنَّ رَاۡسَهٗ زَبِیۡبَةٌ.

ترجمہ: (اے لوگو!) اپنے امیر کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو اگرچہ تمہارے اوپر کسی حبشی غلام ہی کو حاکم بنا دیا گیا ہو جس کا سر اتنا چھوٹا ہو جیسے سوکھا انجیر یا سوکھا انگور ہوتا ہے۔ (صحیح بخاری)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے مسلمان حاکم جو کچھ تم کو حکم دیں یا جس بات سے تم کو منع کریں تو ان کی باتیں سنا کرو اور ان کی اطاعت کیا کرو۔ لیکن دوسری حدیثوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی کے معاملہ میں کسی کی بھی اطاعت نہ کی جائے گی۔ یہ اطاعت ناجائز ہے۔ اس لئے یہاں بھی ان دوسری حدیثوں کی وجہ سے یہی مطلب لیا جائے گا کہ مسلمان حاکم کی اطاعت شریعت کی حد میں رہے گی۔

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرما دیا کہ (امیر المومنین کے علاوہ، کیونکہ امیر المومنین تو قبیلہ قریش کا ہونا چاہئے جیسا کہ صاحب مجمع بحار الانوار نے حدیث کا مطلب بیان فرمایا ہے) اگر کوئی حبشی غلام بھی تمہارا حاکم بن جائے جو بہت ہی بدصورت اور بدشکل ہو، کشمش جیسا چھوٹا سا اس کا سر ہو تو بھی تم لوگ اس کی اطاعت کرو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے مقصد اطاعت امیر کی تاکید ہے کہ جہاں تک جائز ہو امیر کی اطاعت کرنا، اس کا کہنا سننا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے کہ نظام عالم اور نظام حکومت اسی طرح برقرار رہ سکتا ہے۔ ورنہ دنیا میں انارکی اور افراتفری پھیل جائے گی، فتنہ وفساد برپا ہو جائے گا۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتائیے کہ قرآن وحدیث کی رو سے حاکم وقت (امیر المومنین) کی اطاعت ضروری ہے اس کا ترک ناجائز و حرام ہے کہ نظام حکومت درہم برہم ہو جائے گا اور ہر جگہ فتنہ وفساد برپا ہو جائے گا۔ لوگوں کے مال وجان محفوظ نہ رہ سکیں گے۔

(۲) اپنے احباب کو بتائیے کہ امیر کی اطاعت اسی حد تک واجب ہے جب تک خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معصیت اور نافرمانی نہ ہوتی ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں صاف ارشاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معصیت اور نافرمانی کی صورت میں کسی بھی مخلوق کی فرمانبرداری نہ ہوگی۔ چاہے کوئی بھی ہو۔ ماں باپ ہوں، استاد وپیر ہوں یا کوئی حاکم ہو۔

(۳) اپنے دوستوں کو بتا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل اعتبار بات یہ ہے کہ بندۂ مومن خدا اور رسول کی فرمانبرداری میں ثابت قدم رہے۔ خاندانی شرف قیامت میں کام نہ آئے گا (یہ تو صرف دنیا ہی میں تعارف کا کام دیتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے رشتہ داریاں قائم بھی ہوتی ہیں اور پرانی رشتہ داریوں کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔)

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی دولت عطا فرمائے۔ آمین

8

موت کی تمنا نہ کرنے کا حکم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"لَا یَتَمَنَّیَنَّ اَحَدُکُمُ الْمَوْتَ اِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ یَزْدَادُ وَ اِمَّا مُسِیْئًا فَلَعَلَّهُ یُسْتَعْتَبُ.

ترجمہ: تم میں کوئی شخص موت کی تمنا ہرگز نہ کرے۔ کیونکہ اگر وہ نیکوکار ہے تو شاید اور بھی نیک کام کر سکے اور اگر بدکار ہے تو شاید برائی سے توبہ کر کے مستحق نجات ہو جائے۔ (بخاری شریف)

تشریح: یہ حدیث شریف بالکل صاف اور واضح طور پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تمنائے موت کی ممانعت و حرمت بیان کر رہی ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی وجہ سے کسی صاحب ایمان کے لئے موت کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ کاش میں مر گیا ہوتا، یا یہ کہ کاش میں مر جاؤں۔ یا یوں کہے کہ اے اللہ! مجھے اسی وقت تو موت دیدے۔

بہت سے صحابہؓ اور بزرگان دین نے اس قسم کی تمنا کی ہے کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ یا کاش میں انسان نہ ہوتا، گھاس اور جانوروں کا چارہ نہ ہوتا کہ جانور مجھے کھا لیتے اور میں دنیا میں نہ رہ جاتا۔

حدیث شریف میں تمنائے موت نہ کرنے کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے کہ موت کی تمنا اس لئے نہ کرنی چاہئے کہ اگر وہ شخص نیکوکار اور صلاح کار ہے تو آئندہ زندگی میں اور اچھے کام کر کے جنت میں اور عمدہ ٹھکانے کا مستحق ہو جائے گا۔

اور اگر خدانخواستہ خدانخواستہ وہ شخص بدکار اور گناہ گار ہے تو اب بھی اس کے لئے یہ تو ممکن ہی رہے گا کہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع و توبہ کر کے اپنے گناہ معاف کرا لے اور آئندہ زندگی میں نیکوکار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کے بہت سے مقبول اور ولی بندے پہلے نیک نہ تھے مگر آخر بہت بزرگ ہو کر دنیا سے گئے۔ اس لئے ہر دو صورت میں تمنائے موت بالکل ہی غلط و نادرست اور خلاف عقل ٹھہرتی ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتایئے کہ اگر مسلمان ایسے وقت میں کہ دنیا میں ایسے فتنے اور فساد ہو رہے ہوں جو دین کے لحاظ سے خطرناک ہوں، ایسے فتنوں کی وجہ سے یہ تمنا کرے کہ اللہ تعالیٰ ایسے فتنوں سے بچانے کے لئے مجھے دنیا سے اُٹھا لے، تو اس قسم کی تمنا جائز ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو فتنوں سے بچائے جب تک زندگی ہے تو اپنی اطاعت کی زندگی عطا فرمائے۔ اور خاتمہ بالایمان نصیب فرمائے۔ آمین

نوجوانوں سے خطاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَ أَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ.

ترجمہ: اے جوان لوگو! تم میں سے جو شخص شادی کرنے کی استطاعت وحیثیت رکھتا ہو تو اسے شادی کر ہی لینی چاہئے۔ کیونکہ شادی نگاہوں کو اور شرمگاہ کو پاکیزہ رکھتی ہے۔ اور جو شخص شادی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اسے چاہے کہ (کثرت سے) روزے رکھے۔ کہ یہ روزہ شہوت کو ختم کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد وابن ماجہ)

تشریح: آج کی زیر درس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت مسلمہ کے جوانوں کو مخاطب فرما رہے ہیں۔ یہ خطاب امت کے تمام جوانوں کو ہے۔ وہ کہیں کے بھی رہنے والے ہوں اور کسی زمانے کے ہوں۔ ہر جوان کو نصیحت و رہنمائی فرماتے ہوئے انہیں اس بات کی طرف متوجہ فرما رہے ہیں کہ اے جوانو! تم میں سے جو شخص بھی شادی کی ذمہ داریوں اور اس کی ضرورتوں کو برداشت کرسکتا ہو تو اسے چاہئے کہ نکاح ضرور کرلے۔ کیونکہ شادی کی وجہ سے پھر نگاہیں اِدھر اُدھر اوپر نہیں اُٹھتیں بلکہ نیچی ہی رہتی ہیں۔ اور یہ نگاہ شرمگاہ کو بھی گناہ سے بچائے رکھتا ہے۔

اور جو شخص جوان ہو اور شادی کی حیثیت نہ رکھتا ہو تو اسے روزے کثرت سے رکھنے چاہئیں۔ یہ روزے ہی اس کی نفسانی خواہش کو ختم کر دیں گے۔

بد اخلاقی سے بچنے کا مؤثر طریقہ نکاح ہے۔ محض ذکر اذکار اور نماز و تلاوت قرآن سے یہ مقصد پوری طرح حاصل نہیں ہوتا۔ خواہش نفسانی اور شہوت کا علاج یا تو نکاح کے ذریعہ ہوسکتا ہے۔ اور نکاح کی حیثیت نہ ہو تو پھر روزوں کی کثرت سے خواہش نفسانی ختم ہوتی ہے۔

لہٰذا جوان آدمی کو یا شادی کے ساتھ زندگی گزارنی چاہئے اور اگر شادی کی حیثیت نہ ہو تو کثرت سے روزے رکھے تاکہ خواہش نفسانی بالکل ہی مردہ ہوجائے۔ روزے سے یہ غرض حاصل ہوجاتی ہے۔

ضروری ہدایت

(۱) اپنے دوستوں کو نکاح و شادی کے فائدے بتایئے اور یاد دلایئے کہ محض ذاتی طور پر پاکدامن رہنے کے مقابلہ میں شادی شدہ ہونا اور پاکدامن رہنا زیادہ فائدہ رکھتا ہے۔ کیونکہ شادی شدہ شخص کی پاکیزہ اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت گزار ہوئی تو اسے ان کا ثواب بھی ملے گا۔

(۲) اپنے احباب کو روزے کے فائدے بھی بتایئے کہ روزہ سے کیسے کیسے فائدے جسمانی و روحانی حاصل ہوتے ہیں۔ جن میں سے بڑا فائدہ تو پاکدامنی ہوتا ہے اور یہ پاکدامنی جوان شخص کے لئے بہت ہی بڑا کمال ہے، جو روزے سے حاصل ہوجاتا ہے۔

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کو صالح بنائے۔ بے راہ روی سے بچائے۔ آمین

مطلقہ رجعی کا حکم

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ میں نے اپنی بہن کی شادی ایک شخص سے کردی جس نے اسے (میری بہن کو) طلاق رجعی دیدی (اور عدت میں رجوع بھی نہیں کیا) یہاں تک کہ جب اس کی عدت گزر گئی تو آیا اور (دوبارہ) نکاح کا پیغام دیا۔ تو میں نے اس سے کہا کہ میں نے (اپنی بہن کے ساتھ) تیری شادی کردی اور تیرے لئے بستر لگادیا اور میں نے تیرا اعزاز واکرام کیا اور تو نے (ان باتوں کو نظرانداز کردیا) اسے طلاق دیدی۔ پھر اب تو اسے پیغام دینے آیا ہے۔ خدا کی قسم وہ تیرے پاس اب کبھی نہ جائے گی۔ حالانکہ اس آدمی میں کوئی برائی نہ تھی اور وہ عورت اس کے پاس جانا چاہتی تھی، تو (اس موقع پر) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت (فَلَا تَعْضُلُوْ هُنَّ) نازل فرمائی (یعنی عورت کو اپنی مرضی کے مطابق پہلے شوہر سے نکاح کرنے سے روکنے کو ممنوع قرار دیدیا۔ اس کے بعد) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ!

اَلْاٰنَ اَفْعَلُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَزَوَّجَهَا اِیَّاهُ

ترجمہ: اب تو میں اس کا نکاح اس سے کردوں گا۔ اور پھر اپنی بہن کی شادی اسی شخص سے کردی۔ (بخاری شریف)

تشریح: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی حقیقی بہن کی شادی ایک شخص سے کردی۔ اس شخص نے کچھ دنوں بعد اسے طلاق دیدی اور رجوع بھی نہیں کیا، یہاں تک کہ پوری عدت گزر گئی، تب وہ دوبارہ نکاح کا پیغام دینے آیا تو میں نے اس سے کہا کہ میں نے اپنی بہن تجھ کو بیاہ دی۔ تیرے لئے اپنے گھر میں بستر بچھایا اور تیرے ساتھ اعزاز واکرام سے پیش آیا۔ اور تو نے یہ کیا کہ اسے طلاق دیدی۔ اور پھر نکاح کا پیغام لے کر آیا ہے۔ خدا کی قسم، میری بہن تیرے پاس کبھی نہ جائے گی۔ حالانکہ اس آدمی میں کوئی برائی نہ تھی۔ اور اس کی بیوی بھی دوبارہ اس کے پاس جانا چاہتی تھی، مگر چونکہ اس کی طلاق انہیں بہت ناگوار گزری تھی اس لئے انہوں نے قسم کھا کر دوبارہ شادی کر کے بھیجنے سے انکار کردیا۔ لیکن چونکہ وہ آدمی بظاہر برا نہ تھا اور اس کی بیوی بھی دوبارہ اس کے پاس جانے پر راضی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی کہ ایسی صورت میں عورت کو اس کی مرضی کے خلاف روکنا نہ چاہئے۔

چنانچہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سمجھ لیا اور قائل ہوگئے کہ اس کی شادی اس شخص سے کردینی چاہئے، اور وہ شادی کردی۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتائیے کہ مطلقہ رجعی (جس عورت کو طلاق رجعی دی گئی ہو) اس کی عدت جب پوری ختم ہوجائے (اور دوران عدت رجوع نہ کیا گیا ہو) تو اب وہ پہلے شوہر کے ساتھ نکاح جدید کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس ''نکاح جدید'' میں بھی وہ سب باتیں ضروری ہیں جو نکاح اول میں ہوتی ہیں۔

(۲) اپنے مخاطب حاضرین کو بتادیجئے کہ عورت کا ولی جو کوئی بھی عورت کا باپ، دادا ہو، یا بھائی ہو، اس کے لئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ مطلقہ عورت کو اس شوہر کے ساتھ دوبارہ شادی کرنے سے منع کرے جس کے پاس وہ پہلے رہ چکی ہے اور پھر جانے پر آمادہ ہے، اور اس شوہر میں کوئی برائی بھی نہیں ہے۔ جیسا کہ اس حدیث میں واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

شوہر کا حق

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

فَاِنِّیْ لَوْ کُنْتُ اٰمِرًا اَحَدًا اَنْ یَسْجُدَ لِغَیْرِاللّٰہِ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَا تُؤَدِّی الْمَرْاَۃُ حَقَّ رَبِّھَا حَتّٰی تُؤَدِّیَ حَقَّ زَوْجِھَا وَلَوْ سَاَلَھَا نَفْسَھَا وَھِیَ عَلٰی قَتَبٍ لَمْ تَمْنَعْہُ.

ترجمہ: (ایسا نہ کرو، کسی غیر اللہ کے لئے سجدہ جائز نہیں ہے۔) میں اگر کسی کو اجازت دیتا کہ وہ غیر اللہ کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں جانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ عورت اپنے پروردگار کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی، جب تک اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرلے۔ اس کا شوہر اگر اسے چاہے اور وہ اونٹ کے کجاوہ پر بیٹھی ہوئی تو اس وقت بھی اسے اپنے اوپر قابو دے دینا چاہئے (کہ وہ اپنی خواہش پوری کرلے۔) (صحیح ابن ماجہ)

تشریح: آج کا درس ایک طویل حدیث شریف کا ٹکڑا ہے۔ پوری حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بار حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تھی کہ جس طرح عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ ہمیں بھی اجازت مرحمت فرمائیں کہ ہم بھی آپ کو سجدہ کیا کریں۔ ان کی یہ فرمائش سُن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (نہیں نہیں!) تم لوگ ایسا نہ کرو۔ آپ نے انہیں غیر اللہ کے سجدے سے منع فرما دیا۔ اور فرمایا کہ اگر میں غیر اللہ کے لئے کسی کو بھی سجدہ کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ کیونکہ عورت کے لئے سب سے بڑھ کر قابلِ تعظیم شخصیت شوہر کی ہے۔

اس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے مقام کی عظمت کو اس طرح قسم کھا کر بیان فرمایا ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں جانِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اس قسم سے مقصد اس حکم کی تاکید و ضرورت ظاہر کرنا ہے جو اس قسم کے ساتھ بیان کیا جا رہا ہے۔ اس قسم کے بعد یہ بات فرمائی گئی کہ کوئی بھی عورت جب تک اپنے شوہر کے حقوق کی ادائیگی نہ کرلے وہ اپنے پروردگار حق تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہ کر سکے گی۔ یعنی جب تک وہ شوہر کے حقوق ادا نہ کرے اس کی نفل نمازیں، نفل روزے اور نفل صدقے خدائے تعالیٰ کے یہاں مقبول نہ ہوں گے۔ اسی وجہ سے عورت کو نفل روزہ رکھنا اسی وقت درست ہے جب شوہر نفل روزے کی اجازت دیدے۔

اس کے بعد شوہر کا حق اس حد تک بتایا گیا کہ عورت اگر سواری پر ہو اور شوہر اسی حالت میں اس سے خواہش پوری کرنا چاہے تو عورت اسے اس کا موقع دیدے۔ یہ بات بطور مثال بیان کی گئی ہے۔ مطلب یہی ہے کہ شوہر جس وقت اور جس حالت میں اس سے اپنی خواہش پوری کرنا چاہے وہ انکار نہ کرے۔ ہاں اگر کوئی شرعی عذر یا بیماری ہو تو اس وقت مرد کو اسے مجبور نہیں کرنا چاہئے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتا دیں کہ جس طرح غیر اللہ تعالیٰ کے لئے سجدہ حرام ہے اسی طرح غیر اللہ کے لئے رکوع کرنا یا رکوع کی طرح جھکنا بھی جائز نہیں ہے۔

(۲) اپنے سامعین کو یاد دلا دیجئے کہ عورت کے ذمہ شوہر کے حقوق بہت زیادہ ہیں اور مرد کے ذمہ عورت کے بھی حقوق ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔

نکاح میں ولی کی اجازت

اَیُّمَا امْرَأَةٍ لَمْ یَنْکِحْهَا الْوَلِیُّ فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِکَاحُهَا بَاطِلٌ فَاِنْ اَصَابَهَا فَلَهَا مَهْرُ هَا بِمَا اَصَابَ مِنْهَا فَاِنِ اشْتَجَرُوْا فَالسُّلْطَانُ وَلِیُّ مَنْ لَا وَلِیَّ لَهَا. (ابن ماجہ)

ترجمہ: جس عورت کا نکاح اس کے ولی شرعی نے نہ کیا ہو تو اس کا نکاح باطل ہے۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی کہ اس کا نکاح باطل ہے۔ اس کا نکاح باطل ہے اور ایسی صورت میں کہ ولی کے بغیر نکاح کیا گیا ہو۔ اگر شوہر اس سے صحبت کر لیتا ہے تو عورت کو مہر دلایا جائے گا۔ اور اگر ولی کے معاملہ میں جھگڑا ہو تو بے ولی کی عورت کا ولی سلطانِ وقت ہے۔

تشریح: حدیث زیر درس کا پہلا فقرہ " اَیُّمَا امْرَأَةٍ " ہے "اَیُّمَا" کا لفظ عربی میں عموم کے معنی رکھتا ہے۔ تو "اَیُّما امْرَأَةٍ" کے معنی یہ ہوئے، جو کوئی بھی عورت ایسی ہو جس کا نکاح ولی نے نہ کیا ہو، وہ عورت شریف ہو یا غیر شریف، مالدار ہو کر فقیر ہو، تندرست ہو یا مریض، عربی ہو یا عجمی، تو اس کا نکاح باطل ہے۔ یعنی وہ نکاح درست ہی نہیں ہے۔ کیونکہ عورت کے نکاح میں ولی کا ہونا بھی رکن نکاح ہے۔ (اس مسئلہ میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل آگے بیان ہوگی) ایسے نکاح میں اگر شوہر نے بیوی سے ہمبستری کر لی تو عورت کو مہر کا استحقاق ہو جائے گا۔ اسے مہر ادا کیا جائے گا، کیونکہ اس صورت میں شوہر نے تو اس سے لطف اندوزی کی ہی ہے۔

پھر حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ اگر عورت کے اولیاء میں باہم اختلاف ہو جائے۔ کوئی ولی یہ نکاح چاہتا ہو، کوئی ناپسند کرتا ہو، تو اس عورت کا ولی سلطانِ وقت ہوگا۔ اور قاضی کی ولایت میں اس کا نکاح کر دیا جائے گا۔ (مسئلہ مذکورہ میں حضرات ائمہ کا اختلاف ہے) اگر لڑکی نابالغ ہے تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لڑکی کا نکاح بغیر اجازت ولی منعقد نہیں ہوگا اگر یہ نکاح غیر کفو میں کیا گیا ہے۔

اور اگر لڑکی بالغ ہے اور اس نے غیر کفو میں نکاح کر لیا ہے تو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح جائز تو ہے لیکن ولی کو یہ اختیار بھی ہے کہ غیر کفو میں نکاح کو قاضی سے فسخ کرا سکتا ہے۔ اور احناف ہی کے مسلک میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ غیر کفو کا نکاح بالغ لڑکی کا بھی منعقد ہی نہیں ہوتا۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتا دیجئے کہ یہ حدیث بتا رہی ہے کہ نکاح میں عورت کے ولی کی رضامندی یا موجودگی ضروری ہے اور بغیر ولی کے نکاح غیر صحیح و غیر منعقد ہوتا ہے (اوپر ائمہ کا جو اختلاف بیان ہوا ہے اسے دوبارہ دُہرا دیجئے)

(۲) لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ نکاح فاسد میں اگر شوہر ہمبستری کر لیتا ہے تو عورت پورے مہر کی حقدار ہو جائے گی۔ لیکن ان دونوں میں علیحدگی کر دی جائے گی، کیونکہ ولی کی موجودگی و رضامندی ضروری ہے۔ جو یہاں پائی نہیں گئی۔ اس لئے دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں شادی بیاہ کے معاملات کو شریعت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

حق مہر

(ایک صحابی نے ایک خاتون سے نکاح کرنا چاہا تھا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' کیا تمہارے پاس اس کے مہر کے لئے کچھ موجود ہے؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

اَعْطِهَا وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيْدٍ فَقَالَ لَيْسَ مَعِيْ قَالَ زَوَّجْتُكَهَا عَلٰى مَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ. (ابن ماجه)

ترجمہ: اسے کچھ نہ کچھ تو دو، چاہے لوہے (اسٹیل) کی انگوٹھی ہی ہو۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کا نکاح تم سے کر دیا۔ اس کے بدلے کہ تم کو جو کچھ قرآن مجید یاد ہو، اسے پڑھا دو (قرآن مجید پڑھانے کا جو معاوضہ اور تنخواہ ہوگی وہی اس کا مہر ہو جائے گا۔)

تشریح: زیر درس حدیث میں مذکورہ واقعہ کی غیر مذکور تفصیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کرامؓ کے ساتھ مجلس مبارک میں تشریف فرما تھے کہ ایک خاتون مجلس میں آئیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ میں اپنے کو آپ کی سپردگی میں دینا چاہتی ہوں۔ آپ نے نظر اُٹھا کر ایک بار اسے دیکھا اور انکار میں سر ہلا دیا کہ نہیں!

حاضرین صحابہؓ میں سے کوئی صاحب کھڑے ہوئے اور بولے کہ یا رسول اللہ! اگر آپ کو ان کی ضرورت نہیں ہے، تو مجھ سے ان کا نکاح فرما دیجئے۔ آپ نے پوچھا تمہارے پاس مہر دینے کے لئے کچھ ہو تو لے آؤ۔ وہ گھر گئے اور لوٹ کر آئے اور کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ انہیں کچھ نہ کچھ تو مہر میں ادا ہی کرو چاہے لوہے (اسٹیل) کی انگوٹھی ہی ہو۔ وہ بولے کہ میرے پاس تو لوہے کی انگوٹھی بھی نہیں ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ میں نے اس عورت کا نکاح تم سے کر دیا۔ اس عوض میں کہ تم کو جتنا قرآن شریف آتا ہو وہ انہیں پڑھا دو۔ (قرآن مجید پڑھانے کا معاوضۂ تعلیم ان کا مہر ہو جائے گا۔ شاید حضرات فقہاء کرام نے تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کا جواز اسی حدیث کی روشنی میں صحیح قرار دیا ہو۔

قرآن شریف پڑھانے میں جو مشقت وتعب برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس کی وجہ سے اس کا معاوضہ دراصل اس تعب ومشقت کا معاوضہ ہے، تعلیم قرآن کا معاوضہ نہیں ہے۔ اور یہی پہلو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اپنی صاحبزادی کا نکاح کرتے ہوئے بکریوں کے "چرانے کو مہر قرار دیا تھا کہ بکریاں چرانے میں جو بھاگ دوڑ اور تعب ومشقت اٹھانی پڑتی ہے وہ بہرحال مستحق اجرت ہے۔ اسی طرح کسی کو قرآن مجید یاد کرانے میں جو مشقت ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے اُجرت لینے کا جواز نکل آتا ہے۔

ضروری ہدایات

(الف) عورت سے نکاح کے لئے مہر کا ضروری ہونا ثابت ہوا۔ بغیر مہر کے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

(ب) مہر کی زیادہ سے زیادہ حد تو شریعت میں مقرر نہیں ہے۔ مرد اپنی حیثیت کو دیکھتے ہوئے جتنا مہر ادا کر سکے مقرر کر سکتا ہے۔ لیکن کم از کم مہر ربع دینار بعض حضرات کے یہاں اور ہمارے فقہ حنفی میں کم از کم مہر دس درہم ہے (جو وزن کے لحاظ سے تقریباً پونے تین تولہ چاندی یا اس کی قیمت ہے)

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہمیں تمام احکام شریعت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

طلاق دینے کا شرعی طریقہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمانا کہ (اپنے بیٹے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو) حکم دو کہ

فَيُرَاجِعُهَا حَتّٰى تَطْهُرَ ثُمَّ تَحِيضَ ثُمَّ تَطْهُرَ ثُمَّ اِنْ شَائع طَلَّقَهَا قَبْلَ اَنْ يُجَامِعَهَا وَ اِنْ شَاءَ اَمْسَكَهَا فَاِنَّهَا الْعِدَّةُ الَّتِيْ اَمَرَ اللّٰهُ بِهَا .

ترجمہ: وہ اپنی بیوی سے رجعت کرلیں یہاں تک کہ وہ پاک ہو، پھر حیض آئے۔ پھر پاک ہوجائے، اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو بیوی کو طلاق دیدیں۔ لیکن اس سے صحبت کرنے سے پہلے ہی طلاق دیں۔ یا (اگر طلاق نہ دینا چاہیں تو) اسے نکاح میں برقرار رکھیں، کیونکہ یہی وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ (صحیح ابن ماجہ)

تشریح: حدیث زیر درس میں ارشاد مبارک کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دیدی تھی۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بیٹے عبداللہ کو حکم دو کہ وہ ابھی رجعت کرلیں (کیونکہ حالت حیض میں طلاق ممنوع ہے) اور جب عورت پاک ہوجائے اور اس کے بعد دوسری بار حیض آجاوے اور پھر پاک ہوجائے تو عورت سے ہمبستر ہونے سے پہلے پہلے اگر چاہیں تو طلاق دیدیں۔ اور اگر چاہیں تو نکاح برقرار رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کے لئے جو وقت عدت مقرر کیا ہے وہ یہی صورت ہے کہ عورت کو زمانہ طہر میں طلاق دی جائے اور اس طہر میں طلاق سے پہلے ہمبستر بھی نہ ہوئی ہو اور وہ طلاق بھی صرف ایک لفظ سے ایک ہی طلاق دی گئی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ''**فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ**'' میں یہی عدت بیان فرمائی ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو بتائیے کہ طلاق شرعی کی صحیح صورت ''طلاق سنی'' ہی ہے جو اسی طرح دی جانی چاہئے۔ جس طرح اللہ و رسول نے بتایا ہے کہ طلاق ایسے طہر میں دی جائے جس میں شوہر نے ہمبستری نہ کی ہو۔ اور صرف ایک لفظ ''طلاق'' سے ایک ہی طلاق دی جائے۔

اور طلاق بدعی اور طلاق غیر شرعی یہ ہے کہ یا تو حالتِ حیض میں طلاق دے یا ایسے طہر میں دے جس میں طلاق سے پہلے ہمبستر ہو چکا ہے۔ یا ایک ہی مرتبہ میں تین طلاقیں دیدے۔

(۲) اپنے سامعین کو بتا دیجئے کہ ''طلاق بدعی'' کو بعض علماء طلاق شمار نہیں کرتے۔ لیکن اکثر علماء (ائمہ اربعہ رحمہم اللہ) اسے طلاق مانتے ہیں۔ اگر ایک ہی لفظ میں ایک ہی بار تینوں طلاقیں دے دی گئیں تو ائمہ اربعہ کے نزدیک تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور عورت بالکل حرام ہو جاتی ہے، اب بغیر حلالہ پہلے شوہر کے پاس نہیں رہ سکتی۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب کو شرعی احکام کا صحیح علم اور اس پر پورے پورے عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

حاملہ مطلقہ کی عدت

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی زوجہ ام کلثوم بنت عقبہ نے ان (حضرت زبیر) سے کہا تھا کہ تم مجھے طلاق دے کر میرا دل خوش کردو۔ یہ بات انہوں نے ایسی حالت میں کہی تھی کہ وہ حاملہ تھیں۔ تو حضرت زبیرؓ نے ان کی بات سن کر انہیں ایک طلاق دیدی اور نماز پڑھنے چلے گئے۔ لوٹ کر جب آئے تو بیوی کو بچہ پیدا ہو چکا تھا۔ (یعنی عدتِ طلاق ختم ہوگئی تھی، رجعت کا وقت باقی ہی نہ رہا تھا۔ تو حضرت زبیرؓ نے جھنجلا کر) کہا کہ اسے کیا ہوگیا تھا کہ مجھے دھوکہ دیا (کہ ولادت کا وقت بالکل ہی قریب تھا تب اس نے طلاق مانگی کہ فوراً ہی عدت بھی ختم ہو جائے) اللہ تعالیٰ اسے دھوکہ کا بدلہ دے۔ اس کے بعد وہ (حضرت زبیرؓ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو صورت حال بتائی تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ مقدر کا لکھا اپنے وقت پر پورا ہوگیا۔

سَبَقَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ اُخْطُبْهَا اِلٰى نَفْسِهَا (صحیح ابن ماجہ)

ترجمہ: مقدر کا لکھا اپنے وقت کو پہنچ گیا۔ اب تو تم اسے پیغام دو (پچھلا نکاح تو ختم ہوگیا ہے۔)

تشریح: حدیث شریف کے پہلے جملہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ آیت قرآنی کی طرف ہے، جس میں فرمایا گیا ہے" وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ" (حمل والی عورتوں کی عدت یہی ہے کہ بچہ پیدا ہو جائے) آپ نے یہی بتایا کہ ایسی صورت میں کہ طلاق حالت حمل میں دی گئی تھی جس کی عدت وضع حمل تھی اور وضع حمل ہو چکا ہے۔ لہذا عدت بھی پوری ہوگئی اور حق رجعت بھی باقی نہ رہا۔ اب تو تم یہی کر سکتے ہو کہ اسے پھر سے نکاح کا پیغام دو، اگر وہ شادی پر راضی ہو جائے تو تم شادی کر سکتے ہو۔ اور اگر راضی نہ ہو تو پھر نہیں۔

حدیث زیر درس میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی بیوی کے لئے یہ فرمانا کہ اس نے مجھے دھوکہ دیا مبنی بر حقیقت ہے کیونکہ ان کی بیوی کو اپنی صورت حال کا اچھی طرح انداز ہو چکا تھا کہ وقت ولادت بالکل قریب ہے۔ اگر اس وقت طلاق ہوجاتی ہے تو ہاتھ کے ہاتھ فوراً ہی رجعت کا موقع بھی شوہر کے ہاتھ سے نکل جائے گا یہ سب سمجھ بوجھ کر ہی انہوں نے فرمائش کی تھی کہ مجھے ایک طلاق دے کر مجھے خوشی کا موقع دے دو۔ انہوں نے شوہر کی بے خبری سے فائدہ اٹھانا چاہا، یہی دھوکہ ہوا اور بے چارے حضرت زبیرؓ دھوکہ میں آگئے، لہذا بیوی کو خوش کرنے کے لئے ایک طلاق دیدی کہ عدت کے اندر ہی طلاق سے رجعت کرلی جائے گی۔ مگر ہوا یہ کہ وہ تو طلاق دے کر مسجد چلے گئے اور یہاں گھر میں بچہ پیدا ہوگیا، جس کی ولادت سے رجعت کی مدت ہی باقی نہ رہی۔ اوران کی بیوی اب اپنی مرضی کی مختار ہوگئیں کہ وہ چاہیں تو ان سے عقد ثانی کریں اور نہ چاہیں تو ان سے علیحدگی تو ہو ہی گئی ہے۔ بیوی کی اسی چالاکی سے حضرت زبیرؓ مات کھا گئے اور جھنجلاہٹ میں یہ بددعا دے دی کہ جیسے بیوی نے مجھے دھوکہ دیا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی اسے ویسا ہی بدلہ دے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتا دیجئے کہ حاملہ عورت کی عدت "وضع حمل" ہی ہے چاہے یہ وضع حمل طلاق کے بعد بالکل متصلاً ہی واقع ہو جائے۔ جیسا کہ حدیث زیر درس میں حضرت زبیرؓ کی بیوی کا واقعہ مذکور ہوا ہے۔

جس کا خاوند مر جائے اس کی عدت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس عورت سے جس کے شوہر کے انتقال کی خبر ملی تھی) ارشاد فرمایا کہ

اُمْكُثِيْ فِيْ بَيْتِكِ الَّذِيْ جَاءَ فِيْهِ نَعْيُ زَوْجِكِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ وَقَوْلُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ قَيْسٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يُقْتَحِمَ عَلَيَّ فَاَمَرَهَا اَنْ تَتَحَوَّلَ.

ترجمہ: اسی گھر میں رہو جس گھر میں تمہیں اپنے شوہر کے انتقال کی خبر ملی ہے۔ یہاں تک کہ تمہاری عدت ختم ہو جائے (تو وہ عورت) بتاتی ہیں کہ میں اسی مکان میں چار مہینے دس دن کی عدت پوری کر لی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت قیس نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ (اگر میں اپنے گھر میں تنہا رہ کر عدت گزاروں گی تو) کوئی مجھ پر دست درازی نہ کرنے لگے، تو آپ نے اسے اجازت دیدی کہ اس جگہ سے دوسری محفوظ جگہ منتقل ہو جائے۔ (صحیح ابن ماجہ)

تشریح: زیر درس حدیث میں الگ الگ دو حدیثیں بیان ہوئی ہیں۔ پہلی حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کی عدت وفات اسی مکان میں گزارے جس میں اپنے شوہر کی خبر وفات پہنچی ہے۔ چنانچہ وہ عورت بتاتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسی مکان میں عدتِ وفات چار مہینے دس دن گزارے۔

اور دوسری حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فاطمہ بنت قیس کا واقعہ نقل فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت قیس نے اپنی عدت گزارنے کے وقت اپنی یہ پریشانی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی کہ میں اپنے گھر میں اکیلی ہوں، مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی شخص کسی وقت مجھ پر دست درازی نہ کرے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دیدی کہ وہ اپنے تنہائی کے مکان سے کسی دوسرے مکان میں منتقل ہو جائے۔ لہٰذا اس مسئلہ میں گنجائش ہے کہ عدت گزارنے والی عورت اگر اپنی جان و مال، عزت و آبرو کو غیر محفوظ سمجھے۔ تو وہ عدت گزاری کے لئے دوسرے محفوظ مکان میں منتقل ہو سکتی ہے۔

ضروری ہدایت

(۱) اپنے سامعین کو بتایئے کہ جس عورت کے شوہر کی وفات ہو جائے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ عدتِ وفات اسی مکان میں گزارے۔ جس میں اسے شوہر کے انتقال کی خبر ملی ہے۔

(۲) اپنے مخاطبین کو بتایئے کہ عدت وفات چار مہینے دس دن ہیں۔ اور اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی عدت بچہ کی پیدائش پر ختم ہوگی۔ اگر بچہ کی پیدائش چار مہینے دس دن سے پہلے ہی ہو جائے تو اب اگر وہ چاہے تو چار مہینے دس دن کی مدت بھی پوری کر سکتی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہماری مستورات کو شریعت کے احکام کا صحیح علم اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

امت محمدیہ پر انعامات

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ لِيْ عَنْ اُمَّتِيْ عَمَّا حَدَّثَتْ بِهٖ اَنْفُسَهَا مَا لَمْ تَعْمَلْ بِهٖ اَوْ تَكَلَّمَ) وَقَوْلُهٗ : اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَلِيْ عَنْ اُمَّتِيْ الْخطَأَ وَ النِّسْيَانَ وَمَا اسْتُكْرِهُوْا عَلَيْهِ (صحيح) وَقَوْلُهٗ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلٰثٍ: عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ وَ عَنِ الصَّغِيْرِ حَتّٰى يَكْبُرَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يَعْقِلَ اَوْ يُفِيْقَ .

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے میری امت کے ان وساوس وخطرات سے درگزر فرمادی ہے جو وہ دل ہی میں کہتا رہے۔ جب تک کہ اس پر عمل نہ کرے یا اسے زبان پر نہ لائے۔ اور آپ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے میری امت کی خطاء (بے ارادہ غلطی کو اور نسیان (بھول) کو معاف فرمادیا ہے، اور ان باتوں کو معاف فرمادیا ہے جو کسی سے زبردستی جبر واکراہ سے کرالی جائے اور آپ نے یہ بھی فرمادیا ہے کہ: تین لوگوں کا گناہ نہیں لکھا جاتا۔ (۱) سونے والے کا، جب تک کہ بیدار نہ ہو جائے۔ (۲) چھوٹے بچے کا، جب تک کہ سیانا نہ ہو جائے اور (۳) مجنوں ودیوانے کا، جب تک کہ ہوش میں نہ آجائے۔ (صحیح سنن ابن ماجہ)

تشریح: آج کے درس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تین ارشادات مبارکہ بیان ہوئے ہیں۔ اور یہ تینوں ہی ارشادات اللہ تعالیٰ کے تین انعاموں کی خوشخبری پر مشتمل ہیں۔

پہلا ارشاد اور پہلی خوشخبری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر یہ انعام وفضل فرمایا ہے کہ کسی بھی گناہ کے دل میں خیال آنے پر کوئی گرفت اور مواخذہ نہیں ہے۔ جب تک کہ وہ دل ہی تک محدود رہے۔ زبان پر نہ آئے، عمل میں نہ آئے۔ اگر زبان پر وہ گناہ کی بات آجائے یا اس پر عمل ہو جائے تو پھر مواخذہ ہو جائے گا۔ کیونکہ دل میں وسوسہ وخیال آنا یا نہ آنا انسان کی قدرت میں نہیں ہے۔ اس لئے اس پر گرفت بھی نہیں ہے۔ اور زبان سے کہنا یا ہاتھ پاؤں سے گناہ کا کام کرنا انسان کی قدرت واختیار کی بات ہے۔ اس پر مواخذہ ہوگا۔

دوسرا ارشاد مبارک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی تین قسم کی باتوں سے درگزر فرمادیا ہے، ان پر گرفت ومواخذہ نہیں ہے۔ ایک تو وہ بات جو بغیر قصد وارادہ غلطی سے ہو جائے، دوسری بات جو بھول سے ہو جائے، تیسری وہ بات جو کسی کے جبر واکراہ اور زبردستی کی وجہ سے ہو۔

اور تیسرا ارشاد مبارک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (یہ حکم دیدیا ہے) کہ تین قسم کے لوگوں کے گناہ لکھے نہ جائیں۔ ایک تو وہ شخص جو سو رہا ہو، دوسرے بچہ جب تک بڑا اور سیانا نہ ہو جائے، تیسرے وہ شخص جو مجنون اور دیوانہ ہو گیا ہو، جب تک ہوش و حواس میں نہ آجائے۔ لہٰذا اگر کسی سے جبریہ طلاق لکھوائی جائے تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی (لیکن اگر زبان سے طلاق کا لفظ کہہ دیا ہے تو طلاق پڑجائے گی) تحریری طلاق جبریہ واقع نہ ہوگی۔

ضروری ہدایات

(۱) حدیث میں مذکور اللہ تعالیٰ کے انعامات لوگوں کو یاد دلایئے جن کا تقاضا یہ ہے کہ ان انعامات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔ لہٰذا ہم سب اُس کا شکر ادا کریں۔

غیر اللہ کی قسم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ یَمِیْنِهٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰی فَلْیَقُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ .

ترجمہ: جس شخص نے قسم کھانا چاہا اور اپنی قسم یوں کھائی کہ "لات وعزیٰ کی قسم" تو وہ فوراً کہہ لے "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" (ابن ماجہ)

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تعلیمات اسلامی آنے سے پہلے لوگ "کفر جاہلیت" کے زیر اثر لات وعزیٰ (نامی بتوں) کی قسم کھایا کرتے تھے، اسلام لانے کے بعد بھی کچھ دنوں تک اپنی پرانی عادت کے مطابق بعض لوگ اسی طرح قسم کھا لیتے اور لات وعزیٰ کی قسم کھا کر اپنی بات کہتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت کے ساتھ اس بری اور غلط عادت کی اصلاح فرمادی۔ ارشاد فرمایا کہ جو شخص قسم کھانے کے وقت لات وعزیٰ کی قسم کھائے۔ تو وہ فوراً ہی کلمہ توحید لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بھی پڑھ لے۔ کہ اس بغیر ارادہ شرک کا کفارہ اس کلمہ کے ذریعے ہو جائے۔ مسلم شریف میں آئی ہوئی اس حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص (پرانی عادت کے تحت) اپنے ساتھی سے کسی وقت یوں کہہ دے کہ "آؤ بھائی، جوا کھیلیں" تو اس غلط کام کا نام لینے کا کفارہ یہ ہے کہ خدائے واحد کے نام پر کچھ صدقہ کردے۔ یعنی جوا کے نام پر کچھ رقم داؤ پر لگا کر تم اپنی رقم بڑھانے کا کھیل نہ کھیلو، وہ رقم اللہ کی راہ میں خرچ کردو۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کتنا بڑھا کر ثواب دیتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی پرانی زندگی کو نظر میں رکھتے ہوئے جس میں وہ لوگ بتوں کی قسم اور جوئے بازی کے عادی رہ چکے تھے از راہ حکمت ان کے لئے یہ علاج اور حل تجویز فرمادیا کہ اگر غلطی سے پرانی عادت کے زیر اثر یہ غلط الفاظ زبان پر آہی جائیں تو فوراً اس طرح اس کا کفارہ ادا کردو۔

ضروری ہدایات

(۱) اپنے دوستوں کو سمجھایئے کہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کے سوا غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے، کہ سب سے عظیم و باعظمت ذات اسی کی ہے۔ جس کی قسم کھائی جاسکے۔ لہٰذا غیر اللہ کی قسم شرک ہے۔ مثلاً یوں کہنا کہ:

(۲) رسول خدا کی قسم یا تمہارے سر کی قسم یا تمہاری جان کی قسم وغیرہ۔ یہ صورتیں شرک ہیں۔ اگر ایسی قسم کھائے فوراً کلمہ پڑھ لے۔ یہ کلمہ اس گناہ کا کفارہ ہو کر اسے ختم کردے گا۔

(۳) لوگوں کو "یمین غموس" والا شخص ان تین قسم کے لوگوں میں شامل ہے جن کی طرف اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے نہ دیکھیں گے اور انہیں سخت عذاب ہوگا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں شرک سے، اپنی نافرمانی سے، جھوٹی قسموں سے محفوظ رکھے۔ آمین

باپ دادا کی قسم نہ کھاؤ

لَا تَحْلِفُوْا بِاٰبَائِكُمْ وَمَنْ حَلَفَ بِاللّٰهِ فَلْيَصْدُقْ وَمَنْ حُلِفَ لَهٗ بِاللّٰهِ فَلْيَرْضَ وَمَنْ لَّمْ يَرْضَ بِاللّٰهِ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ.

ترجمہ: اپنے باپ دادکی قسم نہ کھایا کرو۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے تو وہ سچ ہی قسم کھائے (جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے) اور جس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی گئی ہو تو اسے اس قسم پر راضی ہی ہوجانا چاہئے (پھر کسی اور کی قسم کا مطالبہ نہ کرے) اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی قسم پر راضی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے (وہ تو معاذ اللہ بالکل ہی کافر ہے۔) (صحیح ابن ماجہ)

تشریح: حدیث شریف میں بظاہر صرف باپ داد کی قسم کھانے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ لیکن حقیقت میں ہر غیر اللہ کی قسم ناجائز وحرام ہے۔ چونکہ رواج عام یہی تھا کہ لوگ اپنے باپ داد کی قسم کھایا کرتے تھے۔ اسی لئے صرف اسی کی ممانعت مذکور ہوئی۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے "مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ اَوْ كَفَرَ" (ترمذی) یعنی جس نے اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھائی تو اس نے شرک کر ڈالا یا کفر کا مرتکب ہو گیا۔

زیر درس حدیث میں قسم کھانے والے کو یہ ہدایت فرمائی گئی ہے کہ جو شخص قسم کھائے تو وہ اپنی قسم میں سچ ہی بولے۔ جھوٹی قسم ہرگز نہ کھائے۔ کیونکہ اہل ایمان قسم کو سچا سمجھ کر اس کا اعتبار کرتے ہیں تو کوئی شخص جھوٹی قسم کھا کر ان سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔

آگے فرمایا گیا ہے کہ جس شخص کو مطمئن کرنے کے لئے قسم کھائی جارہی ہے اسے بھی یہ چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی قسم کو کافی سمجھ کر اس پر راضی و مطمئن ہوجائے کسی دوسری قسم کا مطالبہ نہ کرے۔

اب اگر کوئی بدبخت اللہ تعالیٰ کی قسم پر راضی نہیں ہوتا اور کسی اور قسم کا مطالبہ کرتا ہے، تو وہ شخص بے ایمان و کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا کوئی علاقہ و تعلق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفاظت و پناہ میں رکھے۔ آمین!

ضروری ہدایات

(۱) اپنے احباب کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ غیر اللہ (اللہ کے سوا کسی اور) کی قسم کھانا کفر و شرک ہے۔ اگر بغیر قصد وارادہ کسی کی زبان سے غیر اللہ کی قسم نکل جائے تو فوراً کلمہ طیبہ پڑھ کر اس کا کفارہ کردے۔

(۲) لوگوں کو اچھی طرح یہ دونوں باتیں سمجھا دیجئے کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کوئی بات کہے تو بالکل سچی بات ہونی چاہئے۔ جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اور یہ کہ جس کے لئے کسی نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی ہو اسے چاہئے کہ وہ اس قسم پر اطمینان کرتے ہوئے اس پر راضی بھی ہوجائے۔

(۳) دوستوں کو اچھی طرح سمجھا دیجئے کہ یہ بہت بڑا جرم اور بڑی سرکشی ہے۔ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی قسم پر راضی نہ ہو اور خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور قسم کا مطالبہ کرے۔ جیسا کہ لوگ کیا کرتے ہیں کہ تمہاری جان کی قسم، تمہاری سر کی قسم وغیرہ یہ طریقہ بہت غلط ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب کو جھوٹی و غلط قسموں سے بچائے۔ آمین

قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَنْ حَلَفَ وَاسْتَثْنٰی فَلَنْ یَحْنَثَ (ابن ماجه) وَقَوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ حَلَفَ وَاسْتَثْنٰی اِنْ شَاءَ رَجَعَ وَ اِنْ شَاءَ تَرَکَ غَیْرُ حانِثٍ .

ترجمہ: جس نے قسم کھائی اور اسی کے ساتھ انشاء اللہ بھی کہہ لیا تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جس نے قسم کھائی اور انشاء اللہ کہہ دیا تو اس کی قسم منعقد نہیں ہوئی اسے اختیار ہے قسم پر عمل کرے یا نہ کرے۔ کوئی کفارہ واجب نہ ہوگا۔ (ابن ماجہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ قسم کھانے کے ساتھ ہی اگر ''انشاء اللہ'' بھی کہہ دیا (اسی کو حدیث میں استثناء سے تعبیر فرمایا گیا ہے کہ اگر قسم کھا کر استثنا کر دیا یعنی اس کے ساتھ ہی ''انشاء اللہ کہہ دیا) تو پھر اس کی قسم ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا، وہ قسم منعقد ہی نہ ہوگی۔

اور ایک دوسری حدیث میں آپ نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے قسم کے ساتھ ہی ساتھ استثناء کر لیا اور ''انشاء اللہ کہہ لیا تو اب اسے اختیار ہے، اگر چاہے تو قسم سے رجوع کرلے اور چاہے تو اس کے مطابق عمل کرے۔ کسی بھی صورت میں کفارہ نہ ہوگا۔ مگر یہ بات اوپر گزر چکی ہے کہ ''انشاء اللہ'' متصلاً کہا جائے گا تب یہ حکم ہے اور اگر قسم اور استثناء میں فصل ہو جائے تو قسم منعقد ہو جائے گی، توڑنے پر کفارہ ہوگا۔

ضروری ہدایات

(۱) دوستوں کو بتا دیجئے کہ قسم میں استثناء کر لینا اور انشاء اللہ کہہ لینا پسندیدہ بات ہے، اس صورت میں آدمی کو پشیمانی نہیں ہوتی۔

(۲) لوگوں کو جھوٹی قسم کھانے سے ڈرایئے اور بتا دیجئے کہ جھوٹی قسم کھانا بڑا سخت گناہ ہے۔

(۳) لوگوں کو یہ بھی بتا دیجئے کہ ''توریہ'' جائز ہے۔ ''توریہ'' جھوٹ کا مصداق نہیں ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں یہ واقعہ مروی ہے کہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جماعت کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ ایک دشمن نے ان کو پکڑ لیا۔ ساتھی پریشان ہو گئے کہ اب کیا ترکیب کریں کہ یہ بچ جائیں تو حضرت سوید بن حنظلہؓ نے قسم کھالی کہ انہیں چھوڑ دو۔ یہ میرے بھائی ہیں، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آ کر یہ واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک ہی تو کہا، یہ تمہارے اسلامی بھائی ہیں۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو دین کے احکام کا پابند بنائے۔ آمین

نامناسب کام پر قسم توڑنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَأٰی غَیْرَھَا خَیْرًا مِنْھَا فَلْیَاتِ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ وَ لْیُکَفِّرْ عَنْ یَمِیْنِہٖ ۔

ترجمہ : جس نے کسی بات پر قسم کھائی ، اس کے بعد اسے اپنی قسم کے خلاف کوئی بات بہتر معلوم ہو ، تو وہ وہی کام کرے جو اسے بہتر لگ رہا ہے ۔ اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کردے ۔ (ابن ماجہ)

تشریح : حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف میں قسم سے متعلق یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی بات کی قسم کھالے پھر بعد میں اپنی قسم پر پچھتائے اور قسم کا توڑنا ہی اپنے لئے بہتر سمجھے ، تو وہ قسم کو توڑ کر بہتر صورت اختیار کرسکتا ہے ۔ مگر اس صورت میں اسے قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا ، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ انہوں نے واقعہ افک میں حضرت مسطح کی شرکت پر ناراض ہوکر قسم کھائی تھی کہ وہ اب ان کے ساتھ اپنا حسن سلوک نہ رکھیں گے ۔ پھر جب آیت نازل ہوئی جس میں سلوک جاری رکھنے کی تلقین کی گئی تھی تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنی قسم کا مسئلہ پوچھا ، آپ نے فرمادیا کہ قسم توڑ کر ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ جاری رکھو اور قسم کا کفارہ دیدو ۔

چنانچہ انہوں نے آپ کے حکم کے مطابق عمل کیا اور حضرت مسطح کا وظیفہ جاری کردیا ، پھر اپنی قسم کا کفارہ بھی ادا کردیا ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اسی آیت قرآنی کی عملی تفسیر بھی ہے ۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو بتادیجئے کہ مسلمان کی '' یمین لغو '' میں کوئی کفارہ نہیں ہے مگر یہ عادت ناپسندیدہ ہے ۔

(۲) لوگوں کو بتادیجئے کہ اگر کسی نے قسم کھائی ، اس کے بعد پچھتایا اور قسم توڑنے میں بہتری دیکھی تو قسم توڑ سکتا ہے ۔ قسم توڑ کر اس کا کفارہ ادا کردے ۔

(۳) لوگوں کو قسم کے کفارہ کے متعلق بتادیجئے کہ اس کی چند صورتیں ہیں ۔

۱ - دس مسکینوں کو کھانا کھلائے ، یا ہر مسکین کو پونے دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت دیدے ۔

۲ - یا دس مسکینوں کو پوشاک دیدے

۳ - یا شرعی غلام میسر ہو تو ایک غلام آزاد کردے ۔

۴ - اگر اوپر کی صورتوں کی استطاعت نہ ہو تو تین روزے رکھے ۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کے احکام کا علم حاصل کرکے ان پر خلوص نیت سے عمل کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین

گناہ کی نذر ماننا جائز نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

(۱) لا نَذرَ فِیُ مَعْصِیَۃٍ وَلا نَذر فِیُ ما لا یملکُ ابنُ ادَمَ (مسلم) **وَقال لا نذر فِیُ مَعصِیَۃٍ وَّ کفَّارتُہٗ کفَّارۃُ یمینٍ** (ابن ماجہ) **(۲) وقال مَنُ نَذَرَ انُ یُّطِیعَ اللّٰہَ فَلْیُطِعْہُ ومَنُ نذرَ انُ یّعصِی اللّٰہَ فَلا یَعْصِہ** (بخاری) **(۳) وَقالَ لِلَّذِیُ نَذَرَ انُ یَمُشِیَ " ارُکبُ ایُّہا الشَّیُخُ فانَّ اللّٰہَ غنیٌّ عنکَ وعنُ نذرِکَ .** (مسلم)

ترجمہ: (۱) معصیت و گناہ کی نذر ماننا جائز نہیں ہے۔ اور جو بات آدمی کے اختیار ہی میں نہ ہو اس کی نذر بھی درست نہیں ہے۔ معصیت کی نذر جائز نہیں ہے۔ اس کا کفارہ بھی وہی قسم کا کفارہ ہے۔ (۲) جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا تو یہ نذر پوری کرے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور جس نے یہ نذر مانی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو نذر پوری نہ کرے، اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کرے (۳) اور آپ نے اس شخص سے جس نے پیدل چلنے کی منت مانی تھی فرمایا کہ اے بڑے میاں! سواری پر بیٹھو، اللہ تعالیٰ تم سے بھی بے پرواہ ہیں اور تمہاری نذر منت سے بھی بے پرواہ ہیں۔

تشریح: یہ درس چار مختلف حدیثوں پر مشتمل ہے۔ پہلی حدیث یہ ہے کہ گناہ کے کام کی نذر اور ایسی نذر جس پر آدمی کا اختیار ہی نہ ہو، ناجائز و حرام ہے اور بڑی سرکشی کی بات ہے۔

دوسری حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ معصیت کی نذر اگرچہ حرام ہے لیکن یہ منعقد ہو جائے گی، اور اسے توڑنا اور توڑنے کے بعد کفارہ دینا بھی واجب ہوگا۔

تیسری حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ عبادت و اطاعت کی نذر اگر مانی ہے تو اس پر عمل کرے، اور اگر معصیت کی نذر مانی ہے تو معصیت کا ارتکاب کر کے اس پر عمل کرنا حلال نہیں ہے۔ اس لئے اسے توڑ کر کفارہ قسم ادا کرے۔

چوتھی حدیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ کسی بوڑھے شخص نے پیدل سفر کی نذر مان لی تھی، تو آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ بڑے میاں، سواری کر لو، اللہ تعالیٰ تم سے بھی بے نیاز و بے پروا ہے۔ اور تمہاری ایسی بے عقلی کی نذر سے بھی بے پروا اور بے نیاز ہے۔

ضروری ہدایات

(۱) لوگوں کو نذر و منت کی حقیقت سمجھایئے کہ نذر کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنے ذمہ اللہ تعالیٰ کی عبادات اپنے طور پر اپنے ذمہ واجب کر لے۔ جو اس کی نذر ہی کی وجہ سے اس کے ذمہ واجب ہو گئی ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو گناہ سے بچائے ہر غلط نذر و منت سے محفوظ رکھے۔ آمین